بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

پروفیسر محمد اقبال مجددی

میاں محمد صادق قصوری

جمیل اطہر سرہندی

کے نام

- ☆ جنہوں نے مجدد شناسی کی روایت کو وقار بخشا
- ☆ جن پر حضرت صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ حد درجہ اعتماد کرتے تھے اور ان کی رائے کا احترام کرتے۔
- ☆ جن کی علمی نگارشات کا اہل علم کو انتظار رہتا ہے۔
- ☆ جن کی مشاورت اور رہنمائی سے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشن اپنی سنجیدہ علمی وفکری روایت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔

طالب دعاء

ہمایوں عباس

www.mujaddidiway.com

www.mujaddidway.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت رسول مقبول ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اے شافعِ امم شہ ذی جاہ لے خبر
لِلّٰہ لے خبر مری لِلّٰہ لے خبر

دریا کا جوش ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا تو کہاں ہے میرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا
ان کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

www.mujaddidiway.com

منزل نئی عزیز جدا لوگ ناشناس
ٹوٹا ہے کوہ غم میں پرِ کاہ لے خبر

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بے کسی میں تیری راہ لے خبر

اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

پُر خار راہ برہنہ پا تشنہ آب دور
مولیٰ پڑی ہے آفت جانکاہ لے خبر

باہر زبانیں پیاس سے ہیں آفتاب گرم
کوثر کے شاہ کثّــــــــرہ اللہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضاؔ
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

www.mujaddidway.com

کلام اقبال

(بحضور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں میری بینا ہیں و لیکن نہیں بیدار

آئی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

www.mujaddidway.com

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلۂ فقر سے ہو طرّۂ دستار

باقی کلۂ فقر سے تھا ولولہ حق
طُروں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار

ا

www.mujaddidway.com

ا۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیات اقبال/ بال جبریل، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور، ۱۹۹۴، ص: ۴۸۸۔۴۸۹

اظہار تشکر

۳۴ ویں قومی امام ربّانی مجد دالف ثانی کانفرنس کے موقعہ پر علمی و تحقیقی مقالات سے تقریب کو وقیع بنانے والے اصحاب علم و دانش، اس کے انعقاد کو ممکن بنانے اور انتظام و انصرام میں حصہ لینے والے تمام احباب کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ زیر نظر کتاب ''ارمغانِ امام ربّانی (جلد چہارم)'' کا زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آنا محبین و متعلقین سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کا عملی ثبوت ہے ۔ اس حوالہ سے تگ و تاز کا عملی حصہ بننے والے تمام افراد کا شکریہ ۔ چند نام جو ذہن میں ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

۳۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی

۴۔ جناب جمیل اطہر سرہندی

۵۔ جناب پروفیسر قاری مشتاق احمد

۶۔ جناب میاں محمد صادق قصوری

۷۔ پروفیسر راغب الیاس شاہ

۸۔ صاحبزادہ غلام مصطفےٰ نقشبندی مجددی

۹۔ صاحبزادہ جنید سرور نقشبندی مجددی

۱۰۔ جناب محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

www.mujaddidway.com

۱۱۔علامہ ڈاکٹر منظور حسین اختر

۱۲۔جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد فاروق حیدر

۱۳۔جناب پروفیسر حافظ محمد نعیم

۱۴۔جناب پروفیسر حافظ مقبول احمد

۱۵۔جناب ڈاکٹر محمد اکرم ورک

۱۶۔جناب ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

۱۷۔ڈاکٹر مطلوب احمد رانا

۱۸۔ڈاکٹر شیر علی

۱۹۔جناب خواجہ عمر فیاض

۲۰۔جناب علی امجد نقشبندی

۲۱۔جناب کاشف حمید

۲۲۔جناب اسامہ سعید

۲۳۔جناب شاہد حسین

۲۴۔جناب علی احمد بھٹہ

۲۵۔محمد راشد مگھالوی

www.mujaddidway.com

میر پور خاص (سندھ) سے تشریف لانے والے حضرت پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی مجددی، خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کانفرنس کی صدارت فرمائی۔

طالب دعا

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس (چیئر مین شعبۂ علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبه سیدنا محمد و آلہٖ وسلم

پیش گفتار

اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ شیر ربانی پبلی کیشنز کی طرف سے ''ارمغان امام ربانی'' کی چوتھی جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے توسل سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا علمی فیضان جاری ہے۔ اس فیضان کے پیچھے حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددیؒ کا اخلاص یقیناً کارفرما ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متاع حیات کو فکر مجددی کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف رکھا اس مشن کے فروغ کے لیے آپ نے ہر طرح کی قربانیاں بھی دیں یہاں تک کہ آپ کو ہر طرح تنگ بھی کیا گیا مگر اس مردِ حق آگاہ نے اپنے رستے میں کسی چیز کو حائل نہ ہونے دیا۔ اس اخلاص اور شریعت سے محبت کے جذبے کا کمال ہے کہ آج فکر مجدد پر مشتمل 'اہل علم کے مقالات' کی چوتھی جلد بھی آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

فکر مجددی کی تفہیم کے لئے بیسویں صدی کی آخری دہائیوں سے تیزی سے کام شروع ہوا اور یہ مختلف حوالوں سے جاری ہے۔ کیونکہ اس بات کا احساس شدت سے ہونے لگا ہے کہ معاشرتی اور سیاسی انقلاب بپا کرنے کے لئے اس منہج کو اپنانا ضروری ہے جسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ برعظیم پاک و ہند اور بیرون برعظیم داعیان، خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں، کم از کم حضرت شیخ احمد سرہندی کے افکار سے متاثر ضرور ہوئے۔

نظریہ ضرورت، روشن خیالی، وحدت ادیان، نام نہاد روا داری، احترام انسانیت اور انسانی حقوق جیسے پر فریب نعروں کے پیچھے جو مسموم اور مذموم مقاصد پوشیدہ ہیں ان کو سمجھنے کے لئے صرف دانش برہانی کافی نہیں بلکہ دانش نورانی کی پشتیبانی بھی ضروری ہے اس کے لیے فکری رہنمائی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حیات آفریں کام میں موجود ہے۔ اقبال نے جرمن فلاسفر نٹشے (م: ۱۹۰۰ء) پر تنقید کرتے ہوئے۔ فکر سرہندی سے استفادہ کا مشورہ دیا تھا:

کاش بودے در زمان احمد ے
تارسید ے بر سرور سرمدی

سرور سرمدی کے حصول کے لئے اہل علم ودانش نے فکر مجدد سے خوشہ چینی کر کے مختلف موضوعات پر بیش قیمت علمی سرمایہ چھوڑا۔ چند تازہ علمی کاموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(i) تاریخ الحرکۃ المجددیہ : ڈاکٹر محمود احمد غازی

(ii) سلوک نقشبندیہ : رفعت اویس

(iii) رسائل دردفاع مجدد : وکیل احمد سکندر پوری

ان رسائل کو پروفیسر محمد اقبال مجددی کی کوشش سے شیر ربانی پبلی کیشنز نے دوبارہ شائع کیا۔

علاوہ ازیں راقم کی درج ذیل کتب شائع ہوئیں۔

☆ ایم فل کا مقالہ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں ڈاکٹر محفوظ احمد کی نگرانی میں اس کی تکمیل ہوئی۔

(i) رسالہ تہلیلیہ: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلمہ طیبہ کے معارف پر مشتمل

www.mujaddidway.com

رسالہ کی تحقیق وتخریج۔

(ii) مقام صحابہ: حضرت مجدد کے افکار کا مطالعہ

(iii) جواہر لاثانی بحضور امام ربانی

اس کتاب میں حضرت مجدد کو اردو، عربی، پنجابی، فارسی، پشتو، سندھی، انگریزی میں پیش کئے جانے والا منظوم خراج عقیدت ہے۔

شیر ربانی پبلی کیشنز لاہور حسب روایت چونتیسویں (۳۴) قومی، امام ربانی کانفرنس کے مقالات کو شائع کر رہا ہے۔ ارمغان امام ربانی کی اس چوتھی جلد میں جن اہل قلم کے مقالات شامل ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی: (پ: ۱۹۳۸ء)

دور حاضر میں اہل علم وقلم کا وقار اور بھرم آپ سے قائم ہے۔ معاشرہ کا ہر طبقہ آپ کی تحقیقات سے مستفید ہونا چاہتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذوق سے آپ کی گفتگو سماعت فرماتے اور اہم ترین معاملات میں ڈاکٹر صاحب سے مشورہ فرماتے۔ اس جلد میں ''دور حاضر میں صوفیہ کا کردار: حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے افکار کی روشنی میں'' کے عنوان سے آپ کا مقالہ شامل ہے۔ یہ مقالہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار پر آپ کی گہری نظر اور معاشرہ کے گہرے مشاہدے کا عکاس ہے۔

(۲) پروفیسر قاری مشتاق احمد (پ: ۱۹۴۱ء)

شیر ربانی اسلامک سنٹر کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے آپ کی خدمات کو ہمیشہ خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کا مقالہ حضرت ابن عربی کے افکار پر

www.mujaddidway.com

حضرت مجدد کے تاثرات کا خوبصورت لفظی اظہار ہے۔

(۳) پروفیسر محمد اقبال مجددی (پ: ۱۹۵۰ء)

''مجدد شناس'' کی حیثیت سے آپ کی خدمات کا اعتراف دنیا بھر کے اہل علم کو ہے۔ مجددی سلسلہ کی کتب کی اشاعت کے حوالے سے آپ کی مساعی صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہیں آپ نے اپنے مقالہ بعنوان: ''احیائے دین کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششیں اور ان کے ثمرات'' میں حضرت مجدد کی خدمات کا تاریخی جائزہ پیش کیا ہے۔

(۴) ڈاکٹر حافظ محمد سجاد (پ: ۱۹۶۷ء)

حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم اور انکساری، دونوں نعمتوں سے نوازا ہے، جن کا اجتماع اس دور میں عنقا ہے۔ علمی حلقوں میں ''نفع بخش انسان'' کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ آپ نے انسان دوستی کے حوالے سے صوفیہ کی خدمات کو بیان کرتے ہوئے سماجی فلاح و بہبود کو حضرت مجدد کے افکار کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

(۵) ڈاکٹر عبدالحمید عباسی (پ: ۱۹۶۱ء)

علوم القرآن اور اصول تحقیق پر گہری نظر رکھنے والے ڈاکٹر عباسی نے اپنے مقالہ میں حضرت مجدد کی قرآنی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ انہوں نے مکتوبات سے تفسیری نکات پر سیر حاصل بحث کی۔ آپ کے تحقیقی نکات سے قرآن فہمی کے حوالہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا نقطہ نظر سامنے آیا۔

(۶) ڈاکٹر محمد اکرم ورک (پ: ۱۹۶۸ء)

www.mujaddidiway.com

ڈاکٹر محمد اکرم ورک تحقیقی ذوق کی حامل شخصیت ہیں آپ نے قومی امام ربانی کانفرنس میں ایک شخصیت (خان خاناں) کے نام حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مکاتیب کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس تناظر میں انہوں نے کانفرنس میں خان خاناں کے نام خطوط کی سیاسی دعوتی اور سماجی اہمیت کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔

(۷) ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خاں (پ: ۱۹۷۲ء)

ڈاکٹر افتخار عربی زبان وادب کی تدریس کا فریضہ ایک دہائی سے انجام دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امام ربانی کانفرنس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی عربی نگارشات پر اپنا مقالہ پیش کرتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ان کے مقالہ کا موضوع ''رسالہ تہلیلیہ کے ادبی محاسن'' تھا۔

(۸) ڈاکٹر آصف اشرف جلالی ایک خطیب کی حیثیت سے اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ انہوں نے مقام نبوت کے تحفظ میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمات پر خوبصورت علمی گفتگو کی۔

(۹) پروفیسر راغب الیاس شاہ (پ: ۱۹۶۵ء) حضرت سرورملت کے دیرینہ ارادت مند ہیں ان کے مقالہ کا عنوان اگرچہ ''مکتوبات سعیدیہ (تعارف وجائزہ)'' تھا۔ مگر بوجوہ انہوں نے اپنے شیخ (صوفی غلام سرورؒ) کی خدمات جلیلہ پر اظہار خیال فرمایا

(۱۰) راقم نے (پ ۱۹۷۰ء) مقام صحابہ: حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار کی روشنی میں کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا جو علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع ہو گیا ہے۔

www.mujaddidway.com

۳۰ جنوری ۲۰۱۱ء کو ایوان اقبال میں ہونے والی اس کانفرنس میں حضرت پروفیسر آغا نثار احمد جان سرہندی مجددی کی شمولیت اور جناب جمیل اطہر سرہندی کی کاوشیں لائق تحسین ہیں۔ اس موقعہ پر منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور کے ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری نے بھی اظہار خیال فرمایا اور حضرت صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفکری خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔

ارمغان امام ربانی کی اس چوتھی جلد کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں درج بالا مقالات شامل ہیں جبکہ دوسرا حصہ مکتوبات مسعودی پر مشتمل ہے۔ چونکہ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب، حیات وافکارِ مجدد کے مختلف پہلوؤں پر قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہوتے ہیں اس لئے ان مجموعہ ہائے مقالات میں ان کو بھی شائع کیا جاتا ہے۔ چوتھی جلد میں معروف مجدد شناس جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی مدظلہ العالی کے نام ۳۵ مکاتیب شائع کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم ان مقالات کے بارے میں اپنی قیمتی آراء ارسال فرمائیں گے۔ ارمغان امام ربانی کی گذشتہ جلدوں کی طرح اس جلد کے مقالات کو بھی اہل علم کی ایک کمیٹی نے ابتدا سے آخری مرحلہ تک جانچا اور پرکھا، کوشش کی کہ تحقیق کے مروجہ اصولوں اور معیار کو پیش نظر رکھا جائے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر حافظ محمد سجاد، ڈاکٹر محمد اکرم ورک نے ان مقالات کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے جو کوشش کی اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں جناب ناظم بشیر اوران کی پوری ٹیم بھی ان تحقیقی مراحل میں معاونت پر شکریہ کی مستحق ہے۔

یہ ارمغانِ علمی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ولادت کی چار صدیاں

www.mujaddidiwal.com

ہونے پر اہل علم کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ اللہ جل شانہ، ہمیں حضرت امام ربّانیؒ کے فکر و فلسفہ کی ترویج کے لیے جدو جہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ
جی سی یونیورسٹی فیصل آباد
۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ/۶ دسمبر ۲۰۱۱
drhumayunabbas@Yahoo.com

www.mujaddidway.com

افتتاحی کلمات

جمیل اطہر سرہندی

معزز مہمانانِ گرامی سب سے پہلے میں حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی اور شیر ربّانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور کی طرف سے آپ سب حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ۳۴ ویں قومی امام ربّانی مجدد الف ثانی کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں اس سوسائٹی کا قیام حضرت سرورِ ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے عمل میں آیا تھا اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ۳۴ ویں امام ربّانی کانفرنس ہے اور مجدد الف ثانی سوسائٹی کے عہدیداران اور کارکن ایک تسلسل کے ساتھ اس فکر اور فلسفے سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے آ رہے ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت ہیں جن کا روحانی فیض کم و بیش چار سو برس سے مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں جاری ہے جدید علمی دنیا میں سب سے پہلے جس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا وہ شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کو حضرات اہل اللہ کی روحانی قوت کا صحیح ادراک تھا اس لیے انہوں نے فرمایا تھا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ڈاکٹر اقبال نے محسوس کیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی اگر قسمت بدل سکتی ہے تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات پر عمل کر کے ہی بدل سکتی ہے اس لیے انہوں نے یہ التجا کی۔

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

تاریخی حقائق کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تکفیری مہم نہیں چلائی بلکہ اصلاحی مہم سے کام کیا ہے۔ بیمار کو بیمار ثابت کرنا اور اس کے مرض کی صحیح تشخیص یہی حکمت ہے مگر بیمار کا علاج کرنا اس کے مرض کے اصل اسباب کو دور کرنا اور اس کو صحت مند بنانا اصل حکمت ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیمار ملت کو صحت مند بنایا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ہسپانیہ کے حشر سے دوچار ہونے سے بچانے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی ہمہ گیر ہے اس کے اثرات بھی عالمگیر ہیں جوں جوں تحقیق کا مقام وسیع ہو رہا ہے نئے نئے رُخ سامنے آرہے ہیں اور آپ کی عظمت وشوکت کا نقش پختہ تر ہوتا جارہا ہے۔ بے شک آپ الف ثانی یعنی ہزارہ دوم کے مجدد ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اپنی صدی سے گذر کر اب دوسری صدیوں میں داخل ہو رہا ہے تقریباً ۴۰۰ برس گزر چکے ہیں مگر پاک وہند کے افق پر مجددی آفتاب پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فیض شیخ طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا تھا۔ وہ کابل سے روانہ ہو کر لاہور پہنچے پھر وہاں سے دہلی روانہ ہوئے راستے میں سرہند سے گذر ہوا۔ اس شہر میں یہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

”فقیر نے دیکھا ایک بڑا چراغ روشن کیا گیا ہے اور دیکھتے ہی

www.maktabah.org

دیکھتے اس کی روشنی بڑھتی جاتی ہے ہزاروں لوگ اسے روشن کررہے ہیں حتیٰ کہ میں سرہند کے قریب پہنچا تو وہاں کے دشت ودر کو چراغوں سے منور پایا''۔[۱]

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لے گئے جہاں اڑھائی ماہ کے قیام کے اندر فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت حاصل کی اور حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ شریف سے انہیں مشرف فرمایا۔ ڈاکٹر اقبال سرہندی نے صحیح کہا تھا۔ ؎

اے مجدد لاج رکھ لی تھی ہماری آپ نے
کرکے تجدید وفا کی تاجداری آپ نے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ناموس رسالت، ناموس شریعت اور ناموس ملت کے محافظ ونگہبان تھے۔ اقبال نے کہا تھا۔ ؎

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا:

''تم جانتے ہو کہ پچھلے دور میں اسلام پر کیا کچھ گزری ہے اسلام کی کمزوری پہلے زمانے میں جب کہ اسلام نیا نیا آیا تھا اس سے

۱۔ روضۃ القیومہ، جلد ۱، ص: ۱۴۲

www.mujaddidway.com

زیادہ نہ تھی کہ مسلمان اپنے دین پر اور کفار اپنے دین پر قائم رہے
لیکن پچھلے دور میں (ان کا اشارہ اکبر کے زمانے سے ہے)
کفار کھلم کھلا اسلامی علاقوں میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے
اور مسلمان اسلام کے احکام ظاہر کرنے سے عاجز تھے اگر اظہار
کرتے تھے تو قتل کردیے جاتے تھے اب جب کہ مانع شوکت
اسلام بیچ میں سے ہٹ گیا ہے (اس کا اشارہ اکبر کے رخصت
ہونے کی طرف ہے) اور بادشاہِ اسلام کے تخت نشین ہونے کی
خبر مسلمانوں نے سن لی ہے تو انہوں نے ارادہ کرلیا کہ وہ قول و
عمل سے بادشاہ کی مدد کریں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں فرمایا:

''دنیادار علماء کی صحبت زہر کی طرح ہے اور ان کا فساد اوروں تک
پہنچتا ہے پچھلے دور میں جو مسلمانوں پر مصیبت آئی ہے وہ ان کی
وجہ سے آئی بادشاہوں کو انہوں نے بہکایا۔ گمراہی کے بہتر فرقوں
کے مبتدا یہی تھے اس لیے فقیر بادشاہ کا ساتھ دینے کی آرزو رکھتا
ہے جو اسلام کو طاقتور بنانے کی فکر میں ہیں اور مسلمانوں کو بری
حالت سے نکالنا چاہتے ہیں''۔

جدا اور خارج از اشتراک فرقے کا تصور شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا بے شک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کو ہندومت میں ضم ہونے سے بچائیں۔ آپ ہی کی مساعی کا ثمرہ ہے کہ آج اسلام اور مسلمان برصغیر میں پہچانے

www.mujaddidway.com

جا سکتے ہیں ۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے ملی تشخص کو ابھارا ورنہ ہندوؤں نے بت اور جین دھرم کو اپنے اندر اس طرح جذب کرلیا تھا کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رکھا۔ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو بھی اسی طرح اپنے اندر جذب کرلیا جائے ۔امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب بظاہر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے انہیں عطا کیا لیکن درحقیقت یہ مولا جل شانہٗ کا عطیہ تھا اور اللہ کے نیک بندوں نے آپ کو حضرت مجدد کہنا شروع کردیا اکثر افراد اب آپ کا اصل نام تو جانتے ہی نہیں انہیں حضرت مجدد کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں حضرت مجدد کے احیائے دین کا ہی اثر ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں میں ضم ہونے سے بچ گئے ۔اجل علماء حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تحریک احیائے اسلام کے گرویدہ ہوئے اور اب تک چلے آرہے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعریف میں نہایت ہی خوب اور بلند پایہ بات کہی ہے کہ مومن پارسا ہی آپ سے محبت اور فاجر بد بخت ہی آپ سے بغض رکھے گا۔آپ کے مکتوبات اور رسائل کے ہر لفظ میں سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کی چاشنی ملتی ہے اور انسان جتنا زیادہ ان کے افکار کا مطالعہ کرتا ہے اتنا ہی وارفتہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ایک شاعر نے کہا ؎

جلائے جس نے اندھیروں میں روشنی کے چراغ
وہ جس کے فیض نے مہکا دیے جہاں کے دماغ

حضرت کا وصال ۲۸ رصفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰ ردسمبر ۱۶۲۴ء کو ہوا ۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دو کرامتیں دنیا کے لیے بڑے فیض کا باعث ہوئی ہیں ایک آپ کے نیک

www.mujaddidway.com

صاحبزاگان جنہوں نے آپ کے بعد آپ کے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری رکھا اور دوسری کرامت جناب حضرت مجدد کے مکتوبات شریفہ ہیں جنہیں پڑھنے والا آج بھی ایک سرور اور سوز محسوس کرتا ہے یہ مکاتیب فارسی ادب کا بیش قیمت سرمایہ ہیں اور اب اردو میں ترجمہ ہو کر دنیا سے داد پا رہے ہیں۔ حضرت مجدد کی ایک اور اہم خدمت یہ ہے کہ آپ نے سلسلۂ تصوف کی ترویج کی جو ہندوستانی طریقوں میں شریعت سے زیادہ قریب ہے وہ تصوف کو احکامِ شرعی کی حدود میں لے آئے آپ کا ایک اور کارنامہ بدعت کے خلاف جہاد ہے انہوں نے ان چیزوں کو جو وقتی مصلحتوں اور نفسانی فائدوں کی بناء پر دین اسلام میں عقائد و اعمال کی صورت میں شامل کر دی گئی تھیں انہیں دین سے باہر نکالا اور ملت اسلامیہ کو آگاہ کیا کہ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کی بقا اور دوسرے کی فنا لازم ہے۔ بس ایک کا زندہ کرنا اور دوسرے کو مارنا ہے۔ بدعت دین کو کاٹنے والی کلہاڑی ہے اور سنت ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ بدعت کا دور کرنا اسلام کی تقویت کے لیے لازم ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شعائر اسلام کا احیاء کیا۔ آپ نے جہانگیر کو سجدہ تعظیمی نہ کر کے قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہا اور خلافِ شریعت احکامات کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ فیض لدھیانوی کا شعر ہے ؎

جو آنکھیں ہیں تو پڑھ شیخ مجدد کی وہ تحریریں نہاں جن کے ہیں ہر نقطے میں دین و دل کی تفسیریں

یہ تھے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی یاد میں ہم یہ کانفرنس منعقد کر رہے ہیں اور اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ حضرت نے جو پیغام ہمارے لیے چھوڑا ہے ہم یہ پیغام آج کی نسل تک پہنچائیں اور ان کو دعوت دیں اور بلائیں ان

www.maktabah.org

مقاصد کی طرف اس فلسفہ کی طرف اور اس فکر کی طرف جس کے علمبردار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مجدد الف ثانی سوسائٹی اور شیر ربّانی اسلامک سنٹر اپنی بساط کے مطابق پچھلے پینتیس سال سے یہ خدمت انجام دیتے آرہے ہیں اور اس سارے کام کا سہرا ہمارے روحانی پیشوا سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے آج ان کی روح پھر خوش ہوگی کہ ان کے پیروکاران کے نام لیوا اس مقصد اور نصب العین کے لیے ایک مرتبہ پھر لاہور کی اس سرزمین میں اکٹھے ہوئے ہیں جو کہ حضرت باقی باللہؒ کو بھی بڑی عزیز تھی اور حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بڑی محبوب تھی حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بڑے پیشوا تھے اپنے اسی سفر میں جو وہ کابل سے دہلی تک کر رہے تھے سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دریافت کیا تھا تو یہ سرزمین اس بات پر ہمیشہ فخر کرتی رہے گی کہ وہ ذریعہ بنی اس شخصیت کو دریافت کرنے کا جس نے اسلام کو دوبارہ زندہ کیا جو اسلام کے ماننے والوں کے ہاتھوں آزمائشوں اور مصائب سے دوچار تھا لیکن ایک مردحق کھڑا ہوا اور دیوار بن کے مقابلہ کیا سختیوں اور مصائب کا اور وہ ذریعہ بنا برصغیر میں اسلام کو ایک نئی زندگی اور ایک نئی روح عطا کرنے کا۔

حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی اپنے دوسرے کاموں کے علاوہ ہر سال یہ کانفرنس منعقد کرتی ہے اور اس میں جو مقالات پڑھے جاتے ہیں انہیں کتابی صورت میں شائع کرتی ہے۔ اس دفعہ ارمغانِ امام ربّانی کے نام سے جلد سوم شائع ہوئی ہے۔ یہ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس جو ہمارے ساتھی، مربی اور محسن ہیں انہوں نے اسے مرتب کیا ہے اور اسی طریقے سے ہم نے ایک اور کتاب تصوف روح دین شائع کی ہے یہ بھی

شیر ربّانی اسلامک سنٹر کے ڈائریکٹر پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کی تحریر ہے۔
قاری صاحب حضرت سرورملت رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھی ہیں ان کے دست راست ہیں اوران کے مشن کی تکمیل میں شب و روز کوشاں ہیں اور ہمارے لیے راہنمائی اور ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ پاکستان کو ایک اسلامی مملکت ان تصورات کے مطابق جو حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں دیے جو حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے ہمیں دیے جو حضرت قائداعظم نے ہمیں دیے پاکستان کو اسلام کا ایک قلعہ بنانے کے لیے عزم صمیم کے ساتھ یہاں سے اٹھیں گے اوراس پیغام کو ان تمام لوگوں تک پہنچائیں گے جو اس کانفرنس میں شریک نہیں ہوسکے تاکہ حقانیت کا اورصداقت کا یہ پرچم سربلند رہے۔
دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا کرے (آمین)

www.mujaddidway.com

خطبۂ صدارت

پروفیسر پیر آغا نثار احمد جان سرہندی

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علیٰ الہ و صحبہٖ اجمعین اما بعد

جناب جمیل اطہر سرہندی صدر حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی، سیکرٹری جناب ناظم بشیر صاحب، دیگر اراکین حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی، شیر ربّانی اسلامک سنٹر، صاحبزادہ غلام مصطفیٰ مجددی اور صاحبزادہ جنید سرور مجددی، علمائے کرام، مشائخ عظام و صلحائے وقت! سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ایسی پُر وقار علمی کانفرنس کی صدارت کا اعزاز بخشا۔ آپ کی محبت مجھے اس سال بھی کھینچ لائی لاریب حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی و شیر ربّانی اسلامک سنٹر خوش نصیب ہیں کہ انہیں اتنے عالی مرتبت مقالہ نگار میسر آئے یہ لوگ آسمان علم و فضل کے مہر و ماہ ہیں گویا علم و فضل کی ایک کہکشاں کھلی ہوئی ہے ایک ایک مقالہ نگار کا مقالہ اس قابل ہے کہ آب زر سے لکھا جائے۔ ہم نے بھی اور آپ نے بھی ملاحظہ فرمایا کہ سابقہ کانفرنس میں پڑھے جانے والے مقالات کتنے وقیع تھے اور اُس کی حلاوت آج تک موجود ہے اور اِس کانفرنس کی حلاوت اُس پر مستزاد!!

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر اہلیان لاہور سے محبت فرماتے تھے انہوں نے لاہور کو قبۃ الاسلام قرار دیا یہاں آپ کی بنائی ہوئی مسجد الحمدللہ آج بھی موجود ہے۔ گذشتہ سال عرس امام ربّانی کے موقع پر جب میں آپ حضرات کی خدمت

میں حاضر ہوا تھا تب جلسہ گاہ میں مجھے جو سکینت واطمینان قلب حاصل ہوا جو مسرت و انبساط کا عالم طاری ہوا وہ میرے لیے ایک حیران کن تجربہ ثابت ہوا مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی روح پاک مسرت سے آپ کی طرف متوجہ ہے اور اُسی کے فیض سے اتنا پُر کیف روحانی اجتماع ممکن ہوا۔ دوسری طرف سلسلہ عالیہ میں اتحاد و اتفاق کی ہے ایک فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

''زِ اتفاق مگس شہد می شود پیدا خُدا چہ لذت شیریں در اتفاق نہاد!!

شہد کی مکھیوں کے اتحاد واتفاق سے شہد جیسی شیریں چیز پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتحاد واتفاق میں کیا شیریں لذت رکھی ہے

حضرات گرامی! تاریخ تجدید میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی وہ واحد ہستی ہیں جن کے مجدد ہونے پر کامل اتحاد ہے یہاں تک کہ آپ کے اسم مبارک کا بہت سے لوگوں کو علم نہیں۔ موافق ہو یا مخالف سب آپ کو مجدد الف ثانی کے پر افتخار لقب سے یاد کرتے ہیں درحقیقت ''مجدد الف ثانی'' کی قبائے زرّیں بنی ہی آپ کے جسم مبارک کے لیے تھی۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ مین یشآء** یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے' وہ اس پورے ہزار سالہ دور کے بالاتفاق مجدد و مصلح ہیں۔ رُشد وہدایت، علم وفکر کے تمام راستے اُن ہی کی طرف جاتے ہیں۔ متأخرین کے کلام میں اُن کے فکر کی خوشبو موجود ہے۔ آپ کی تعلیمات اسلام کا عین قلب ہیں آپ کی فکر عالی کا منبع قرآن وحدیث ہے کوئی اسلامی مُفکر ان مصادر تک رسائی میں اُن سے زیادہ قریب تر نہیں ہے۔

آپ کی تجدید یہ ہے کہ نہ صرف آپ نے شریعت وطریقت میں ڈالی گئی

www.mujaddidiyah.com

آلودگی کو صاف کیا بلکہ صحیح اسلامی فکر و فلسفے کو اُجاگر کیا۔ خالصتاً ایک نئے علمِ کلام کی بنیاد ڈالی جو قرآن وسنت سے مُستفاد تھا جس میں فکر یونان کا کوئی دخل نہیں تھا۔ آپ حدیث شریف میں آئے ہوئے لفظ ''صلۃ'' کے مصداق ہیں آپ نے شریعت وطریقت کو ملا کر ایک کر دیا۔ آپ تمام مروج سلاسل کے جامع ہیں۔ میرے علم میں چھتیس سلاسل ہیں جن میں آپ بیعت تھے یہی وجہ ہے کہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا استخصاص یہ ہے کہ یہ ایک پُل ہے جو تمام سلاسل ومسالک / فرقوں کو آپس میں ملاتا ہے۔ یہاں ہر مسلک کے حامل افراد کو اپنے مسلک کے مطابق تسکین ملے گی۔ یہاں توحید قرآن وسنت، محبت رسول مقبول ﷺ ومحبت اہل بیت کرام و بزرگانِ دین سے بے پناہ عقیدت ومحبت مجتمع ملے گی۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں شریعت وطریقت کا ایسا حسین امتزاج ہے کہ حدیث شریف میں طریقت کے لیے آیا ہوا لفظ ''اخوان'' اپنے پورے حُسن کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔

حضرات گرامی! آپؒ نے بے شمار عُقدہ لاینحل حل فرمائے رسول اکرم ﷺ کو معراج دنیا میں نہیں آخرت میں ہوئی تھی۔ حضرات خضر والیاس ارواح ہیں۔ ہندوستان میں بھی انبیائے کرام تشریف لائے تھے مگر پیروکاروں کی تعداد بہت کم رہی بعض کی قبور مبارکہ کی نشان دہی فرمائی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے عبقریٔ وقت مسلم قوم پر آپ کے احسانات گنوانے کے بعد فرماتے ہیں:

> ''آپ کی ذات کی جلالت شان یہاں تک پہنچی کہ بلاخوف وتردّد یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ سے محبت رکھنے والا مومن متقی اور آپ سے عداوت رکھنے والا فاجر وشقی ہے''[۱]

www.maktabah.org

آپ کا فکر و فلسفہ سلطنت کے لیے ایک مقوی ٹانک ہے۔سلطنت مغلیہ جب تک آپ کے فکر و فلسفہ پر عمل پیرا رہی تب تک سلطنت مغلیہ کی وسعت قوت وشوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا مگر اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد اُن کے جانشینوں نے آپ کے فکر و فلسفہ کو ترک کر دیا جس کے نتیجہ میں عظیم سلطنت مغلیہ کے جسم سے قوت و طاقت کا سارا خون نچڑ گیا اور سلطنت تباہی و بربادی کی طرف تیزی سے گامزن ہوگئی کیونکہ یہ نظریہ ہی ہے جو سلطنت کے بے جان جسم میں طاقتور روح ڈالتا ہے

یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی جس کی وجہ سے علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ کا رخ تبدیل ہوگیا۔علامہ صاحب اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''جاوید نامہ '' میں مشہور مغربی مفکر نطسہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کاش بودے در زمانِ احمد ے تار سیدی برسرورِ سرمدی

کاش نطسہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ہوتا تو ان سے سرور سرمدی حاصل کرتا۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ'' مجدد الف ثانی کانفرنس'' ہو اور حضرت سرور ملت صوفی غلام سرور علیہ الرحمۃ اور استاذی ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ کی یاد نہ آئے الحمدللہ ان کے صاحبزادگان جناب غلام مصطفیٰ و جناب جنید سرور سلمھما و ربھما اور ان کے مرید باصفا جناب ناظم بشیر صاحب اور جناب جمیل اطہر سرہندی اس مبارک سلسلہ کو بصد کوشش و کاوش برقرار رکھے ہوئے ہیں۔جناب جمیل اطہر سرہندی جو اس عاجز سے محبت کرتے ہیں اور برابر اخبار جرأت بھیجتے رہتے ہیں۔ایک دفعہ پھر درگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی کانفرنس وشیر ربّانی اسلامک سنٹر کے

www.mujaddidway.com

اراکین کوخوش وخرم رکھے انہیں شدائدزمانہ سے محفوظ رکھے مقالہ نگار حضرات اور شرکائے کانفرنس تمام شادوآبادرہیں اور حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی کی روح پُرفتوح سے فیض یاب ہوں آمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

www.mujaddidway.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات، کمالات واحسانات

پروفیسر آغا پیر نثار احمد جان سرہندی

آسمان علم وفضل پر نہ جانے کتنے چاند ستارے ضوفشان ہوئے ہر ایک کی اپنی اپنی چمک، چاندنی اور روشنی مگر ایک چاند ایسا طلوع ہوا کہ جس کی روشنی کو ایک ہزار سال تک دنیا کو منور رکھنا ہے۔ایک ایسا مہتاب کہ جس نے آفتاب نبوت سے اکتساب فیض کیا اور اس کی روشنی اور چمک مستفاد لی تھی اور اب ایک ہزار سال تک اس کی چمکتی ہوئی منوّر چاندنی کو ظُلمتِ شب میں اُجالا کرنا ہے اور جب چاند طلوع ہوتا ہے تو چمکتے ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اور اُسی چمکتے چاند کی رہ نمائی میں راہ ہدایت طے ہوتی ہے وہ ''صلۃ'' جس کی بشارت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی۔ [۱] وہ جامع البحرین کہ جس نے راہ ہدایت کے دو عظیم دریاؤں۔ دریائے شریعت و دریائے طریقت کو دوبارہ ملا کر ایک کر دیا!

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے بیان میں انسان حیران ہوتا ہے کہ وہ کہاں سے شروع کرے اور کہاں پر اختتام کرے وہ تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے آنکھیں خیرہ اور عقل حیران ہو جاتی ہے گر چہ کماحقہٗ ہم اُن کو بیان تو نہیں کر سکتے مگر اُن کے عظیم الشان احسانات کا محض شکریہ ادا کرنے حاضر ہوئے ہیں ملت اسلامیہ پر آپ کے احسانات کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کماحقہٗ بیان کر سکتے ہیں

۱۔ کنز العمال جلد ۱۲، رقم الحدیث: ۳۴۵۸۹

اگر ہم اپنی آسانی کے لیے اسلام پاک کے پہلے ایک ہزار سالہ دور کو الگ اور دوسرے ہزار سال کے دور کو الگ کر لیں اور دوسرے ہزار سال کا علمی مطالعہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے کریں تو اس دوسرے ہزار سالہ دور کی علمی و روحانی غرض ہر جہت کی افہام و تفہیم نہایت آسانی سے ہو سکتی ہے اور دوسرے ہزارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت فغانی کے اس شعر کے مصداق بنتی ہے ؎

یک چراغ است دریں خانہ و از پَر تو ِ آں
ہر کُجا می نگرم اَنجمنے ساختہ اند

''اس گھر میں ایک ہی چراغ ہے اور اُسی کی روشنی سے جہاں دیکھتا ہوں محفلیں سجی ہوئیں ہیں''

آپ کے مکتوبات شریفہ قوتِ استدلال، حُسنِ بیاں بے پناہ جذبۂ خلوص اور بے مثال انشاء پردازی کا ایک عجیب وغریب نمونہ ہیں۔ ایسا انداز بیان کسی صاحب داعیہ کو شاید ہی نصیب ہوا ہو ایک خوبصورت باغِ معانی ہے جس میں طرح طرح کے مسائل خوش رنگ پھولوں کی طرح کھلے ہوئے ہیں۔ غرض آپ کے مکتوبات شریفہ میں آپ کی تعلیمات موتیوں کی طرح بکھری ہوئی ہیں عبارت میں عین الیقین، جوش اور صدق اتنا زیادہ ہے اور ایک ایک لفظ ایک دوسرے سے اس طرح پیوست ہے گویا ایک لڑی ہے جس میں گوہر آبدار پروئے ہوئے ہیں۔ بقول صاحب زُبدۃ المقامات آپ نے ہر مضمون کو ایک رنگین باغ بنا دیا ہے۔

مختلف مسائل پر آپ کے ارشادات وہ جواہر پارے ہیں جو ہمیشہ چمکتے رہیں

www.mujaddidiway.com

گے۔علامہ اقبالؔ نے ''انسان کے نفسیاتی مسائل'' کے موضوع پر لندن میں ایک تقریر کی تھی جس میں ینگ کی تغلیط کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بارے میں ہندی عالم (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے خیالات کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں مگر انگریزی زبان کا دامن اتنا تنگ کہ ان کے الفاظ کا کما حقہ' ترجمہ نہیں ہوسکتا'' ایک اور جگہ علامہ صاحب نے آئن سٹائن کے نظریات کی مطمع نظر کی تطبیق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات سے کی ہے۔ا

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی دعوتِ اصلاح وتجدید دین میں کامیابی حاصل ہوئی اس کی بنیادی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ اسلام اپنے اندر ایک تجدیدی نظام رکھتا ہے یہ نظام کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں ہے لہٰذا اُن میں اگر کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو اس کو درست نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ بگاڑ اس پورے دین کے طریقے کو تبدیل کر دیتا ہے بخلاف اس کے اسلام کا اپنا ایک تجدیدی نظام ہے جو اسلام پاک کو واپس اُسی نہج پر لاتا ہے اور صراط مستقیم سے سرِ مو انحراف نہیں کرنے دیتا اسی لیے اسلام قیامت تک کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اس نظام کے سب سے بڑے مجدد Revivalist پورے دوسرے ہزارے کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے جو واپس اس نظام کو اپنی اصل نہج پر لائے آپ کا ایک عظیم الشان کارنامہ شریعت و

www.mujaddidway.com

ا۔ڈاکٹر مسعود احمد، مجدد ہزارہ دوم: مقالہ: نظریہ وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود اور مغربی مفکرین ص ۱۷۶۔۱۷۷

طریقت کو ایک دوسرے سے قریب تر کرنا بلکہ اُن کا دوبارہ اتحاد وادغام ہے۔حضور انور

علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں شریعت و طریقت میں کوئی مُغایرت نہیں تھی بلکہ دونوں یک جان دو قالب تھیں مگر امتداد زمانہ سے اُن کے درمیان مغائرت کی خلیج حائل ہوگئی شریعت صرف ظاہر کی پابندی رہ گئی اور طریقت غیر اسلامی افکار وعقائد کی آماجگاہ بن گئی۔ حاملان شریعت اور صاحبان طریقت دونوں ایک دوسرے کے حریف بن گئے۔ آپ نے بحسن وخوبی شریعت اور طریقت میں تطبیق دی اور ان کا اصل مقام متعین کیا آپ نے واشگاف انداز میں اعلان کیا کہ طریقت شریعت کی کنیز ہے۔ ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

> ''تصوف اس لیے نہیں کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں اور نوروں اور رنگوں کو دیکھیں بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ
>
> ۱۔ معتقدات شرعیہ میں زیادہ یقین حاصل ہو جائے تاکہ استدلال کی تنگی سے نکل کر کشف (باطنی مشاہدہ) کے میدان میں آجائیں)
>
> ۲۔ احکام شریعت بجالانے میں آسانی ہوجائے یاد رہے کہ تصوف دراصل علوم شرعیہ کا خادم ہے شریعت کا مخالف نہیں.

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

> ''قرآن مجید میں ارشاد ہے''اور ایمان والے ہیں ان کی محبت اللہ (تعالیٰ) کے لیے بہت شدید ہے۔[البقرہ:۲:۱۶۵]

www.maktabah.org

''اگر تمام جہان کی جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں ڈال دیں اور اُس محبت کو قائم کر لیں تو کچھ غم نہیں کرنا چاہیے اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و کیفیات باطن میں زیادہ کریں لیکن اس محبت میں بال برابر کمی کر دیں تو اس کو سوائے خرابی کے اور کچھ نہ جاننا چاہیے''

''کمال، محبوب کی اطاعت سے حاصل شریعت کی متابعت پر موقوف ہے کیوں کہ یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے

فرماتے ہیں:

''شریعت کے تین اجزاء ہیں۔۔۔۔علمؔ،عملؔ اور اخلاصؔ اور ان کا حصول اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اور یہ رضا دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے تصوف، شریعت کے تیسرے جزو اخلاصؔ کو کامل کرتا ہے''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے حتمی طور پر منازلِ تصوف متعین فرمائے اور ان میں مزید عروج و ترقی کی نوید سنائی یہ کہہ کر کہ ''حق تعالیٰ وَرَاءُ الْوَرَاء'' ہے یعنی بلند سے بلند تر اسی سے ترقی و عروج کی نئی منازل کا پتہ چلتا ہے ورنہ آپ سے پیشتر صوفیائے کرام اکثر مرتبہ فنائیت میں پہنچ کر اپنے وجود کو گم کر کے اور تنہا ذات واحد کو محسوس کر کے وحدۃ الوجود کا دم بھرنے اور اَنا الحُق'' میں اللہ تعالیٰ ہوں کی صدائیں بلند کرنے لگے تھے آپ ہی نے وحدۃ الوجود کو تنگ کوچہ قرار دیا حالانکہ آپ سے پیشتر صوفیائے کرام کے لیے یہی کُل کائنات تھی۔تصوف میں آپ

www.mujaddidiway.com

کے احسانات میں اہم یہ بات بھی ہے کہ انہوں نے انسان کو اُس کا اصل مقام عبدیت متعین کر کے دیا جو اسلام کا منتہائے مقصود تھا مگر مُرورِ زمانہ سے اُس میں کافی تبدیلیاں واقع ہوگئی تھیں۔

آپ سے پیشتر جب کسی صوفی صافی کو عروج حاصل ہوتا تو وہ اپنا مقامِ عبدیت بھول جاتا اور اللہ پاک کی ذات احدیت مآب جل جلالہٗ کا اُس پر اتنا اثر ہوتا کہ اپنا اصل مقامِ عبدیت بھول کر اپنے آپ کو وجود برحق سمجھنے لگتا تھا اور اسی کو تصوف کا منتہائے کمال سمجھتا تھا آپ نے جب صوفیائے کرام کو وحدۃ الوجود کے تنگنائے سے نکالا اور انہیں وحدۃ الشہود کے بحر بیکراں کا پتا دیا تو اس کے ساتھ ہی انسان کی صدیوں سے جامد اور رُکی ہوئی ترقی ایک دفعہ پھر نئی منازل و مراحل کی طرف رواں دواں ہوگئی۔

علامہ اقبال نے حکیم نطسہؔ جس نے انسان کامل کا یورپی تصور اجاگر کیا، کے بارے میں جاوید نامہ'' میں فرماتے ہیں کہ کاش وہ شیخ احمد کے دور میں ہوتا تا کہ اُس کو سُرور سَرمدی حاصل ہو جاتا''!! خود علامہ اقبال کے تصور خودی پر حکیم نطسہؔ کا اثر نہیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے ''تصور وحدۃ الشہود'' کا ہے۔

درحقیقت انسان کو جب تک اپنی کم مائیگی اور اپنی عبدیت کا پتہ نہیں ہوتا وہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اُس کی کم مائیگی یا خاکساری ہی ہے جو اُس کو حرکت و عمل پر مجبور کرتی ہے یہ ایک بے پناہ طاقتور جذبہ ہے جو انسان میں تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب اُس کو اپنی اصل حیثیت کا ادارک ہو جاتا ہے کہ میں محض ایک مشتِ خاک ہوں جس کو حقیر سمجھا گیا مگر اللہ پاک نے کرم فرمایا اشرف المخلوقات قرار دے کر نیابت ارضی عنایت فرمائی ۔جنت میں رکھا مگر ازلی دشمن (ابلیس) کی وجہ سے وہاں سے نکلنا پڑا مگر مجھے دوبارہ

www.maktabah.org

واپس اس جنت / اُس پُر مسرت مقام Absolute Pleasure کو حاصل کرنا چاہیے۔

اسی جذبہ کی وجہ سے اُس کی تمام جبلّی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں اور اس کے عقل وشعور کو مہمیز لگتی ہے مگر وحدۃ الوجود میں چونکہ سالک اپنے وجود کو ذات حق تعالیٰ میں گم کر دیتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ بس اس سے آگے کوئی منزل نہیں کوئی ترقی نہیں۔ لہٰذا اس کی تمام ترقیات یکسر رک جاتی ہیں فکر و خیال ٹھٹھر کر رہ جاتے ہیں اور وہ جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے ہی یہ وضاحت فرمائی کہ یہ محض ایک سراب ہے۔ اللہ تعالیٰ وراء الوراء (بلند سے بلند تر) ہے اور یہ فرمایا کہ یہ محض ایک ابتدائی منزل ہے اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ابھی بہت کچھ منازلِ طے کرنی ہیں مگر اُس کی ذات احدیت مآب جل جلالہٗ اتنی بلند ہے کہ انسان کا طائرِ تخیُّل وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ مزہ وصال میں نہیں فراق میں ہے۔ یہ بات سالک کے آتش شوق کو اور بھڑکاتی ہے اور وہ ہمیشہ عالمِ فراق میں نئی نئی ترقیات اور منازل کو طے کرتا رہتا ہے اور ''انسان کامل'' بننے کا یہی طریقہ ہے۔ اسی نظریے سے وہ جمود ٹوٹا جس نے صوفیائے کرام کے اذہان کو جکڑ رکھا تھا اور نت نئے عُروج و ترقی کے مقامات کے بند در کھل گئے۔ اگر آپ کے اسی ایک تجدیدی کارنامے کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جائے کہ کس طرح آپ نے انسان کی روحانی ترقیات و منازل کے اعلیٰ ترین مقامات کا پتہ انسان / سالک / صوفیائے کرام کو بتایا تو آپ کا صرف یہی ایک کارنامہ کافی وشافی ہے''!!

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود صرف لفظی نزاع نہیں ہے جیسا کہ بعض حضرات فرماتے ہیں۔ حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''توحید شہودی ایک کو دکھانا ہے اور توحید وجودی ایک کو موجود جاننا اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا ہے۔ توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم ہے توحید شہودی راہ سلوک کی ضروریات میں سے ہے کیوں کہ فنا اس کے بغیر ثابت نہیں ہوتا اور مرتبہ عین الیقین اس کے سوا میسر نہیں اور علم الیقین بغیر اس معرفت کے حاصل ہے کیونکہ علم الیقین اس کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔ آفتاب کا دیکھنا اس کا مستلزم نہیں کہ ستاروں کو نیست و نابود سمجھا جائے ۔آفتاب کی روشنی کی تیزی نے ستاروں کو آنکھوں سے اوجھل کر رکھا ہے اگر دیکھنے والے کی آنکھ اُسی آفتاب کی روشنی سے روشن ہو جائے تو وہ آفتاب کے ہوتے ہوئے ستاروں کو دیکھے گا'' ۔[1]

ڈاکٹر جاوید اقبال اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، جلد اوّل، مکتوب:۴۳

www.mujaddidiway.com

''وحدت الوجود کے حامی صوفیہ کا ایمان تھا کہ ہر شے میں خدا بلکہ ہر شے خدا ہے اسی تصور سے متأثر ہو کر اکبر نے ''دین الٰہی'' ترتیب دیا اور اِس صوفی نظریہ کی بنیادوں پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے ادغام کی کوشش کی۔ شیخ احمد نے واضح کر دیا کہ خالق کی ذات اپنی مخلوق سے علحیدہ ہے اور مخلوقات اس کی ذات تک کبھی نہیں پہنچ سکتیں'' ۱؎

جیسا کہ آپ نے ایک جگہ یہ فرمایا ہے کہ:

''میں مشیخت کرنے نہیں آیا بلکہ میرے ذمہ مہتمّ بالشان کام ہے اور ہماری نظر میں وہ کام ہے ؛شریعت وطریقت کی بہترین تشریح وتوضیح وتطبیق۔ آپ کو جو کچھ عطا ہوا وہ آداب شریعت و سنن کو اُن کی انتہا پر لے جا کر عمل کرنے سے ملا۔ آپ کے مکتوبات اتنے واضح، صریح، صاف اور روشن ہیں کہ کسی نے اُن کی صحت پر شک نہیں کیا۔ آپ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ اعتدال وتوازن رکھ دیا تھا جس کی وجہ سے آپ علمی وروحانی مسائل کو اپنی صحیح جگہ پر رکھتے چلے گئے۔ آئینے پر گرد وغبار جمع ہو جائے اور کوئی اُس کو اچھی طرح صاف کر دے تو وہ مجلّا ہو کر

۱۔ مئے لالہ فام: ص ک

www.maktabah.org

چمکنے لگتا ہے۔

بعینہٖ یہی کچھ آپ نے آئینہ اسلام کے ساتھ کیا اور یہی تجدید الف ثانی ہے....!! آپ وہ واحد مجدد ہیں (وہ بھی مجدد الف ثانی) کہ جس کے مجدد ہونے پر پورے عالم اسلام کو اتفاق ہے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہُ من یّشآء** (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے) یہاں تک کہ شدید ترین مخالف بھی آپ کو مجدد ہی کہتے ہیں۔ بے شک اللہ کی عطا کی ہوئی خلعت ہے...!!

آپ کی ایک مابہِ الا متیاز خصوصیت مُتقدمین کے لیے آپ کا بے پناہ ادب و احترام اوران کے اَقوال و افعال کی بہترین تشریح و توضیح، تاویل اور دفاع ہے یہ ان متأخرین کے لیے ایک تازیانۂ عبرت ہے جو غیر مسلک کے بزرگوں کی شان میں تنقیص کرتے ہیں۔ سلسلہ ہائے تصوف اصل میں طبائع کے رنگ (اَلوان) ہیں۔ ان ہی کی مناسبت سے ہر ایک کو اپنا حصہ جہاں مقرر ہے ملتا ہے یہی آپ کی تعلیم ہے۔

اِن عظیم الشان کارناموں کے علی الرغم آپ نے ایک گوشہ میں دنیا مافیہا سے لاتعلق رہ کر یا ارباب اِقتدار کے حضور بر بنائے مصلحت چُپ رہ کر زندگی بسر نہیں کی بلکہ ایک پر جوش مجاہد کی طرح افضل ترین جہاد **کلمة العدل عند سُلطان جائر** کیا اور یہ اُصول ہمیشہ کے لیے متعین ہو گیا کہ صاحب داعیہ کو رخصت نہیں عزیمت اختیار کرنی چاہیے۔

آپ کے تمام مداح یہاں تک کہ وہ بھی جنھوں نے آپ کی ذات گرامی پر تنقید کی کوشش کی ان سب کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ کی دو سب سے بڑی کرامات بہر حال ضرور موجود ہیں ایک مکتوبات شریفہ دوسری آپ کی اولاد ِ۔ الحمدللہ آج بھی آپ کی

www.mujaddidway.com

اولاد میں دُرِّ بے بہا موجود ہیں کہ ؎

جن کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

یا آپ کے عظیم سلسلہ سے وابستہ وہ افراد ہیں جو ملت اسلامیہ کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہیں اور علامہ اقبال کے اس شعر کے صحیح مصداق:۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

آپ کی تعلیمات خوشبو بن کر اُڑیں اور اطراف واکناف عالم کو مُعطّر کیا یہاں تک کہ ہر مُتَأَخّر (پیچھے آنے والے) سے آپ کی تعلیمات کی خوشبو آنے لگی۔ بعض نے کھل کر واشگاف انداز میں آپ کے الطاف واحسانات کا تذکرہ کیا بعض نے ذکر نہیں فرمایا: ژرف نگاہ علماء کو کماحقہٗ ضرور معلوم ہے کہ کس نے کہاں سے خوشہ چینی کی ہے۔ چاند کی روشنی سے ہر گھر میں اجالا ہوتا ہے پھر چاہے امیر کا محل ہو یا غریب کی کٹیا پھر وہ اپنے آپ کو کتنا مستغنی کیوں نہ سمجھے۔!!

ا۔ رودکوثر: شیخ محمد اکرام

دور حاضر میں صوفیہ کا کردار

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
صدر مرکز تحقیق فیصل آباد

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جو ہدایات، جو راہنمائی ہمیں نصیب ہوئی اس کی روشنی میں آج کے صوفیا کو کیا کرنا ہے؟ پہلی بات تو یہ یاد رکھئے کہ صوفی معاشرے سے اٹھتا ہے کسی معاشرے کا فرد ہوتا ہے اور معاشرے کی جو حیثیتیں ہوتی ہیں وہ صوفی کے اندر بھی موجود ہوتی ہیں صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ وہ دین کا نمائندہ بن کے آتا ہے وہ دین جو علم بھی ہے اور عمل بھی ہے ان دونوں کا اظہار اس کی شخصیت سے ہوتا ہے ۔مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ایک ایسے دور میں آئے جو کہنے کو تو مسلمان حکومت کا دور تھا، مغلیہ سلطنت تھی اور مغلیہ اپنے آپ کو احناف سے منسوب بھی کرتے تھے اور اولیائے کرام کے اکثر و بیشتر عقیدت مند بھی تھے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہوئی کہ دو بادشاہ آپ نے دیکھے اکبر اور جہانگیر کا دور دیکھا اور دونوں ہی آپ کے ساتھ معاندانہ رویّہ رکھتے رہے۔ وہ جو اجمیر شریف ننگے پاؤں جانے کے لیے تیار تھے وہ سرہند سے اٹھنے والے ولی کو کیوں نہیں مان رہے تھے یہ سوال ہمیشہ اٹھتا ہے بات اتنی ہے کہ بادشاہِ وقت عقیدت کا اظہار کرنے میں تو بہت تیز تھے۔ دعائیں وصول کرنے کی بھی خواہش رکھتے تھے لیکن انہیں انداز حکمرانی میں شریعت کا نفاذ قبول نہیں تھا اور مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اس پر اصرار کر رہے تھے۔

اس سے پہلی نصیحت ہمیں ملی کہ اگرچہ مملکت اسلامی ہو، مسلمان حکمران ہو،

نسل در نسل مسلمان ہو مگر ان کے سامنے بھی کلمۂ خیر کا طریقہ جو مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنایا وہ آج بھی اپنانا ہوگا۔ آج بھی وہی حالات ہیں۔ آج بھی مسلمان حکمران ہیں۔ آج بھی عقیدت مندی کی انتہاء ہے۔ آج بھی چادریں چڑھائی جا رہی ہیں اور پھول برسائے جا رہے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ شریعت کے بنیادی مسائل پر تساہل ہو رہا ہے، اس لیے آج کے صوفیہ کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہوئے ان مسائل کو سامنے لانا ہوگا جو مسائل دین کی اساس ہیں اگر یہ نہیں کریں گے تو ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا اعتراف نہیں کریں گے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے دور میں بھی ایسے صوفی تھے جن کے عقائد بگڑ گئے تھے ایسے بھی مکتبہ فکر تھے جو رسالت سے انکار کرنے لگ گئے تھے آپ اُس دور کے مختلف سلاسلِ اولیاء کی کتابیں پڑھیے میں پوری بصیرت سے کہنے لگا ہوں کہ اکثر کتابوں میں شروع سے آخر تک تصوف تو ہے پر رسالت نہیں ہے نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے۔ مجاہدے اور مراقبے اور مکاشفات کی دنیا آباد ہے تو سوچئے جو مکاشفہ رسالت سے فیض نہیں لیتا جو مراقبہ عملِ رسول ﷺ کی اقتداء میں نہیں چلتا اور جو الہام نبوی الہام کے سائے میں نہیں رہتا وہ مسلمانوں کو کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ساری محنت مقامِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے تھی کہ رسول اکرم ﷺ کا عمل معتبر ہے قول معتبر ہے آپ نے جو فرمایا وہی حق ہے اس کے سوا تصوف کوئی چیز نہیں۔ یہاں تک لکھ دیا کہ عید الفطر کے دن کچھ کھا کے عید گاہ کی طرف جانا سنت سے ثابت ہے اور جو اس لیے کرے کہ یہ سنت ہے وہ وہ ثواب پائے گا جو لگاتار دائمی روزے رکھنے سے بھی نہیں پائے گا یہ ہے وہ مقام جو آپ بتانا چاہتے تھے۔ ایک چیتل کا سنت نبوی ﷺ کی حیثیت سے خیرات کر دینا کہتے ہیں

www.mujaddidiway.com

پہاڑوں جتنا سونا دے کر خیرات کرنا جو اپنے نفس کی تسکین کے لیے ہے سے بہتر ہے یہ جو پیغام دے رہے تھے کہ رسالت معتبر ہے ہم سب اتباع رسالت میں ہیں۔ ہم شاخیں ہیں اُس اصل ثابت کی جو دین کی بنیاد ہے ہاں اگر اس کی یہی ثابت شاخیں ہیں تو تُوتی اُکُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ۱ تو پھر ہر وقت پھل نکلے گا۔ ہر وقت ان سے فیض جاری ہوگا یہ فیضان کا طریقہ نبی ﷺ سے کشید کرنا ہوگا اس دور میں آج بھی۔ آج کے دور میں منصب رسالت ﷺ کے بارے میں بہت کچھ ہو رہا ہے کیا ہمارا ردِ عمل مجدد دانہ ہے ہمیں یہ سوال اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے۔ اُس دور میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں بھی غلط فہمی ہوگئی تھی۔ صحابہ کرام کے عمل پر اتنی محبت کا سلوک نہیں ہو رہا تھا جو وہ تقاضا کرتا تھا۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے لگا تار عظمتِ صحابہ کا درس دیا، اس دور میں کہا جا رہا تھا... چھپے چھپے خفیہ طور پر آج بھی کہا جا رہا ہے۔ کہا جا رہا تھا کہ ولایت اتنی معتبر ہے اتنا بڑا مقام دیتی ہے کہ بات صحابہ سے بھی آگے نکل جاتی ہے یہ اس دور کی بات تھی۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس پر سخت تردید کی اور کہا کہ ایک چھوٹے سے چھوٹا صحابی جس نے رسول اللہ ﷺ کا چہرا دیکھا مجلس بھی نہیں دیکھی لیکن وہ در رسالت پہ آئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر صحابی بنے ہیں ان کا مقام ہر ولی سے بہتر ہے اور اس پر نام لیا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

۱۔ سورۂ ابراہیم: ۱۴: ۲۵

غور کیجئے وہ جنہیں صحابیت کا قرب حاصل ہے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ جن کی خوشخبری جن کے بارے میں محبت کی اطلاع خود رسول اکرم ﷺ دیتے ہیں اویس قرنی کوئی چھوٹا وجو نہیں ہے لیکن کہ رہے ہیں چھوٹے سے چھوٹے صحابی سے کم ہیں اس لیے کہ اس صحابی نے چہرہ رسالت دیکھا ہے یہ تھا مرکز ایمان جو سامنے لائے پھر آج بھی یہ تصور مکاشفات کو اوپر کہنا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بر ملا کہتے ہیں کوئی مکاشفہ حکم رسول سے آگے نہیں جا سکتا کہا وہ جو علمائے فقہ ہیں جو انہوں نے فتاویٰ جاری کیے پھر نام لیا امام محمد کا امام ابو یوسف کا اور امام ابو حنیفہ علیہم الرحمہ کا۔ یہ جو فتوے فرما گئے ہیں ہمارے لیے حجت ہیں، کوئی بڑا بھی ہو اس کا مکاشفہ حجت نہیں ہے یہ تھا جو اصلاح کا پہلو کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور یہ جملہ عجیب طرح سے محبت میں کہا کہ میرے دوست کل قیامت کو تجھ سے جو سوال ہو گا وہ شریعت پر عمل کرنے کا ہو گا تو یہ کسی مکاشفے پر عمل کرنے کا نہیں ہو گا تو یہ جو ایک سوچ دی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے یہ کتنی بھلی لگتی ہے ایک صوفی کے منہ سے، ایک ولی اللہ کے منہ سے کہ وہ اپنا مقام متعین کر رہے ہیں کوئی کہے کہ ہم پر حملہ کر دیا وہ کہتے تم میں سے پہلے میں ہوں اس تنقید کا حلف بردار ہوں اس لیے تمہیں سوچنا ہو گا یہ تھا جو سبق دیا تھا اور یہ تھا جو آج کے لیے ہمیں درس ملا ہے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے معاشرے کے ہر رُخ پر کام کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی بصیرت کا ثبوت دیا ہے کہ آنے والی نسلیں یاد کرتی رہیں گی۔ مسلمان حکومت تھی مخالف تھے آپ۔ جھکنا نہیں چاہتے تھے۔ شریعت کا کسی فتوے پر بادشاہ کی رضا مندی کی خاطر ترمیم نہیں چاہتے تھے اور کہتے بھی تھے کہ تصوف کا دعویٰ کرنے والو شریعت پر عمل کرو بادشاہ کی خوشنودی دیکھ کر ترمیم نہ کرو۔ یہ سبق دیا تھا کہ مجھے دیکھ لو، بلایا گیا تھا لیکن وہاں بھی میں مجدد بن کر رہا تھا درباری بن کر

www.maktabah.org

نہیں۔ میں ساتھ ساتھ رہا تھا لیکن اپنا مشن میں نے برقرار رکھا تھا۔ میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوا تھا یہ سبق دیا تھا لیکن ایک بات بڑی حکمت انگیز ہے اس کے باوجود بغاوت نہیں کی نہ اکبر کے خلاف نہ جہانگیر کے خلاف حالانکہ کہ خانِ خاناں ایک بار سوچنے لگے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ بہت اعتقاد رکھنے والے تھے کہ یہ حکومت بھی غیر اسلامی ہوگئی ہے اس کا رویہ ہی غلط ہے تو کیوں نہ اس کے خلاف بغاوت کردی جائے۔ ایک تصور آ گیا تھا بغاوت کا۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے خط لکھا اور انتباہ کیا خبردار! بغاوت نہیں کرنی ہے۔ حیرت کی بات ہے ان کے خلاف لکھ رہے ہیں مسلسل اور کہا مسلمان ہیں دعویٰ اسلام رکھتے ہیں ان کی اصلاح ہم پر فرض ہے بغاوت فرض نہیں ہے۔ کیوں! اور میں آج سمجھتا ہوں کیوں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سیاسی بصیرت بول رہی تھی کہ اگر یہ نام کے حکمران جو مسلمان نام کے ہیں یہ چلے جائیں گے تو غیر مسلموں کی حکومت آئے گی اور یہی ہوا مغلیہ دور گیا تو انگریز آئے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پہچان گئے تھے کہ مسلمان حکمران کیسا بھی ہو اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اسکا تختہ نہیں الٹ دینا چاہیے کیونکہ تمہیں خبر ہونی چاہیے پیچھے کیا ہے راجپوت پیچھے تھے یا انگریز پیچھے تھے یا راجپوت حکمرانی میں آتے یا انگریز آتے۔ آپ علیہ الرحمہ دونوں کا راستہ روک کر کھڑے ہیں اس لیے اصلاح کی طرف آنے کی کوشش کر رہے ہیں سختیاں بھی برداشت کر رہے ہیں لیکن اصلاح کر رہے ہیں اور دیکھئیے اس کے علاوہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی حکمت۔ مجاہدے تو وہ بھی کرتے ہیں، ذکر بھی کرتے ہیں، محبت کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں لوگوں کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں لیکن اتنا بلند مقام پانے کے باوجود شریعت کے سامنے عجز کا اظہار کرتے ہیں نہایت عجز کا

www.mujaddidway.com

ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ شیخ التفسیر بھی تھے شیخ الحدیث بھی تھے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کا وہ وجود ہے جو حدیث میں سند ہے اور پہلا محدث ہے برصغیر کا اور دنیا کو بہت علم دیا بہت اللہ نے ان پر کرم کیا ہے۔ انہوں نے ایک گفتگو پر ایک جگہ اعتراض کیا اور چالیس صفحے کا خط لکھ دیا اتنا لمبا خط لکھ دیا وہ بھی سمجھتے تھے عقیدت بھی رکھتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیعت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہے ان کے ہاتھ پر بیعت تھے ان کے مکتوبات ہیں اپنے شیخ کے نام پر لیکن شریعت کا مسئلہ آیا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ٹکرا گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جوابی خط بھی موجود ہے کہیں انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔ آج ایک فتوی منہ سے نکل جائے اور مخالفت ہو تو نئے گروہ تیار ہوتے ہیں نئی گروہ بندیاں ہو جایا کرتی ہیں ان گروپ بندی کرنے والوں کو سوچنا ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑے ہو سکتے تھے اور امت مسلمہ کو باندھ سکتے تھے لیکن انہوں نے ان کے اعتراضات کا جواب نہایت علم اور محبت کے ساتھ دیا اور اتنی وضاحت کی کہ حضرت شیخ کو کہنا پڑا کہ اے حضرت مجدد (علیہ الرحمہ) مجھ سے سمجھنے میں غلطی ہوگئی تھی آپ کی وضاحت میرے لیے قابل قبول ہے یہ تھا اسوہ دیا تھا آج کون ہے جو انا کا بُت توڑے گا۔ آج کون ہے جو اپنی زبان سے نکلے ہوئے لفظ کی مخالفت سن سکیں اہلسنت ہی ہیں ہر روز نئے فتنے نکل رہے ہیں۔ ہر روز نئی باتیں آرہی ہیں ایک کتاب اُدھر سے آتی ہے اور کتاب آنے سے دوسری کتاب وضاحت میں نہیں آتی ردّعمل میں آتی ہے اور اتنے شدید جملے کہے جاتے ہیں جیسے غیر سے کہے جارہے ہیں تو کیا ہم مجددی مسلک کو

www.mujaddidway.com

اختیار کریں گے کیا ہم اپنوں کو اپنا سمجھتے ہوئے گفتگو کریں گے یا دھتکار دیں گے یہ آج کے صوفیہ کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ہم کہتے تھے چھوٹی عمر میں سنتے تھے کہ علماء جھگڑتے ہیں صوفی پیار دیتے ہیں۔ صوفیہ کے ہاں تو پیار ہی پیار ہوتا ہے لیکن حیرت ہوئی دیکھ کر خانقاہ خانقاہ سے ٹکرا رہی ہے یہ کیا ہے یہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل ہو رہا ہے یہ ہمیں اپنے آپ سے سوال کرنا چاہئیے بات تو بہت تفصیل طلب ہے لمبا مقالہ ہے لیکن اب آخر میں ایک بات کہہ دوں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بتائی تھی کہ نجات کا ذریعہ صرف اور صرف اتباع رسالت ہے۔ سب کچھ ان کی اقتداء میں ہے اس پر عمل کیجئے۔ اپنا عمل بھی ایسا تھا شریعت کے مطابق اتنا بڑا مجدد اور فتویٰ پوچھتا ہے علمائے فقہ سے، کتاب نکال کر دیکھتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کیا ہے؟ امام محمد کا فتویٰ کیا ہے؟ آج تو کہا جاتا ہے علماء تو ایسے ہوتے ہیں صوفی بڑے ہوتے ہیں آج تو ولایت کا دعویٰ علماء کو دھکیلتا جا رہا ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتا دیا کہ میں کتنا بڑا صوفی کیوں نہ ہوں میں ائمہ فقہ کی اقتداء میں ہوں میں ان کا احترام کرتا ہوں کہ علم کو برتری حاصل ہے ہر عمل پر اور تصوف ایک عمل ہے جو علم کی اصلاح کے لیے ہے تو حیرت ہوتی ہے کوئی صوفی ہے؟ جو مقلد نہیں ہے کیا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حنفی نہیں ہیں؟ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جن کی کتاب کا پہلا باب ہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف سے بھرا ہوا ہے کون ہے؟ حضرت شیخ عبدا لقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الاولیاء ہو کر بھی امام احمد بن حنبل مسلک پر عمل پیرا ہیں ہر صوفی نے اپنے سر کا تاج ائمہ فقہ کو بنایا ہے۔ آج ہم انہی اماموں کو رد کر رہے ہیں۔ یعنی ہم علم کی سطوت کو گرانا چاہتے ہیں اور اپنے کاروبار کے لیے جہالت کو فروغ دینا چاہتے

ہیں یہ ہے جس کا توڑ کرنا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جس کے خلاف جہاد کرتے رہے لگا تار جہاد کرتے رہے ہیں اور لکھا دوستو! یاد رکھو کل قیامت کو جو سوال ہوں گے وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیے ہوئے فتوے، امام محمد کے فتوے اور امام یوسف کے فتووں پر جو شریعت کی توضیح ہے ان پر سوال ہوں گے۔ ابوالحسن نوری اور ابو بکر شبلی علیہما الرحمہ کے بارے میں سوال نہیں ہوں گے۔ دونوں بڑے صوفی ہیں جو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ممدوح ہیں۔ ان کے بارے میں سوال نہیں ہوں گے۔ سوال ہوگا تو شریعت پر عمل کیا یا کہ نہیں کیا؟ تو اس لیے آج سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ علمائے شریعت کی برتری تسلیم کی جائے۔ علماء کو مانا جائے۔ عمل کرنے والا کتنا بڑا کیوں نہ ہو کتنا بھی بڑا دعوے دار ہو اللہ کا کرم کتنا بڑا ہو جائے لیکن شریعت کی حدود سے نکل نہیں سکتا کیوں کہ کامیابی میرے رسول ﷺ کی اقتداء میں ہے ان کے پیچھے چلنے میں ہے اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت مطہرہ کی عظمت کے سب سے بڑے داعی ہیں۔ برصغیر میں بڑے سے بڑا صوفی بھی ان سے بڑھ کر شریعت کی اتباع کا دعویٰ نہیں کرتا۔ جتنا وہ شریعت کی اتباع کرتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں بتایا کہ دعویٰ نہیں کرتا عمل کرتا ہوں۔ بیمار ہو گئے حکیم نے کہا کچھ لونگ استعمال کیجئے مرید سے کہا لونگ لا دو۔ ہتھیلی پر رکھے تو آٹھ تھے آب دیدہ ہو گئے، رنجیدہ ہو گئے۔ لوگوں نے کہا حضور کیا ہوا فرمایا میرے رسول ﷺ کو طاق چیز پسند تھی اگر نو ہوتے تو زیادہ اچھا تھا کوئی فتویٰ نہیں اقتداء کی اس حد تک چلے گئے تھے کہ پیچھے چلنا ہے اس لیے کہتے تھے کہ کبھی کبھی میری رگِ فاروقی بھڑک اٹھتی ہے کیوں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل ان کے سامنے تھا کہ مدینہ کی گلی سے نبی کریم ﷺ گزر رہے تھے۔ صحابہ ساتھ

تھے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے اچانک ایک جگہ ٹھہر گئے اور قافلہ رسالت ﷺ صحابہ کی معیت میں آگے گزر گیا مڑ کر دیکھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے واپس آکر دیکھا کہا فاروق کہاں ہو تو پیچھے کھڑے تھے کہا آتے کیوں نہیں ہو کہا رسول اللہ ﷺ پریشانی ہوگئی ہے۔کہا نالی تھی۔آپ ﷺ نے نالی کو پار کیا ہے میں کوتاہی کر گیا ہوں۔دیکھا نہیں ہے کہ کونسا پاؤں آپ ﷺ نے پہلے اٹھایا ہے اس لیے کھڑا ہوں اس چال میں بھی آپ کی سنت سے آپ ﷺ کے عمل سے انحراف نہ ہو جائے۔یہی تصوف ہے جس کا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے ہیں آیئے اپنی انا کے بتوں کو توڑیں اپنی گروہ کی حفاظت کو چھوڑیں۔اپنی مسندوں کے تمکن کو چھوڑیں اور شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کے لیے اپنی گدی کو مرکز بنائیں۔یہ گدیاں اس لیے نہیں ہیں یہ ہمارے مرکز نہیں ہیں یہ نشان منزل ہیں جو مدینہ منورہ دکھاتے ہیں جس گدی سے مدینہ نظر نہیں آتا وہ گدی ہمارے لیے قابل قبول نہیں یہ تو نشان منزل ہے مرکز وہ ہے جو مدینہ منورہ ہے۔اس مرکز سے وہ نظر نہیں آئے تو یوں سمجھ لیجئے کہ بات اپنی ذات کے فائدے کے لیے ہے۔یہ نشان ہے میرے دوستو جو ہمیں راہ بتاتے ہیں یہ راہنما ہیں جو ہاتھ پکڑ کر مدینہ لے جاتے ہیں۔ان ہاتھوں کی قدر کیجئے۔مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سب کو ادھر کا رُخ دکھا رہے ہیں کہ وہی ہے مرکز وہی ہے نجات اور وہی ہے کامیابی کا ذریعہ۔آیئے آج بھی اُسی پر عمل کریں۔بہت بہت شکریہ

www.mujaddidway.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات امام ربّانی کی روشنی میں اور نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ

مفسر قرآن پروفیسر قاری مشتاق احمد

علمائے طریقت اور مشائخ تصوف کے عظیم سرداروں میں ایک انتہائی اہم اور مقبول نام اور عبقری شخصیت عارف کامل شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو بیک وقت ایک جید عالم، مفسر قرآن، شارح، نامور صاحب التصانیف اور معروف مقبولان بارگاہِ رب العزت سے تھے۔ آپ سرزمین ہسپانیہ کے مشہور شہر اندلس کے باسی تھے ان کے والد بزرگوار شیخ علی بن محمد عربی رحمۃ اللہ علیہ خوشحال اور متمول شخص تھے مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوکر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا ہم نے تجھے اپنی صلب سے ایک فرزند بخشا اس کا نام محی الدین رکھنا کہ مقبول بارگاہ اور قطب وقت ہوگا۔ آپ کی ولادت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی کرامت ہے۔ آپ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں پیدا ہوئے اور ۶۳۸ھ میں وصال فرمایا آپ نے جو یادگار تصانیف چھوڑی ہیں وہ سب عربی زبان میں لکھی گئیں۔ ان پر فیوضات غوث الثقلین کی گہری چھاپ ہے اور اسلوب میں گہرا تتبع اور روانئر کے ساتھ پر مغز اشعار کی رعنائی ہے۔ بیان میں زور اور استدلال میں قوت ہے جو ژرف نگاہی اور عمیق نظری کا ثبوت ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میری رائے کیسی ہے مگر شیخ سلسلہ قادریہ ہی کی ایک عظیم کڑی ہیں اور طریقت وتصوف کے حوالے

www.maktabah.org

سے ان کی ایک مجتہدانہ شان ہے۔ متاخرین مشائخ کبار علی الخصوص سلاسل عالیہ قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے بزرگوں میں ان کی مقبولیت اس کی روشن دلیل ہے بلکہ ان کے اکابر شیخ کی کتابوں کے مطالعہ کی نصیحت فرماتے تھے اور ان کی مقتدر خانقاہوں میں یہ کتب شامل نصاب رہیں۔

شیخ اکبر کی کتابوں میں (۱) فتوحات مکیہ (۲) فصوص الحکم (۳) مواقع النجوم (۴) نقش النصوص نے بہت شہرت پائی ان کے علاوہ اور بھی تصانیف یا مخطوطات کا تذکرہ ملتا ہے مگر غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے دستیاب نہیں۔ ان چہار مذکورہ کتب میں سے فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو بہت مقبولیت رہی اور ہے۔ مواقع النجوم اور نقش النصوص دونوں کتابوں کا بنیادی اور مجموعی موضوع بھی تصوف ہی ہے اور یہ کتب مصر اور دیگر ممالک میں طبع ہوئیں۔ شرحیں لکھیں گئیں جن میں سے نقش النصوص کی معروف عربی ''شرح نقش النصوص'' ہے جو ملّا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے لیکن جو شہرت و مقبولیت فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو حاصل ہوئی وہ انہی دونوں کتابوں کا امتیازی نشان ہے، فتوحات مکیہ اولین تصنیف ہے اور ضخیم کتاب ہے جس میں تصوف کے جملہ مباحث پر مفصل اور مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ تفصیل کے حوالے سے اسے فصوص الحکم پر ترجیح حاصل ہے جبکہ فصوص الحکم ۲۷ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کو ''فص'' کہا گیا ہے جس کی ابتدا آدم علیہ السلام کے ذکر سے ہوئی ہے۔ دونوں کتابوں کا موضوع تصوف اور اس سے متعلق مباحث ہیں۔ شیخ اکبر کا اسلوب سمجھنا آسان نہیں اور ان کتب سے وہی استفادہ کرسکتا ہے جو عالم باعمل ہو علوم شریعت اور اصول طریقت پر گہری نظر رکھتا ہو ان دونوں کتابوں میں جس نظریہ کا مجموعی رنگ غالب اور چھاپ گہری ہے وہ ''وحدت

www.maktabah.org

الوجود'' ہے اور اس سے متعلق تصریحات وتشریحات ہیں جن کا مطالعہ کرتے وقت شیخ اکبر کبھی عارف کے رنگ میں اور کبھی عالم کے آہنگ میں، کبھی فلسفی موشگافیوں کے لباس میں اور کبھی ایک عظیم صاحب کشف کی صورت میں نظر آتے ہیں اور ان کی عبقری شخصیت استدلال کی قوت سے غالب دکھائی دیتی ہے اور قارئین مغلوبیت کے دائرے میں گھرے نظر آتے ہیں اور اثر آفرینی کا سحر نمایاں ہے۔ جس نے مقبولانِ بارگاہ، عارفان کامل، جید علماء وصلحاء کو ان کا فریفتہ بنا رکھا ہے اور ان کی اکثریت اس نظریہ وحدت الوجود کی نہ صرف ارادت مندی سے قائل اور گھائل ہے بلکہ اس کی مبلغ ہے جن میں شیخ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں، اولین شارح ہونے کا شرف وامتیاز حاصل ہے۔

مجھے مکتوباتِ مجددِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر کرنا ہے تو اس لئے میں نے ان کے اجمالی تذکرہ پر اکتفا کیا ہے جہاں تک مکتوبات امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کی کل تعداد ۵۳۶ ہے اور یہ سب فارسی زبان میں لکھے گئے اور یہ تین جلدوں پر مشتمل ہیں۔ دفتر اوّل خواجہ یار محمد بدخشی رحمۃ اللہ علیہ، دفتر دوم خواجہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ اور دفتر سوم میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جو ایک عظیم عالم ربّانی، بلند پایا عارف، محقق اکمل، پابند شرع، شیخ کامل اور عہد ساز شخصیت تھے جنہوں نے برصغیر پاک وہند ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں اپنی عظمتوں کا لوہا منوایا اور ان کے عہد کے لوگوں نے انہیں امام ربّانی، قیوم زمانی اور مجدد الف ثانی تسلیم کیا۔ انہوں نے ان مکتوبات میں خالص اسلامی تصوف کی حقیقت وماہیت، اس کے رموز ومعارف، فوائد وثمرات پر جامع گفتگو فرمائی

www.maktabah.org

ہے اور فقر وسلوک سے متعلق ہر قسم کے شکوک وشبہات کا نہ صرف مئوثر اور مدلل ازالہ کیا ہے بلکہ غلط وصحیح، باطل وحق میں واضح امتیاز کر دیا ہے جو اسیران ضلالت، گرفتاران اوہام وتشکیک اور مفروران راہ شریعت کے لیے نسخۂ شفاء اور منشور ہدایت ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ''نظریہ وحدت الشہود'' کی مضبوط ومبسوط دلائل کے ساتھ ترجمانی کی ہے اور ''نظریہ وحدت الشہود'' کے نہ صرف آپ داعی ہیں بلکہ یہ نظریہ آپ کی عبقری شخصیت کا ایک تعارفی اور امتیازی نشان بن گیا ہے۔

مکتوبات میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے کسی جگہ شیخ کا نام لے کر ان کا قول نقل کیا گیا ہے اور کسی جگہ صاحب فصوص کہہ کر ان کی تحریر پر تبصرہ کیا ہے اور یونہی فتوحات مکیہ کا ذکر بھی کرتے ہیں اور دونوں کتابوں کا حوالہ بھی دیتے ہیں جن مکتوبات میں شیخ کا نام لیا ہے یا انکی کتب کا ذکر کیا ہے یا ان کی تحریر وقول پر تبصرہ یا محاکمہ ہے وہ مکتوبات درج ذیل ہیں:

(i)۔دفتر اوّل

حصہ اول: مکتوب نمبر ۱۱ ، ۳۱

حصہ دوم: مکتوب نمبر ۴۳، ۱۰۰

حصہ سوم: مکتوب ۱۰۱، ۲۰۰، ۲۲۰

حصہ چہارم: مکتوبات نمبر ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۵۶، ۲۶۱، ۲۶۶

حصہ پنجم: مکتوبات نمبر ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۹۰، ۳۱۰

(ii) دفتر دوم:

حصہ اوّل: مکتوبات نمبر ۱، ۴۴

www.mujaddidway.com

حصہ دوم: مکتوبات نمبر ۵۸، ۹۲

(iii) دفتر سوم: (حصہ اوّل)

حصہ ہشتم: مکتوبات نمبر ۵۸، ٦۷، ۷۱، ۷۲، ۷۴، ۷۵

ایضاً (حصہ دوم)

مکتوبات نمبر ۷٦، ۷۹، ۸۰، ۸۹، ۱۰۰، ۱۱۳، ۱۲۲

ان مکتوبات میں سے بعض بہت مفصل ہیں جیسے دفتر دوم سے مکتوب اول اور دفتر سوم سے مکتوب نمبر ۷۲ اور مکتوب نمبر ۱۰۰۔ ان کے علاوہ کثیر مکتوبات بالخصوص دفتر سوم کے مکتوب میں وحدت الوجود کے حوالے سے متعلق بہت سے امور پر دقیق مباحث ہیں ان مکتوبات میں توحید وجودی کے قائلین کو مخاطب کر کے اپنے موقف کی صراحت کی گئی ہے اور جہاں کوتاہ بینی کا انکشاف ہوا ہے یا کشف میں خطا پر حمل ہوا ہے اُسے دلائل سے واضح کیا گیا ہے اور معتدل اور مؤثر اصلاح کی گئی ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نظریہ وحدت الشہود کے زبردست داعی ہیں اور اس کی برتری اور حقانیت پر دلائل قاہرہ سے گفتگو فرماتے ہیں۔ لاریب وہ خود بھی ایک عظیم عارف اور سلامتی کشف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ وہ ابتداءً نظریہ وحدت الوجود کے خود بھی قائل تھے اور اس سے متاثر بھی تھے:

شیخ صوفی کے نام لکھتے ہیں:

www.maktabah.org

مخدوم ومکرم!

کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے مشرب جیسا تھا فقیر کے والد صاحب قدس سرہٗ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے اور باطن کی پوری نگہداشت کے باوصف جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے، فقیہہ کا بیٹا بھی آدھا فقیہہ کے مقولہ کے مطابق فقیر بھی اس مشرب سے ازروئے علم حظِّ وافر اور لذت ذوق عظیم رکھتا تھا''۔[۱]

لیکن اس لذت وذوق عظیم اور حظِّ وافر کے باوجود ان کے مکاشفات میں ترقی اور صحت وسلامتی کیسے ہوئی اس کا ذکر بھی فرماتے ہیں:

اللہ کریم نے اپنے فضل وکرم سے ارشاد پناہ، حقائق ومعارف آگاہ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ ومولیٰ اور قبلہ خواجہ محمد الباقی باللہ قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ کی خدمت میں پہنچادیا آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اول، مکتوب:۳۱

www.maktabah.org

فقیر کے احوال پر بلیغ توجہ فرمائی اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے کے بعد جلد ہی توحید وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہوگیا اور اس مقام سے متعلق علوم و معارف بکثرت ظاہر فرمائے گئے اور اس مرتبہ کے لطائف میں سے کوئی لطیفہ (باریکی یا سر) کم ہی ہوگا جو منکشف نہ فرمایا گیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے دقائق معرفت مکمل طور پر ظاہر اور واضح فرمائے گئے اور تجلیٔ ذاتی جسے صاحب فصوص (فصوص الحکم) نے بیان فرمایا اور اسی کو عروج کی نہایت قرار دیا ہے اور تجلی کی شان میں فرماتے ہیں:

وَمَا بَعۡدَ هٰذَا اِلَّا الۡعَدَمُ الۡمَحۡض اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا گیا اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ ابن عربی نے خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص جانا وہ بالتفصیل معلوم ہوئے اور غلبہ حال اور وقتی سکر اس توحید وجودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض خطوط ہیں یہ دو شعر جو سراسر سکر ہیں تحریر کر ڈالے:

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است
کفر و ایمان زلف و روی آن پری زیبائی است

www.maktabah.org

ملت ما کافری وملتِ ترسائی است

کفر وایمان ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

''ہائے افسوس یہ شریعت نہ دیکھنے والوں کی شریعت ہے کفر و ایمان اس خوبصورت پری کی زلفیں اور شکل ہے، ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے ایمان اور کفر دونوں ہمارے راستے میں یکساں ہیں''

یہ حال مدت دراز تک رہا اچانک حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت بے نہایت پردۂ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چون وبے چگون کی روپوشی کے حجاب کو مرتفع کر دیا (اٹھا دیا) پہلے جو علوم اتحاد ووحدت کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے اور احاطہ اور قلب مومن میں ذاتِ حق کا سما جانا اور قرب ومعیت ذاتی یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے غائب ہو گئے اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم سبحانہٗ تعالیٰ کے لئے عالم کے ساتھ مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں ذات حق کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سعیھم کے نزدیک قرار پا چکا (یعنی اللہ اپنے علم وقدرت سے ہر شی کو محیط ہے) اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں اور خدا خدا ہے اور عالَمْ عالَمْ ہے

www.maktabah.org

اللہ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال
کے داغ سے داغدار ہے۔ بے مثل و بے کیف ذات کو ذی مثل و
ذی کیف کا عین نہیں کہا جاسکتا۔ واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں
کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہوسکتا، ممتنع العدم
ذات جائز العدم کا عین نہیں ہوسکتی، انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً
محال اور ایک کو دوسرے پر محمول کرنا بالکلیہ ممتنع ہے

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ دبستان طریقت کے آفتاب و ماہتاب ہیں گو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے حوالے سے شیخ اکبر کے ناقد ہیں اور ان کے مقابل نظریۂ وحدت الشہود کے پرزور مبلغ ہیں لیکن وہ حضرت شیخ اکبر کے علم و فضل کے معترف ہیں ان کے مکاشفات پر تنقید کے ساتھ بعض امور میں تعریف و تصویب بھی فرماتے ہیں لیکن ان کے عارف کامل اور مقبول بارگاہ رب العزت ہونے کے برملا قائل ہیں اور ان کا باہمی اختلاف مجتہدین شریعت کا سا ہے اپنے پیرزادوں خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب میں جو خاصا مفصل ہے ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
مقبولوں میں نظر آتا ہے اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق

ا۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ۳۱

کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں شاید خطاء کشفی
کے باعث اسے معذور رکھا گیا ہے اور خطاء اجتہادی کیطرح
ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق
میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولانِ بارگاہِ رب
العزت سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا پر محمول کرتا
ہے اور مضر دیکھتا ہے اس گروہ میں بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت
بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض
لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب
(درست) جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل وشواہد کے
ساتھ ثابت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں
فریقوں نے افراط وتفریط کا راستہ اختیار کیا ہے اور یہ راہ اعتدال
سے دور ہے شیخ جو مقبول اولیاء میں سے ہیں خطائے کشفی کے
باعث کس طرح رد کیا جائے اور اس کے علوم کو جو صواب سے
دور اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول
کیے جائیں **فالحق هو التوسط الذی وفقنی الله
سبحانه بمنه وكرمه** پس حق یہی درمیانی راستہ ہے جس کی
توفیق مجھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بخشی ہے ہاں مسئلہ
وحدت الوجود میں اس گروہ میں سے ایک جم غفیر شیخ کے ساتھ

شریک ہے اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں طرز خاص رکھتا ہے لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر حق کے مخالف ہے لیکن توجہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے''۔[۱]

قاضی اسماعیل فرید آبادی کی طرف تحریر فرماتے ہیں:

پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت ''ہمہ اوست'' (وحدت الوجود) اگرچہ قدمائے صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسراہم میں متعارف نہیں رہی ہے لیکن کلمات **انا الحق** اور **سبحانی** اور **لیس فی جبّتی سوا اللہ** اور ان جیسے کلمات بھی بہت تھے کہ ان عبارات کا اور اس کا حاصل ایک ہے مثل مشہور ہے کہ ''جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ اور کیا سو نیزہ'' متاخرین صوفیہ میں یہ عبارت عام رائج ہے اور بے تکلف ہمہ اوست کہتے ہیں اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں .... عجیب معاملہ ہے کہ متقدمین صوفیہ میں سے اکثر اس توحید آمیز عبارت کا معنی حلول واتحاد سمجھتے ہیں اور ان عبارت کے قائلین کو کافر و گمراہ کہتے ہیں .... شاید کہ یہ مسئلہ توحید متقدمین صوفیہ میں اچھی طرح ملخص ہو کر تحریر نہ ہوا تھا جو بھی ان سے مغلوب الحال ہو جاتا تو توحید نما کلمہ اس سے ظاہر

[۱] مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب:۲۶۶

www.maktabah.org

ہو جاتا اور غلبہ سکر کی وجہ سے اس کے راز کو نہ پاتا اور ان عبارات کے ظاہر کو حلول واتحاد کے شبہ سے نہ پھیرتا۔

پھر جب شیخ بزرگوار محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ تک نوبت پہنچی تو انہوں نے کمال معرفت سے اس دقیق مسئلہ کی تشریح کی اور واضح کیا اس میں باب اور فصلیں قائم کیں اور صرف ونحو کی طرح اس کو مدوّن کیا اور اس کے باوجود اس جماعت میں سے بعض نے اس کی مراد نہ سمجھی اور غلطیاں پکڑنے ،طعن و ملامت کی بوچھاڑ کرنے لگے ۔اور اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہے اور اس پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں۔ شیخ کے علم کی بزرگی اور زیادتی کو اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنا چاہیے نہ کہ اس پر رد اور طعنہ زنی کرنا چاہیے۔[1]

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کے نام لکھتے ہیں:

''صاحب فتوحات مکیہ نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ عالم عین واحد میں اعراض مُجتَمِعَہ کا نام ہے یعنی صاحب اعراض کا قیام ایک ذات سے ہے لیکن شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے

اس جگہ دو نکات میں فروگذاشت کی ہے ایک یہ کہ کامل ترین عارف کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا

۱۔ مکتوبات امام ربّانی: دفتر سوم، مکتوب: ۷۹

اور دوسرا یہ کہ قیام ذات احد سے رکھا ہے۔ حالانکہ اس کا قیام اپنے اصل سے ہے جو کہ اسماء وصفات ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اگرچہ اسماء وصفات کا قیام ذات سے ہوتا ہے کیونکہ حضرت ذات کو عالم سے ذاتی بے نیازی حاصل ہے عالم کا قیام اس بلند مرتبہ سے کیونکر ہوسکتا ہے اور عالم کی کیا حقیقت ہے کہ اس بلند درجہ کے ساتھ قیام کی ہوس کرے''

اسی مکتوب میں رقم طراز ہیں:

کیا کیا جائے کہ اس میدان میں شیخ محی الدین قدس سرہٗ سے کبھی شدید اصولی اختلاف اور کبھی صلح اور موافقت ہے کیونکہ وہی ہے جس نے معرفت اور عرفان کی باتوں کی بنیاد رکھی اور ان کو شرح وبسط دیا اور وہی ہے جس نے توحید واتحاد کے متعلق تفصیل سے بات کی ہے اور تکثر وتعدد کا منشا بیان کیا ہے اور وہی ہے جس نے وجود کو کلی طور پر خدا تعالیٰ کے لئے مقرر کہا ہے اور عالم کو موہوم و متخیّل بتایا ہے اور وہی ہے جس نے وجود کے لیے تنزلات ثابت کیے ہیں اور ہر ایک کے احکام کو الگ کیا ہے اور وہی ہے جس نے عالم کو عین حق سمجھا ہے اور ہمہ اوست کہا اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے مرتبہ کو عالم سے علحدہ پایا ہے اور اپنی تحقیق میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو مُنزّہ اور مبرّا

www.maktabah.org

جاتا ہے۔ وہ مشائخ جو شیخ سے پہلے گزرے اگر اس حوالے سے انہوں نے کوئی بات کی تو شرح و تفصیل میں پڑنے کی بجائے اشارات سے کہی اور جو شیخ کے بعد اس گروہ میں وارد ہیں تو ان میں سے اکثر شیخ کے مقلّد اور اس کی مصطلحات سے موافق بات کرتے رہے۔ ہم عاجز لوگوں نے بھی اس بزرگوار (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) کی برکات سے بہت سے استفاضے کیے ہیں اور اس کے علوم و معارف سے بہت کچھ اخذ کیا ہے اللہ تعالیٰ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے اچھی جزا دے'' ۱

مذکورہ مکاتیب سے بخوبی واضح ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو علم طریقت، مصطلحات تصوف، تحقیقات و اشارات میں گروہ صوفیا میں نہ صرف ممتاز جانتے ہیں بلکہ اس فن کا بانی سمجھتے ہیں ان سے استفادہ کا برملا اعتراف کرتے ہیں ان کی مقبولیت بارگاہ اور عظمت عرفان کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ معتقد بھی ہیں۔ اب رہا وہ نزاع اور اختلاف جو دونوں بزرگوں کے درمیان ہے وہ عبارات حال کی تشریحات پر ہے مکاشفات کی تعبیرات میں ہے کہ کونسی بات راہ صواب سے دور ہے یا شیخ پر مقامات حال کا غلوّ محبت اور وقت سُکر میں مرتبہ ترقی پر ٹھہر جانے کی ہے اور اس سے بلند تر مقام سے نارسائی ہے اور اس مرتبہ پر جو کچھ شیخ نے کہا یا جو تحقیق بیان کی وہ

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۷

www.mujaddidway.com

شریعت سے کس طرح متصادم ہے اور مکشوفات کے اظہار میں جو خطاء اجتہادی واقع ہوئی ہے اس کی مدلل اور شریعت کے مطابق اصلاح اور تصویب ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا ہے **فوق کل ذی علم علیم** ''ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ عالم ہیں عارف ہیں صاحب کشف ہیں بلند مرتبہ صاحب حال مقبول بارگاہ ہیں لیکن جس طرح حضرت الامام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مجتہد عظیم اور فقہ کے بانی مبانی ہیں اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی عظیم مجتہد اور فقیہہ ہیں ان دونوں بزرگوں کی فکر و سوچ، تحقیق و دریافت کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے اور ان کی نیّتیں اخلاص وللّٰہیت سے معمور ہیں لیکن اختلاف کئی امور میں واضح اور روشن ہے دونوں حق پر ہیں تو پھر ایسا کیوں ہے تو یہ اس لئے کہ مجتہد اگر اپنی تحقیق و فیصلہ میں حق وصواب پر ہے اس کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے اور جس کی تحقیق، فیصلہ حق وصواب سے ترجیحاً دور ہے اس کے لیے اکہرا اجر ہے جب کہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے ایک کو مجتہد مصیب جبکہ دوسرے کو مجتہد مخطی کہا جاتا ہے۔ دونوں بزرگوں کا اختلاف انکی عظمت و بزرگی اور شان امامت اور اطاعت حق کے ہرگز مخالف نہیں اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وداود و سلیمن اذ یحکمن فی الحرث اذ نفشت فیه
غنم القوم و کنا لحکمهم شهدین • ففهّمنٰها سلیمن
و کلا اتینا حکما و علما [1]

۱۔ الانبیاء،۲۱: ۷۸۔۷۹

www.mujaddidway.com

''اور یاد کرو داود اور سلیمان کو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے
جب رات کو اس میں کچھ لوگ کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے
حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور
دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔''

ایک شخص کی بکریاں دوسرے شخص کے کھیت کو کھا گئیں جبکہ بکریوں کا چرواہا ساتھ نہ تھا یہ مقدمہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا آپ نے تجویز کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دیدی جائیں کہ کھیتی کا نقصان اور بکریوں کی قیمت برابر تھی حضرت سلیمان علیہ السلام جو اس وقت گیارہ برس کے تھے اس قضیہ کے بارے میں کہا کہ فریقین کے لئے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہوسکتی ہے تو آپ نے حضرت والد کے لزوم پر تجویز کیا کہ بکریوں والا کھیتی کاشت کرے اور جب تک کھیتی پرانی حالت پر پہنچے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ سے نفع اٹھائے اور جب کھیتی پرانی حالت پر پہنچے اس وقت کھیتی والا بکریاں واپس کر کے کھیتی لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تجویز بہت پسند فرمائی اگرچہ اس معاملے میں دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کیمطابق تھے مگر ہماری شریعت میں چرواہے کی عدم موجودگی میں اگر ایسا ہوا تو ضمان نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں اس قضیہ میں دونوں فیصلہ کرنے والے نبی اور معصوم ہیں لیکن فیصلہ کی برتری حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں ہے جبکہ دونوں بزرگوں کی عظمت وشان پر کوئی اثر نہیں اور یہاں ففھّمنٰھا کا لفظ قابل غور ہے اللہ نے فہم کو خود سے منسوب کیا ہے جس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ فہم کی برتری فضیلت اور انعام خصوصی ہے اور یہ فضل و انعام جب انبیاء میں ایک دوسرے پر برتری اور فضیلت کو ثابت کرتا ہے تو اہل عرفان

اوراصحاب کشف میں ایسا کیوں ممکن نہیں جبکہ یہاں کوئی بھی معصوم نہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بزرگ خطرات سے بلند حفاظت الٰہی میں ہیں لیکن فہم و رسائی اور عروج مقامات اور حقائق مکشوفات میں ایک دوسرے پر فضیلت ایک عطیہ ربّانی خصوصی فضل الٰہی ہے **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** یہ فضل وشرف ہر کسی کے لیے نہیں مگر اخص الخواص کیلئے ہے تو مجھے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لاریب عظیم المرتبت ہیں لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور وہ خطا و صواب میں خوب امتیاز رکھتے ہیں اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب وسنت پر بہت گہری نظر ہے اور وہ شریعت کی پیروی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں ان کی شریعت طریقت ہے اور طریقت شریعت ہے اور یہی حقیقت ہے ۔ وہ عقائد اہل سنت و جماعت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے اور اگر کوئی بات طریقت کے حوالے سے عقائد اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے کے خلاف دیکھتے ہیں یا شریعت کے مسلمہ عقائد سے متصادم دیکھتے ہیں تو اس کی پُر زور مذمت کرتے ہیں اور حق کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں اور جو غلط ہے اس کو دلائل قاہرہ سے ثابت کرتے ہیں اور کبھی جب رگِ فاروقی جوش میں آجاتی ہے تو ان اقوال یا کتب کی جن میں ایسی کوئی قابل گرفت بات ہوتی ہے بھرپور تردید کرتے ہیں اور کتاب وسنت کی پیروی کی عظمت وفضیلت اور اس کی حجیت و اکملیت کی پرزور دعوت دیتے ہیں اور اس کی اطاعت و پیروی کو نجات جانتے ہیں اور اس کے مخالف امور کو ہلاکت سے تعبیر کرتے ہیں اور جاہل پیروں اور خام صوفیہ کے اقوال اور ان کی خلاف شرع عبارات کے ابطال میں حمایتِ شریعت اور احقاقِ حق کا جلال نمایاں نظر آتا ہے جو ان کے عرفان عظیم اور حق وثواب تک فکری رسائی کا ترجمان ہے:

www.mujaddidway.com

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھتے ہیں:

''ان بزرگوں نے احوال ومواجید کو احکام شرع کے تابع کیا ہے اور اذ واق ومعارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصور کیا ہے شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے اخروٹ اور انگوروں کے بدلے نہیں لیتے اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے نہ مغرور ہوتے ہیں نہ فتنہ میں پڑتے۔ نصوص شرعیہ کے مقابل میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت پائیدار ہے وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے ان بزرگوں کو دائمی طور پر نصیب ہے وہ حضور جو وقتی ہو کر باقی نہ رہے ان کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے'' [1]

مُلّا حسن کشمیری کے نام تحریر فرمایا:

''آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے

ا۔ مکتوبات امام ربّانی: دفتر اول، مکتوب: ۱۳۱

www.maktabah.org

کی تاب نہیں رکھتا میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آتی ہے اور اس طرح کی باتوں کی تاویل و توجیہہ کی فرصت نہیں دیتی چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی (ابن عربی) محمد عربی علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی اور صدرالدین قونوی یا عبدالرزاق کاشی کا کلام۔ ہمیں نص سے کام ہے فص کے ساتھ نہیں۔ فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔[1]

شیخ عبدالجلیل تھانیسری کے نام لکھا:

''وجد و حال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ کیفیات سوائے خرابی کے کچھ نہیں بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم سے غلبۂ حال میں اور سُکر کے وقت اہل حق کی درست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معذور ہیں امید ہے کہ کل قیامت کے روز اس بنا پر ان کا مواخذہ نہیں ہوگا یہ لوگ خطا کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں

۱۔ مکتوبات امام ربّانی: دفتر اوّل، مکتوب: ۱۰۰

www.maktabah.org

جسے خطا کی صورت میں اکہرا ثواب ملتا ہے حق علماء اہل سنت شکر
اللہ سعیھم کی جانب ہے کیونکہ علماء کے علوم سُنّیہ سینۂ نبوت
سے ماخوذ ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہو چکی ہے اور صوفیہ کے
ان معارف (متنازعہ) کا مقتدا کشف والہام ہے جس میں خطا
کی گنجائش ہے کشف والہام کی صحت و درستگی کی علماء اہل سنت
کے علوم کے ساتھ مکمل مطابقت ہے اگر کشف والہام میں بال
برابر بھی مخالفت ہے تو درستی وثواب سے خارج ہے یہی صحیح علم اور
صریح حق ہے اس کے سوا ضلالت وگمراہی ہے''

ملاّ ایوب محتسب کی جانب رقمطراز ہیں:

''مشائخ نقشبندیہ نے احوال ومواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا
ہے اور ذوق ومعارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہیں احکام شرعیہ
کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح اخروٹ اور کشمش کے بدلے
ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور ومفتون
نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی خواہش نہیں کرتے اور
فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے
یہی وجہ ہے کہ ان کا حال باقی اور وقت دائمی ہے''

ا۔مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب:١١٢ ا۔مکتوبات امام ربّانی: دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب:٢٤٣

www.maktabah.org

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پیرزادوں خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرماتے ہیں:

حضرت امام ہُمام ضیاء الدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی ''ملتقط'' میں مذکور ہے صوفیہ کا عمل حل وحرمت میں سند نہیں صرف یہی کافی نہیں کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیں یہاں تو امام ابو حنیفہ، امام یوسف اور امام محمد (رحمہم اللہ اجمعین) کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔ اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود ورقص کو اپنا دین وملت بنالیا ہے اور اسی کو طاعت وعبادت سمجھ لیا ہے'' [1]

شیخ نظام تھانیسری کے نام تحریر فرمایا:

''علوم لدنیہ کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت وموافقت رکھتے ہوں اس سے بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سُکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے کہا ہے اس کا ماسوا یا تو الحاد وزندقہ ہے یا پھر

---

[1] مکتوبات امام ربّانی: دفتر اول، مکتوب: ٢٦٦

سُکرِ وقت اور غلبۂ حال ہے''

مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھتے ہیں:

''احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب وسنت ہے اور مجتہدین کا قیاس اور اجماع امت بھی احکام کا مثبِّت (ثابت کرنے والا) ہے ان چاروں دلائل شرعیہ کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبِّت (ثابت کرنے والی) نہیں ہوسکتی الہام حلت وحرمت کا مثبت نہیں اور اہل باطن کا کشف فرض وسنت کا اثبات نہیں کرسکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں اور کشف والہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور شبلی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید، عمر، بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں برابر ہیں۔''

ملّا حاجی محمد لاہوری کے نام لکھا:

شریعت کے تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص جب تک تینوں جزو نہ

ا۔مکتوبات امام ربّانی: دفتر اول، مکتوب:٣٠ ٢۔مکتوبات امام ربّانی: دفتر دوم، مکتوب:٥٥

www.mujaddidway.com

پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہوتی جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا جو تمام دنیوی واخروی سعادتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے وہ بھی متحقق ہوگی ''ورضوان من اللہ اکبر'' اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے اس لیے شریعت تمام دنیوی واخروی سعادتوں کی کفیل وضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔ طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کے راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے ان تمام سے گذر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں اس لیے وہم وخیال کے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں''۔[1]

١۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ٣٦

خان خانان کے نام لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے اقوال میں بھی افعال میں بھی اور احوال فرع میں بھی کیونکہ نجات پانے والا فرقہ بھی یہی ہے'' ۱؎

جباری خان کے نام لکھا:

''اس نعمت عظمیٰ تک وصول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے بندہ جب اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کردے اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے اس دولت و نعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگر بال برابر بھی احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہے آخرا سے رسوا کریں گے۔'' ۲؎

مکتوبات میں جس موضوع پر دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف ہے وہ نظریات وحدت الوجود اور اس سے متعلق بعض امور ہیں اس کے علاوہ بھی بعض عبارات واقوال پر واضح دلائل کے ساتھ بحث ہے میں اس حوالے سے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف ''وحدت الوجود'' اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ ''وحدت الشہود''

۱۔ مکتوبات امام ربّانی: دفتر اول، مکتوب: ۶۹ ۲۔ مکتوبات امام ربانی: دفتر اول، مکتوب: ۳۰

www.mujaddidiway.com

کوترجیح دوں گا اوران دونوں مشائخ کرام کے مؤقف کوالگ الگ واضح کروں گا اوراس کے ساتھ حضرت مجددالف ثانی کی طرف سے محاکمہ،صراحتوں وضاحتوں اورنکتۂ حق وصواب تک رسائی کے دلائل کے ساتھ ذکرکروں گا چنانچہ اس تناظر میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب سے اخذ کروں گا جوآپ نے شیخ عبدالعزیز کی طرف صادر فرمایا جومفصل بھی ہےاوردونوں بزرگوں کے الگ الگ مئوقف کااورفرق وتحقیق کا آئینہ دارہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے پیروکارفرماتے ہیں:

(i) باری تعالیٰ جلّ وعلا کے اسماء وصفات ذات واجب تعالیٰ کا بھی عین ہیں اورایک دوسرے کا بھی عین ہیں

(ii) اس مقام میں کسی بھی اسم اورنشان کے اعتبار سے تعدد و تکثر نہیں اورنہ ہی کوئی تمایز اورتباین ہے

(iii) ان اسماء وصفات اورشیون واعتبارات نے حضرت علم میں تمایز اورتباین اجمالاً اورتفصیلاً پیدا کیا ہے

(iv) اگراجمالی تمیز ہےتو اُسے تعین اوّل سے تعبیر کیا جاتا ہے اوراگرتفصیلی تمیز ہےتواس کا نام تعین ثانی ہے

(v) تعین اوّل کا نام وحدت رکھتے ہیں اوراُسے حقیقت محمدی ﷺ جانتے ہیں اورتعین ثانی کوواحدیت کہتے ہیں

www.maktabah.org

(vi)اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں اور ان حقائق ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں اور دونوں علمی تعینات یعنی وحدت و واحدیت کو مرتبۂ وجود میں ثابت کرتے ہیں

(vii)ان اعیان ثابتہ نے وجودِ خارجی کی بو بھی نہیں پائی اور خارج میں احدیّت مجرّدہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں

(viii)اور یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے اعیان ثابتہ کا عکس ہے جو ظاہر وجود کے (جس کے سوا کچھ بھی موجود نہیں) شیشوں میں منعکس ہوا ہے اور خیالی وجود پیدا کیا ہے۔

(ix)جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو کر خیالی وجود پیدا کرے تو اس عکس کا وجود صرف خیال میں ثابت ہے نہ تو آئینے میں حلول ہوا ہے اور نہ ہی کوئی چیز منقش ہوئی اگر انتقاش ہے تو خیال جو آئینے کی سطح پر وہم میں آتا ہے اور یہ خیال اور وہمی شے فعل باری تعالیٰ سے پیدا ہوئی جو درست اور صحیح صورت میں نظر آتی ہے وہم و خیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتی۔

(x)علم و خارج میں واجب سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات، اسماء و صفات کے سوا جو عین ذات ہیں کوئی چیز ثابت نہیں اور صورت علمیہ ہی ذی صورت کا عین ہے (اور شے کی شبیہہ اور مثال کا گمان

نہیں کیا) اس طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ جو ظاہر وجود میں آئی ان صورتوں کا عین ہے نہ کہ ان کا شبہ تو اتحاد کا لازماً حکم لگے گا اور ''ہمہ اوست'' اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے

مندرجہ بالا دس اہم امور بنیادی طور پر نظریہ وحدت الوجود جو شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کا اجمالی خاکہ ہے اب اس حوالے سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مفصل نظریہ کیا ہے تو اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(i) حق سبحانہٗ وتعالیٰ واجب بالذات ہے اس کی صفاتِ ثمانیہ (آٹھ صفات) حیٰوۃ، علم، قدرت، بصر، ارادہ، سمع، کلام اور تکوین) جو اہل حق اہلسنت شکر اللہ سعیھم کے نزدیک خارج میں موجود ہیں۔

(ii) یہ صفات ضرور خارج میں ذات سبحانہٗ تعالیٰ سے بے چونی اور بے چگونی کی صفات کے ساتھ متمیّز ہوں گی اور یہ صفات آپس میں بھی بے چونی کی صفت کے ساتھ ایک دوسری سے متمیّز اور جدا ہوں گی۔

(iii) بے چون تمیّز ہر مرتبہ حضرت ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں بھی ثابت ہے کیونکہ واجب تعالیٰ کیف سے پاک وسعت

ا۔ مکتوبات امام ربّانی: دفتر دوم، مکتوب:ا

www.mujaddidway.com

کے ساتھ واسع ہے اور وہ تمیز جو ہمارے فہم و ادراک میں آسکتا ہے اس جناب حق سے مَسلُوبْ ہے کیونکہ بعض اور جزو جزو ہونا وہاں متصور نہیں ہوسکتا اور تحلیل وترکیب کو وہاں کچھ دخل نہیں اور نہ ہی حالیّت ومحلیّت کی وہاں کوئی گنجائش ہے

(iv) جو کچھ ممکن کی صفات واعراض میں سے اس جناب حق میں مَسلُوبْ ہے یونہی اس کی کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ ہی افعال میں اس بے چونی تمیّز اور اس بے کیف وسعت کے باوجود حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء وصفات خانۂ علم میں بھی تفصیل وتمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہوتے ہیں۔

(v) نیز یہ کہ مرتبۂ عدم میں ہر اسم وصفت متمیز کا ایک مقابل اور نقیض ہے جیسے صفت علم کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ''عدم علم'' ہے جسے جہل سے تعبیر کیا گیا ہے یونہی صفت قدرت کے مقابل ''عدم قدرت'' ہے

(vi) ان عدماتِ متقابلہ نے بھی حق تعالیٰ کے علم میں تفصیل و تمیّز پیدا کیا ہوا ہے اور وہ اپنی مقابل صفات واسماء کا آئینہ اور ان کے عکوس کا ظہور بنا ہوا ہے۔

(viii) حقائق ممکنات یہی عدمات ہیں جو اسماء وصفات کے نقیض ہیں اور خانۂ علم میں ظہور پذیر ہیں اور باہم پیوست ہیں

www.maktabah.org

قادر مطلق سبحانہ' وتعالیٰ نے جب چاہا ان پیوستہ ماہیتوں سے وجودِ ظلّی جو حضرت وجود کا پرتو ہے متصف کر کے موجودِ خارجی بنا دیا اور اس کے خارجی آثار کا مبدا بنا دیا۔

(ix) پس ممکن کا وجود علم میں اور خارج میں ممکن کی باقی صفات حضرتِ وجود کا پرتو اور اس کے کمالات کا تابع ہے پس ممکن کا علم واجب بالذات کے علم کا پرتو اور ظل ہے جو اپنے مقابل منعکس ہوا ہے اور ممکن کی قدرت بھی ظل ہے جو عجز کے مقابل منعکس ہے تو ممکن کا وجود حضرت وجود کا ظل ہے جو آئینہ عدمات میں منعکس ہوا ہے

(x) اشیاء کا ظل اس کا عین نہیں بلکہ شبیہ اور مثال ہے اور ایک کا ثبوت دوسرے کے لیے ممتنع ہے ممکن واجب کا عین نہیں اور ممکن اور واجب کا ایک دوسرے پر حمل کرنا ثابت نہیں اس لیے کہ ممکن کی حقیقت عدم ہے جب واضح ہو گیا کہ اسماء وصفات کے جو عکوس آئینۂ عدمات میں منعکس ہوئے وہ ان کا شبہ و مثل ہے۔ ان صفات کا عین نہیں لہٰذا ''ہمہ اوست'' کا مقولہ ہرگز درست نہیں ہوگا۔ [1]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے:

---

[1] مکتوبات امام ربّانی: دفتر دوم، مکتوب: ۱

''جو چیز اپنی ذات میں ممکن ہے وہ عدم ہے، اور شرارت، نقص اور خبث کا منشاء ہے اور کمالات کے جنس سے جو کچھ ممکن سے پیدا ہوا ہے جیسے وجود اور اس کے توابع تو وہ سب کا سب اسی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اُسے حاصل ہوا ہے اور اسی ذاتِ برحق کا پرتو ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور اس کے سوا سب ظلمت وتاریکی ہے اور ظلمت وتاریکی کیونکر نہ ہو کہ عدم جملہ ظلمات سے بڑھ کر ظلمت ہے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عالم سارے کا سارا اسماء وصفات سے عبارت اور خانہ علم میں متمیز ہے او رخارج میں ظاہر وجود کے آئینے میں اسے نمود وظہور حاصل ہے جبکہ فقیر (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک عالم عدمات سے عبارت ہے اور واجب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء وصفات خانۂ علم میں منعکس ہوئے ہیں اور خارج میں حق سبحانہٗ کی ایجاد سے وہ عدمات ان عکوس میں وجود ظلی کے ساتھ موجود ہیں پس عالم میں خبث ذاتی ثابت ہوگا اور طبعی شرارت واضح ہوگئی اور خیر وکمال سب کا سب راجع الی اللہ ہوگیا لہٰذا ''ہمہ از اوست'' ہی درست ہے مـــا اصـــابک مـــن حســـنة فـــمـــن

www.mujaddidway.com

اللہ وما اصابک من سیّئۃ فمن نفسک تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ عالم خارج میں موجود ہے لیکن وجود ظلی کیساتھ جس طرح حق سبحانہٗ وتعالیٰ خارج میں وجود اصلی کے ساتھ موجود ہے بلکہ موجود بالذات ہے خارج میں وجود وصفات کی طرح اس خارج کا ظل ہے لہٰذا عالم کو حق سبحانہٗ کا عین نہیں کہہ سکتے اور ایک کا حمل دوسرے پر جائز نہ ہوگا کسی شخص کے ظل کو عین شخص نہیں کہہ سکتے کہ خارج میں دونوں میں تغایر ہے۔[1]

دونوں نظریات کے تقابلی تذکرہ کے بعد ہم ان سوالات پر توجہ مبذول کریں گے جو اس حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے پوچھے گئے اور آپ نے اس کے بارے میں کیا وضاحت کی نیز ان عبارات اور اقوال کا بھی جائزہ لیں گے جو دونوں بزرگوں کے نزدیک باعث اختلاف ہیں اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان پر گرفت کی اور اسے صواب سے دور جانا اور ان باتوں کا ذکر بھی درمیان میں آجائے گا جن پر دونوں بزرگوں کا اتفاق ہے اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان کی تحسین بھی کی ہے تاہم میں نے مکررات کو چھوڑ دیا ہے تاکہ قارئین پر بار نہ ہو۔

۱۔ مکتوبات امام ربّانی: دفتر دوم، حصہ اول، مکتوب :۱

سوال کیا گیا:

☆ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین بھی عالم کو ظلِّ حق سبحانہٗ وتعالیٰ مانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

وہ اس ظل کے وجود کو موہوم سمجھتے ہیں (وہم وگمان کہتے ہیں) اور اس کے وجود خارجی کی بُو بھی جائز نہیں مانتے اور کثرت موہومہ کو وحدتِ وجود کے ظل سے بیان کرتے ہیں اور خارج میں صرف ذات حق کو ہی موجود سمجھتے ہیں ان دونوں میں بدیہی فرق ہے

(i) اصل پر ظل کے حمل کا منشا اور اس حمل کا نہ ہونا ظل کے وجود خارجی کا مُثبَت ہے اور اس وجود کا عدم اثبات جبکہ وہ ظل کے وجود خارجی کو ثابت نہیں کرتا تو لازماً اس پر محمول کرتے ہیں

(ii) فقیر ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے اور حمل میں عجلت نہیں کرتا ظل کے وجود اصلی کی نفی میں فقیر اور شیخ شریک ہیں اور فقیر وجود ظلی کو خارج میں ثابت مانتا ہے جبکہ وہ اس وجود ظلی کو صرف وہم اور تخیل قرار دیتے ہیں اور خارج میں احدیت مجرّدہ کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے اور صفاتِ ثمانیہ جن کا وجود خارج میں اہل سنت وجماعت کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے صرف مرتبۂ علم میں ثابت کرتے ہیں میرا طریق میانہ روی ہے اگر وہ لوگ اس

خارج کو خارج کا ظل دیکھتے تو عالم کے وجود خارجی کا انکار نہ
کرتے اور نہ ہی وہم وتخیل پر قائم رہتے اور ہرگز ممکن کیلئے وجود
اصلی کا اثبات نہ کرتے اور وجود ظل پر اکتفا کرتے کیونکہ ممکن
خارج میں وجود ظلی کے ساتھ بطریقِ حقیقت موجود ہے اور ہرگز
وہم تخیل نہیں۔

پوچھا گیا:۔

☆ ''شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں اعیان ثابتہ (علمی صورتوں) کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کیوں کہا ہے جبکہ عدم بھی حقائق ممکنات میں داخل ہے؟''

حضرت مجدد نے فرمایا:

''برزخ اس اعتبار سے کہ صور علمیہ (وہ شکلیں جو مرتبہ علم میں
ہیں) کی دو جہتیں (طرفیں) ہیں ایک ثبوت علمی کے واسطہ سے
وجود سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری عدم خارجی کے واسطے سے
عدم سے تعلق رکھتی ہے''

سوال:

☆ ''صاحب فتوحات مکیہ (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ جس طرح واجب سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں اس طرح باہم ایک دوسرے کا عین ہیں جیسے علم اس ذات کا عین اور اس کی قدرت کا بھی عین ہے اور ارادہ سمع اور بصر کا بھی یہی حال ہے اور یونہی دیگر صفات؟''

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

www.mujaddidiway.com

کہ یہ بات صواب و درستی سے دور ہے، اس لیے کہ

(i) یہ قول صفات زائدہ کی نفی پر مبنی ہے

(ii) صفات زائدہ کی نفی مذہب اہل سنت کے خلاف ہے

(iii) اہل سنت کے نزدیک صفات ثمانیہ (آٹھ صفات) خارج میں موجود ہیں

(iv) واجب تعالیٰ کی ذات وصفات کی عینیت کا واہمہ شاید اس لیے پیدا ہوا کہ انہوں نے ذات وصفات واجب تعالیٰ کے مقام کی تغایر و تباین کو ممکنات کے تغایر و تباین کی طرح سمجھا ہے

(v) جنہوں نے اسے ممکنات کی ذات وصفات کے تغایر و تباین کی طرح نہ پایا اور اس واجب بالذات کے صفات کے تمایز کو اس تمائز کے مشابہ نہ دیکھا تو خواہ مخواہ تغایر و تمایز کی نفی کر دی اور ایک دوسرے کی عینیت کے قائل ہو گئے

(vi) کاش وہ دیکھتے کہ اس محل کا تغایر و تباین واجب سبحانہٗ کی ذات وصفات کی طرح بے مثل اور بے کیف ہے اور اس تمایز کو اس تمائز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں مگر صرف صورت و نام میں پس اس مقام میں تباین و تمایز موجود ہے اور ہماری فہم سے بالاتر اور عدم ادراک کی نفی اہل حق کے مخالف ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مُلّا ہاشم کی طرف لکھتے ہیں:

www.mujaddidway.com

☆ ''فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنی تھی یاد آئی صاحب فصوص نے فرمایا ہے:
اگر چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ جہان حق سبحانہ ہے اور اگر چاہے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ جہان مخلوق ہے اور اگر چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے مخلوق اور اگر چاہے تو حیرت کا اظہار کر سکتا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی''

''یہ عبارت کسی قدر اس بے قراری کے لیے تسکین کا باعث بن گئی بعد ازاں اپنے پیر بزرگوار (مخدوم باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں جا کر عرض حال کی تو آپ نے فرمایا تیرا حضور صاف نہیں ہوا اپنے کام میں مشغول رہ تا کہ موجود کی موہوم سے تمیز ہو جائے اور میں نے فصوص کی عبارت کو جو عدم تمیز کو ظاہر کرتی تھی آپ کے سامنے پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے اس عبارت میں کامل کا حال بیان نہیں فرمایا عدم تمیز بھی بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے''

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اول، مکتوب: ۳۱۰ ۲۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۱

مکتوب مذکورہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ دونوں بزرگوں کے احوال و مواجید اور

کشف میں بدیہی امتیاز وفرق ہے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اُس مقام پر یا تو رک گئے اور آگے ترقی نہ ہوئی یا پھر آگے ترقی تو ہوئی مگر اس وقت جب وہ اس مقام کی حیثیت سے آگاہ ہوئے تو شائد اس پہلے قول (عدم تمیز) کی تردید یا اصلاح کا موقعہ گزر چکا تھا یا وقت ہی نہ ملا اس حوالے سے میر منصور کے نام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلا جو کچھ لکھا وہ حسب ذیل ہے:۔

''یہ میدان کائنات جو دیکھا جاتا ہے اور مشہود، مسطح، طویل و عریض اور کشادہ متخیل ہوتا ہے حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے نزدیک یہ سب کچھ حضرت وجود ہے کہ اس کے سوا خارج میں کوئی چیز موجود نہیں ہے اور وہ وجود ذات الٰہیہ ہے اس کو ظاہر وجود کہتے ہیں جو بذریعہ انعکاس اور صور علمیہ متکثرہ کے لبادہ میں آیا ہے اس کو باطن وجود اور اعیان ثابتہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ وجود جو اپنی وحدت و بساطت پر ہے وہ خیال میں صرف متکثر و کشادہ اور لمبا چوڑا دکھائی دیتا ہے مشاہدہ ومحسوس سب کچھ کیا عوام کیا خواص اس صفحہ میں کونی لباس میں اور الگ الگ صورتوں اور شکلوں میں اللہ تعالیٰ ہیں جو کہ عوام کو عالم متوہم ہوتا ہے اور کبھی بھی خانۂ علم سے باہر نہیں ہوا اور نہ ہی اُس نے وجود خارجی کی بو سونگھی یہ ان صور علمیہ

کے عکوس ہیں جو حضرت وجود کے آئینے میں ظاہر ہوئے ہیں اور خارج میں نمود پیدا کی ہے اور عوام کو اپنے وجود خارجی کے واہمہ میں ڈال دیا ہے'' فقیر (حضرت مجدد) کا عقیدہ اور کشف یہ ہے کہ یہ میدان وہم کا میدان ہے اور اس میدان میں جو صورتیں اور شکلیں ہیں ممکنات کی ہیں جنہوں نے صنعتِ الٰہیہ سے مرتبۂ وہم وحس میں ثبوت پیدا کیا ہے اور استحکام پایا ہے اور جو کچھ بھی اس صفحہ میں محسوس ومشہود ہے وہ ممکنات کی جنس سے ہے اگر چہ بعض سالکین کو وہ مشہود واجب متوہم ہوتا ہے اور عنوانِ حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اصل میں عالم کے افراد سے ہے اور اللہ کریم وراء الوراء ہے اور ہماری دید ودانش سے الگ اور ہمارے کشف ومشہود سے مبرا ومنزہ ہے۔

خلق را وجہ کے نماید او   درکدام آئینہ در آید او

(وہ مخلوق کو اپنا چہرہ کس طرح دکھائے اور کون سا شیشہ ہے جس میں وہ سمائے)

یہ متوہم عرصہ اس میدان خارجیہ کا ظل ہے جو کہ حضرت وجوب کے مرتبہ کے لائق ہے چنانچہ اس مرتبہ خارج کا ظل ہے خارج کہہ لیں تو اس کی گنجائش جیسا کہ ظلی وجود کے اعتبار سے اس کو موجود بھی کہتے ہیں اور یہ وہم کا عرصہ عرصۂ خارجی کی طرح نفس

الامری ہے اور یہ احکام صادقہ رکھتا ہے اور ابدی معاملہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے جس کی مُخْبِرِ صادق ﷺ نے خبر دی ہے دونوں کشفوں میں اول توسط حالی اور ہدایت اور ابتدائی ہے جب کہ دوسرا منتہائے حال ہے اور تنزیہ و تقدیسِ ذات باری کے زیادہ قریب اور بہتر ہے''۔[1]

حضرت مجدد نے اس حوالے سے قاضی جلال الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ جو خود بڑے معتبر علماء سے تھے کا ذکر کیا ہے کہ:

انہوں نے میرے والد بزرگوار قدس سرہ سے جو علماء محققین سے تھے سوال پوچھا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت اگر وحدت ہے تو شریعت جس کا مبنیٰ احکام متبائینہ اور متمائزہ ہیں باطل ہوتا ہے اور اگر نفس الامر میں کثرت ہے تو صوفیہ کا قول باطل ہوتا ہے جو وحدت وجود کے قائل ہیں تو حضرت والد بزرگوار قدس سرہ نے جواب دیا دونوں نفس الامری ہیں وہ ان سے بیان کیا جو فقیر کے ذہن میں محفوظ نہیں کہ کیا فرمایا تھا پس جو صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں حق پر ہیں اور علماء جو کثرت وجود کے معتقد ہیں وہ بھی حق پر ہیں صوفیہ کے حالات کے

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم، مکتوب: ۶۷،۵۵

مناسب وحدت ہے اور علماء کے حالات کے مناسب کثرت ہے کیونکہ شرائع کی بنیاد کثرت پر ہے اور احکام کا تغایر کثرت سے وابستہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اخروی تنعیم و تعذیب بھی کثرت سے متعلق ہے اور جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا "فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعرَفُ" (میں نے چاہا کہ اپنا تعارف کرادوں) یہ ارشاد کثرت کو چاہتا ہے اور ظہور کو پسند کرتا ہے تو اس مرتبہ کو باقی رکھنا بھی ہے کیونکہ اس مرتبہ کی تربیت اللہ رب العالمین کی پسندیدہ اور محبوب ہے اور اسی نے اشیاء کو بقائے ابدی عطا فرمائی ہے اور قدرت کو لباس حکمت میں لایا ہے اور اسباب کو اپنے فعل کا چہرہ چھپانے والا بنایا ہے وحدت وجود اگرچہ حقیقت ہے لیکن نسبت کثرت کا معاملہ مجاز ہے اور مجاز متعارف ہو چکا جس سے مفر نہیں۔[1]

حضرت مجدد سے پوچھا گیا:

"صاحب فصوص الحکم (شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ) نے تعین اول کو حقیقت محمدی کہا ہے اور اس کو وحدت سے تعبیر کیا ہے اور اسی طرح تعین ثانی کو احدیت کہا ہے اور اعیان ثابتہ کو حقائق ممکنات

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر دوم، مکتوب: ۴۴

www.mujaddidiway.com

کہا ہے اور اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور ہر دو تعین کو وجوبی کہہ کر قدیم جانا ہے اور تیسرے تین تنزلات روحی، مثالی اور جسدی کو تعین امکانی تصور قرار دیا ہے اور یہ تعین حِبّیِ جو کہ تعین اول ہے اور حقیقت محمدی ہے ممکن ہے یا واجب، حادث یا قدیم آپ کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے''

ان سوالوں کے جواب میں حضرت مجدد نے مولانا حسن دہلوی کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

''میرے نزدیک کوئی تعین اور متعین نہیں ہے وہ کون سا تعین ہوگا جو لاتعین کو متعین کرے یہ الفاظ شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے متبعین قدس اللہ اسرارھم کے مذاق کے موافق ہیں فقیر کی عبارت میں اس قسم کے الفاظ صنعت مشاکلہ کے قبیل سے سمجھے جائیں تاہم جو میں کہتا ہوں وہ تعین تعینِ امکانی ہے اور مخلوق وحادث ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے

''اول ما خلق الله نوری ''سب سے اول اللہ نے میرا نور پیدا کیا اور دوسری حدیث میں نور کی تخلیق کا وقت بھی مذکور ہے ''قبل خلق السموات بالفی عام'' تخلیق آسمان سے دو ہزار سال پہلے اور اس کی مثل اور بھی روایات ہیں اور جب وہ مخلوق ہے اور عدم کے ساتھ لاحق ہے تو ممکن بھی ہے اور حادث بھی اور جب

حقیقت الحقائق جو کہ اَسْبقِ حقائق ہے ممکن اور مخلوق ہے تو
دوسروں کے حقائق بدرجہ اولیٰ مخلوق ہوں گے اور امکان
وحدوث سے کیونکر نہ ہوں گے، تعجب ہے کہ شیخ اکبر قدس سرہ
نے حقیقت محمدیہ کو بلکہ تمام ممکنات کے حقائق کو اعیان ثابتہ کہا
ہے وہ کہاں سے ان کے وجوب وقدم کا حکم لگاتے ہیں اور قول
رسول کے برخلاف کیسے کہتے ہیں ممکن اپنے اجزا کے ساتھ بھی
ممکن ہی ہے اور صورت وحقیقت سے بھی ممکن ہی ہے تعین
وجوبی ممکن کی حقیقت کس لئے ہوگا ممکن کی حقیقت ممکن ہی ہوتی
ہے کیونکہ ممکن کو واجب تعالیٰ کے ساتھ نہ تو کوئی اشتراک ہے اور
نہ ہی کوئی نسبت ماسوا اس امر کے کہ وہ ممکن اس کی مخلوق ہے اور
اللہ تعالیٰ اس کا خالق اور شیخ اکبر چونکہ واجب اور ممکن میں امتیاز
نہیں کرتے جبکہ خود شیخ مقر ہیں کہ ان دونوں میں تمیز نہیں ہے
اگر وہ واجب کو ممکن کہے اور ممکن کو واجب تو اسے کوئی خطرہ نہیں
میرے نزدیک وہ معذور ہیں (اور یہ غلبہ سُکر کی کیفیت ہے)

اسی تناظر میں مزید پوچھا گیا:

''آپ نے واجب اور ممکن کے درمیان اصل اور ظل کی نسبت
نہ صرف ثابت کی ہے بلکہ ممکن کو واجب کا ظل کہا ہے اور باعتبار
اصل واجب کو ممکن کی حقیقت کہا ہے کہ وہ اس کے ظل کی طرح

www.maktabah.org

ہے اور اس پر بہت سے معارف کو متفرع کہا ہے اگر اس اعتبار
سے شیخ نے بھی واجب کو ممکن کی حقیقت کہہ دیا ہے تو اس میں کیا
استحالہ لازم آتا ہے اور انہیں ملامت کیوں؟''

☆ تو حضرت مجدد نے کہا:

''اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن میں اثبات نسبت کریں
شریعت ان کے ثبوت کے لئے وارد نہیں ہوئی یہ تمام معارف
سکریہ ہیں اور حقیقت نفس الامری سے دوری اور نارسائی ہے''

واجب تعالیٰ کا سایہ کیوں ہوگا کیونکہ مثل کی تولید کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدم کمال لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے جبکہ لطافت کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کا سایہ نہ تھا تو رب محمد ﷺ کا سایہ کیونکر ہوگا خارج میں موجود بالذات اور بالاستقلال صرف ذات باری ہے اور یا پھر اللہ کی صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ اور ان کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ ایجاد باری تعالیٰ سے موجود ہوا ہے اور وہ سب ممکن، مخلوق اور حادث ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق کا ظل نہیں اور مخلوقیت کے سوا خالق سے کوئی نسبت سوائے اس نسبت کے جسے شریعت نے ثابت کیا ہو۔ یہ عالم کی ظلیت کا علم سالک کے لئے مفیدِ راہ ہے اور اسے کھینچ کر اس تک لے جاتا ہے اور جب وہ کمال عنایت سے طے منازل کے بعد اس تک رسائی پاتا ہے تو

محض فضل الٰہی سے وہ ایسا پاتا ہے کہ اصل بھی ظل کا حکم رکھتا ہے اور یہ مطلوبیت کے لائق نہیں کیونکہ امکان وحدوث سے داغدار ہے اور مطلوب ادراک کے احاطہ اور وصل واتصال سے ماوراء ہے''

مزید پوچھا گیا:

☆''صاحب فتوحات مکیہ نے تعین اول کو جو کہ حقیقت محمدی ہے حضرت اجمال علم کہا ہے اور آپ تعین اول کو تعین وجودی کہتے ہیں اور آپ نے اس کے مرکز کو جو اس کے اجزاء میں سے اشرف واسبق ہے حقیقت محمدی قرار دیا اور تعین حضرت اجمال کو اس تعین وجودی کا ظل کہا ہے اور لکھا ہے کہ پہلا تعین حبی ہے اور حقیقت محمدی ہے تو تطبیق کیسے ہوگی؟

تو حضرت مجدد نے وضاحت کی:

''اکثر ہوتا ہے کہ کسی شے کا ظل اپنے آپ کو اصل شے دکھاتا ہے اور سالک کو اپنے آپ میں گرفتار کر لیتا ہے پس وہ دو تعین ظلال ہیں تعین اولی کہ عروج کے وقت عارف پر اصل تعین اولی تعین حبّی سے ظاہر ہوتا ہے اللہ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود سے اور یونہی صفات ثمانیہ بذات واجب موجود ہیں نہ کہ وجود سے کہ وجود بلکہ وجوب کو بھی اس مرتبہ میں گنجائش نہیں کہ وجود اور وجوب دونوں اعتبارات سے ہیں پہلا اعتبار جو ایجاد عالم کے لئے پیدا ہوا وہ حب ہے اس کے بعد اعتبار وجود ہے جو کہ ایجاد کا

www.maktabah.org

مقدمہ ہے کیونکہ ذات باری کو بغیر اعتبار اس حب اور بغیر اعتبار اس وجود کے عالم سے اور ایجاد عالم سے استغناء ان اللہ لغنی عن العالمین (اللہ جہانوں سے بے نیاز ہے) نصِ قطعی ہے اور تعین علمی جملی کو ان دونوں تعین کا ظل کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ دو تعین باعتبار حضرت ذات سبحانہ کے ہیں بغیر ملاحظہ صفات کے اور اس تعین میں ملحوظ صفت ہے جو ذات کے لئے ظل کی طرح ہے لہذا تعین وجود کو تعین جبی کا ظل کہنا درست ہے۔''

مزید سوال کیا گیا

''کہ صاحب فصوص کہتے ہیں کہ تجلی ذات صرف متجلی لہ کی صورت میں ہوتی ہے پس متجلی لہ آئینہ حق میں اپنی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اس کو دیکھ سکے''

تو حضرت مجدد نے جواباً فرمایا:

''شیخ اکبر نے عدم امکان رویت مبالغۃً [1] کہا ہے نہ کہ حقیقی طور پر

ا۔اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رویت الٰہی اس دنیا میں ممکن ہے اگر چہ اس کا وقوع نہ ہو اس پر دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول رب ارنی ہے کہ جو شے ناممکن ہو پیغمبر اس کا سوال ہی نہیں کرتا اور اس تذکرہ میں کہا ہے کہ اگر پہاڑ اپنی جگہ قائم رہا تو جلد مجھے دیکھے گا قیام جبل کے امکان سے واضح ہو گیا کہ رویت ممکن ہے (پروفیسر قاری مشتاق احمد)

کیونکہ رویت دنیا میں جائز ہے اور آخرت میں واقع ہے جب سالک کی پوری فنا ممتنع ہوئی اور مطلوب سے اتصال وصول اس کے بغیر ممنوع ہوا اور بغیر وصول کے معرفت کی کوئی صورت نہیں تو لازماً معرفت سے عجز لازم آیا اور معرفت سے عجز عین معرفت ہے یہ نہ کہا جائے کہ معرفت سے عجز معرفت کیونکر ہوا جو کہ اس کا نقیض ہے کیونکہ معرفت سے عجز اس معرفت سے عبارت ہے کہ ''وہ پہچانا نہیں جا سکتا'' صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ''عجز عن اِدراک الادراک ادراک'' ادراک کو پالینے سے عاجز آنا ادراک ہے پس پاک ہے وہ اللہ جس نے مخلوق کے لئے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی ماسوا اس کے عجز معرفت کا مقر ہو ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ۔

سبحان خالقے کہ صفاتش ز کبریا   برخاک عجز مے فگند عقل انبیاء

(پاک وہ پیدا کرنے والا جس کی صفات اپنی کبریائی سے انبیاء کی عقلوں کو عجز کی خاک پر ڈال دیتی ہے۔ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صفات کبریا کی معرفت سے عاجز ہوں ان سے اور ملائکہ کہیں'' ما عرفناک حق معرفتک''ہم نے تجھے جیسے پہچاننے کا حق تھا نہیں پہچانا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس خیر الامم کے رئیس اور سردار ہیں وہ اپنی عاجزی کا اقرار کریں تو دوسرا

www.mujaddidiway.com

کون ہے جو معرفت کا دم مارے شاید اپنی جہالت کو معرفت سمجھے
اور غیرحق کو حق جانے اور یہ معرفت سے عجز مراتب عروج کی
انتہائی نہایت ہے اور مدارج قرب کی انتہا ہے۔

صوفیہ کے کشفی علوم و معارف اس عجز کے لئے بمنزلہ
اسباب ہیں جو ان کے منتہی لوگوں کو آخر میں میسر آتا ہے اور یہ
لوگ کشفی معارف کے زینہ سے اس دولت عجز سے مشرف ہو
جاتے ہیں اور حق معرفت کے حصول کا وسیلہ اور ایمان حقیقی کا
معتبر ذریعہ ہیں۔ [1]

حضرت مجدد سے سوال کیا گیا:

☆ ''ابن عربی نے روایت اخروی کو لطیفہ جامعہ مثالیہ کی صورت میں مقرر کیا ہے آپ کا مسلک کیا ہے''

تو آپ نے بیان فرمایا:

''صورت جامعہ مذکورہ کی رؤیت رؤیت باری تعالیٰ نہیں بلکہ اس
کے کمالات کے مظاہر میں سے ایک مظہر کی رویت ہے جس نے
عالم مثال میں ثبوت پیدا کیا۔

یراہ المومنون بغیر کیف   وادراک وضرب من مثال

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم مکتوب: ۱۲۲ (مفصل) دفتر سوم، مکتوب: ۷۳، ۷۴، ۷۵

اہل ایمان حق سبحانہ وتعالیٰ کو بغیر کیف وادراک اور مثال کے دیکھیں گے۔ رؤیت باری کوصورت کی رؤیت قرار دینا درحقیقت رویت باری کی نفی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم مثال میں جو صورت حاصل ہوتی ہے کتنی ہی جامع کیوں نہ ہو بالآخر عالم مثال کے اندازہ کے موافق ہوگی اور عالم مثال اگر چہ بہت وسیع ہے پھر ایک عالم ہے اور ممکن ومخلوق الٰہیہ ہے تو اس صورت کی جامعیت کہاں گنجائش ضبط رکھتی ہے کہ تمام کمالات الٰہیہ کی جامع ہو اور اس مرتبہ مقدسہ کا آئینہ بنے اور اس کی رؤیت رؤیت باری ہو اور یہ بھی جاننا لازم ہے کہ آخرت کے وجود وخلق کو دنیا کے وجود وخلق سے کوئی نسبت نہیں کہ ان پر احکام کو قیاس کیا جائے یہاں رؤیت، فہم ادراک کا معاملہ دوسرا ہے فانی نہیں دوامی ہے اور مخبر صادق ﷺ نے اخروی رؤیت کو چودھویں کے چاند کی رؤیت سے تشبیہہ دی ہے اور حجاب اٹھا دیا ہے، جیسے چاند کو پانی کے لگن میں دیکھنا اور یہ ظل ہے اور ظل کی رؤیت اصل کی رویت نہیں۔[۱]

پوچھا گیا:

☆ ''صوفیہ وجودیہ دو وجود کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس لئے کہ وہ دوبین ہیں

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۹

اور یہ طریقت کا شرک ہے ابن عربی نے توحید وجودی کی تصریح سب سے پہلے کی ہے آپ کا کیا مسلک ہے؟

حضرت مجدد نے تحریر فرمایا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں دی اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو شرک کہا ہے بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے اور انہوں نے ماسوا کی عبادت کو شرک کہا ہے اگر صوفیہ وجود یہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر بھی نہ جانیں تو شرک کا دفعیہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ماسوا کو ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں ان میں سے بعض متاخرین عالم کو حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے اور عینیت سے نہ صرف کنارہ کرتے ہیں بلکہ عینیت کے قائلین کو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے متبعین کے منکر اور انہیں برائی سے یاد کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر نہیں مانتے اور نہ ہی عالم کو حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی غیر جانتے ہیں اور یہ بات ہرگز صحیح نہیں ''الاثنان متغایران'' دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں یہ قضیہ مقررہ ہے دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے البتہ علماء متکلمین نے صفات واجب سبحانہ وتعلیٰ کے بارے میں فرمایا ہے

''لا ھو و لا غیر ہو'' نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات (بلکہ ذات

واجب کا مقتضیٰ ہیں) اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر یہ پیش نظر رکھا ہے کہ دو متغایر چیزوں کا باہم الگ اور جدا ہونا درست ہے اور نہ ہی اللہ سبحانہ کی ذات وصفات قدیمہ کے درمیان علیحدہ ہونا جائز خیال بھی کیا جا سکتا ہے پس ''لاھو ولا غیرھو'' صفات قدیمہ میں حق ہے جبکہ عالم میں یہ نسبت مقصود ہے'' کان اللہ ولم یکن معہ شئ'' اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی پس عالم کی غیریت کی نفی لغت واصطلاح میں حق سے بعید ہے ان لوگوں کو حقیقت حال تک رسائی نہ ہوئی اور اس وجہ سے عالم کا صفات قدیمہ پر قیاس کر کے حکم لگایا اور جب غیبت عالم کی نفی کے قائل ہوئے تو غیریت عالم کا اقرار لازم تھا تا کہ توحید وجودی والوں کے گروہ سے نکل آتے اور عالم کے متعدد وجودوں کے قائل ہو جاتے اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ محی الدین اور ان کے متبعین نے کہا ہے اور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے ہر گز نہیں کہ عالم اپنے خالق کے ساتھ متحد ہے عالم معدوم وجود باری واجب ہے دو بینی جو طریقت کا شرک کہا گیا ہے توحید مشہودی سے رفع ہو جاتا ہے اور باقی نہیں رہتا''۔[1]

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۷۲

☆ مخدوم زادہ خواجہ عبداللہ اور عبیداللہ کے نام لکھتے ہیں:

ہمارے خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ابن عربی کاملین کے ارواح کے قدم کا قائل ہوا ہے اور اہل سنت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے سوا قدیم وازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے لیکن شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہئے کہ ان کا گمان ہرگز صحیح نہیں اور اجماع کے مخالف ہے اور شیخ کا قول غلبہ سکر میں ہوا ہے صحو میں نہیں۔[۱]

پوچھا گیا:

☆ ''عدم کو جو لاشی محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟''

تو حضرت مجدد نے فرمایا:

''عدم باعتبار خارج کے لاشي محض ہے لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کیا ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں (ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک وجود علمی بھی حاصل کیا ہے اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبہ عدم میں ہر نقص وشرارت جو وجود سے جو اس کی نقیض ہے ثابت ہو ضرور مسلوب ہوگا اور ہر کمال جو

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۶۶

مرتبہ عدم میں مسلوب ہو وہ حضرت وجود میں مشیت ہوگا پس نا چار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہوا اور اس کے سوا کوئی اور بات نہیں اور شیخ کی نظر اس حقیقت کی طرف نہیں پڑی۔ ۱

☆ شیخ صوفی کے نام لکھتے ہیں:

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور اس کے لئے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے اور اس کے باوجود اللہ کے لئے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی تو واجب تعالیٰ کے لئے حکم ہی کا ثبوت ہے تو درست وصواب وہی ہے جو علماء اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ☆ ہے۔ ۲

پیر بزرگوار کے نام تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے (ماخوذ از نفحات الانس جامی رحمۃ اللہ علیہ) کہ ''عین نماند اثر کجا ماند'' عین باقی نہیں رہتا تو اثر کیونکر باقی رہ سکتا ہے ''لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ'' آتش عشق کسی شئے کو باقی نہیں چھوڑتی یہ بات پہلی نظر

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۳۴ ۲۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۳۱

☆ ارشاد باری ہے: ان اللہ قد احاط بکل شئ علما (الطلاق، ۵۶: ۱۲) (راقم)

www.maktabah.org

میں تو مشکل محسوس ہوئی کیونکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اوران کے متبعین اس بات کے قائل ہیں ''کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے زائل ہونا محال ہے ورنہ واجب تعالیٰ کے لئے علم کی بجائے جہل لازم آئے گا اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہاں جائے گا اسی طور پر نہ بات ذہن نشین ہوتی تھی اور شیخ ابوسعید کے کلام کا مفہوم بھی واضح نہیں ہو رہا تھا لیکن کامل توجہ کے بعد اللہ نے اس کلام کا راز منکشف کر دیا اور یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر مشکل باقی نہ رہی اور اس معرفت کا مقام بھی دیکھا یہ بلند مقام ہے جو ابن عربی کے بیان سے بھی بلند ہے اور دونوں اقوال مختلف اور متناقض نہیں بلکہ الگ الگ جگہ سے متعلق ہے عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے میں اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر عین ظاہر نہیں اور ظل عین اصل نہیں''۔[1]

☆ مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کے نام رقمطراز ہیں:

''عجب معاملہ یہ ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے دو تعین کو وجوبی کہا ہے اور تین تعین کو امکانی لیکن اصل حقیقت یہ ہے

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب:۱۱

کہ تمام تعینات ظلّیت کا داغ اور امکان کی بو رکھتے ہیں

اگرچہ ممکن سے ممکن تک بڑا فرق ہے ایک قدیم ہوتا ہے اور دوسرا حادث

لیکن یہ سب امکان کے دائرہ سے خارج نہیں اور عدم کی بو رکھتے ہیں"

جاننا چاہئے کہ جس جگہ بھی تعین ہے اس میں امکان کی بو ہے اور عدم کی آمیزش اس کے ساتھ ہے جو تعین و تمیز وجود کا باعث ہوا ہے "وبضدھا تتبین الاشیاء" چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں اللہ کریم کی صفات جنہوں نے تعین و تمیز پیدا کیا ہے وہ باوجود قدیمی ہونے کے واجب لِذَا تِھا نہیں ہیں بلکہ واجب لِذَاتِ الواجب ہیں کہ حاصل وجوب بالغیر ہے جو کہ امکان کے اقسام سے ہے اگرچہ صفات قدیمہ میں "امکان" کے لفظ سے پرہیز لازم ہے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے اور اس جگہ مناسب وجوب کا اطلاق جو کہ ذات واجب سے آیا ہے لیکن حقیقت میں اس جگہ امکان کی گنجائش ہے کہ ان کا وجوب ذاتی نہیں بلکہ غیر کی طرف سے آیا ہے اگرچہ اس کو غیر یہ کہیں یا اصطلاحاً غیر کہیں لیکن اثنینیت غیریت کی متقاضی ہے اور وہ آپس میں متغایر ہوتے ہیں اور یہ ارباب عقول کا مسلمہ قاعدہ ہے"۔[1]

---

[1] مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم، مکتوب: ۷۶

شیخ حمید بنگالی کے نام لکھتے ہیں:

فتوحات مکیّہ والے نے کہا ہے جمع محمدی جمع الٰہی سے اجمع ہے کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے پس اجمع ہوگی اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت وکبریائی اس کے لوازم سے ہے جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے مَا لِلتُّراب و رب الارباب

''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

اور نیز اس مقام میں جب سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو بسا اوقات خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے یہاں بھی سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے اللہ کی پناہ کہ اس کمال سے کوئی خود کو افضل جانے اور ہمیشہ کے خسارہ میں پڑے اور کبھی کبھی یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی واقعہ ہوجاتا ہے جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں۔[1]

۱۔مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب:۲۲۰

مرزا حسام الدین احمد کے نام اپنے مکتوب میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''صاحب فتوحات مکیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس صورتِ خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے شیطان متمثل نہیں ہوسکتا اس خاص صورت کے سوا جس صورت میں کہ حضور اکرم کو دیکھیں متمثل ہوسکتا ہے اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً خوابوں میں بہت مشکل ہے پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آپ ﷺ کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثل کو تجویز نہ کریں جیسا کہ بعض علماء کا کہنا ہے تو یہ بات آپ ﷺ کی بلندی شان کے نامناسب ہے میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے اخذ احکام اور مرضی کا معلوم کرنا دشوار ہے ہوسکتا ہے کہ شیطان لعین درمیان میں آ گیا ہو اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو اور دیکھنے والا شک وشبہ میں پڑ جائے اور اپنی عبارات واشارات کو اس صورت کریمہ کی عبارات واشارات دکھایا ہو (سورہ نجم کی تلاوت کا واقعہ اس پر کافی دلیل ہے جب ظاہری

زمانے میں شیطان لعین کے القاء کا یہ مکر وفتنہ ہے تو خواب میں دیکھنے والا کیونکر مامون اور خطرہ سے خالی ہے۔ ؎۱

ملا شکیبی اصفہانی کے نام لکھتے ہیں:

''جسد کا مدبر روح ہے اور قالب کا مربی قلب ہے قوائے جسدی قوت روحانی سے حاصل ہوتے ہیں اور حواسِ جسمانی نورانیت قلبی سے مستفید ہوتے ہیں پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور روح کو وقتِ توجہ جو طریقہ جذبہ میں لازم ہے ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے اور قویٰ اور اعضاء کی سستی تک پہنچا دیتا اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے اور وہ سماع جس میں حرکت دوری اور رقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے اور اس کے منع کرنے میں بڑا مبالغہ کیا ہے'' ؎۲

خواجہ محمد تقی کے نام لکھتے ہیں:

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۷۳ ۲۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۰۰

www.maktabah.org

آپ نے لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے اور ایک حکایت بھی لکھی ہے کہ عالم مثال کے بعض مکاشفات میں جبکہ میں کعبہ معظّمہ کا طواف کر رہا تھا ایسا ظاہر ہوا کہ میرے ساتھ ایک ایسی جماعت طواف کر رہی ہے جن کو میں نہیں جانتا انہوں نے طواف کے دوران عربی شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے

لقد طُفنَا کما طفتم سنینَا
بھذا البیت طُرّاًاَجْمَعِیْنا

میں نے جب یہ شعر سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ سب عالم امثال کے ابدال ہیں اور اس خیال کے آتے ہی ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور کہا ''کہ میں تمہارے آباء واجداد سے ہوں'' میں نے پوچھا آپ کو فوت ہوئے کتنے سال گزر چکے ہیں تو کہنے لگا ''چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے'' میں نے تعجب سے کہا کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی شروع پیدائش سے لے کر اس وقت تک سات ہزار سال تو پورے نہیں ہوئے تو کہنے لگے تم کس آدم کی بات کرتے ہو یہ آدم تو وہ ہے جو اس سات ہزار سال کے دور کی ابتدا

www.maktabah.org

میں پیدا ہوئے تو شیخ نے کہا اس وقت حدیث مذکور میرے دل میں گزری جو اس قول کی مؤید ہے''

مخدوم مکرم عنایت الٰہی سے اس مسئلہ کے متعلق جو اس فقیر (حضرت مجدد) پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمام آدم جو حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے پہلے گزرے ہیں ان سب کا وجود عالم مثال میں تھا نہ کہ عالم شہادت میں موجود ہوئے ہیں جنہوں نے زمین میں خلافت پائی ہے اور مسجود ملائکہ ٹھہرے ہیں اللہ کی رحمتیں اور تسلیمات ہمارے نبی اور ان سب پر ہوں خلاصہ کلام یہ ہے کہ چونکہ یہ آدم علیہ السلام جامعیت کی صفت پر پیدا ہوئے ہیں اور اپنی حقیقت میں بہت سے لطائف اور اوصاف رکھتے ہیں یہ اپنے وجود سے پہلے ایجاد باری تعالیٰ سے بہت مدت ہائے دراز تک اپنے لطائف اور اوصاف میں سے کسی لطیفہ یا ایک صفت سے عالم مثال میں موجود ہوئے ہیں اور آدم کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں اور انہی کے نام سے موسوم ہوئے ہیں اور جس آدم کا انتظار تھا وہ اسی آدم سے وقوع میں آیا ہے یہاں تک کہ توالد و تناسل جو اس عالم مثال کے مناسب تھا وہ بھی ظہور میں آیا اور کمالاتِ ظاہری و باطنی جو اس عالم مثال کے مناسب تھے وہ بھی حاصل کئے اور عذاب و ثواب کا مستحق ہوا بلکہ اسی کے

www.mujaddidway.com

لئے قیامت قائم ہوئی اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے گئے اور پھر کسی وقت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت سے اسی عالم مثال میں آدم علیہ السلام اپنی کسی اور صفت میں لطیفہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور وہی کوائف جو ظہور اول سے وجود میں آئے تھے ہر ظہور کے دور کے ختم پر ظہور ثانی، ظہور ثالثہ اور ظہور چہارم میں موجود ہوئے اور یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا جاری رہا پھر جب ظہورات مثالیہ کے ادوار پورے ہو گئے تو بالآخر وہ نسخہ جامعہ ایجاد الٰہی سے عالم شہادت میں وجود میں آ گیا اور اللہ کے فضل سے معزز و محترم ہوا اگر ایک لاکھ آدم بھی ہوں تو وہ اسی آدم کے اجزاء ہیں ہاتھ پاؤں ہیں اور اسی کے مبادی ومقدمات ہیں اور شیخ بزرگوار کے وہ دادا جن کو چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ فوت ہوئے گزر چکا تھا وہ عالم مثال میں شیخ بزرگوار کے دادا کا کوئی لطیفہ تھے جو عالم شہادت میں موجود ہوئے اور بیت اللہ شریف کے وہ طواف جو انہوں نے کئے وہ بھی عالم مثال میں کئے کیونکہ کعبہ معظّمہ کی بھی عالم مثال میں ایک شبیہہ اور صورت تھی جو اس عالم مثال کا قبلہ تھی۔

اس فقیر نے اس مسئلہ پر دور دور نظر دوڑائی اور بہت غور کیا تو عالم شہادت میں کوئی دوسرا آدم نظر نہیں آیا اور عالم مثال کی عجوبہ

www.maktabah.org

کاریوں کے سوا کوئی چیز نہ مل سکی اور وہ جو مثالی جسم نے کہا کہ میں تمہارے آباؤ و اجداد سے ہوں اور مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے یہ اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس آدم سے پہلے کئی ایک آدم گزر چکے ہیں جو اس آدم کے صفات و لطائف تھے یہ نہیں کہ وہ علیحدہ پیدائش رکھتے تھے اور آدم سے الگ تھے کیونکہ جو الگ ہے اس کی اس آدم سے کیا نسبت اور شیخ بزرگوار کا دادا کیوں ہونے لگا اور عالم شہادت کے آدم علیہ السلام کی پیدائش کو ابھی سات ہزار سال پورے نہیں ہوئے چالیس ہزار سال کی کہاں گنجائش ہے۔

اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اس حکایت سے تناسخ کو درست سمجھتے ہیں اور قریب ہے کہ کائنات کے قدیم ہونے کے قائل ہوں اور قیامت کبریٰ سے انکار کر دیں اور بعض بے دین لوگ جنہوں نے بزعم خویش شیخی کی سند حاصل کر رکھی ہے تناسخ کے جواز کا حکم کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ جب تک نفس اپنے کمال تک نہ پہنچے اسے مختلف ابدان تبدیل کرنے سے چارہ نہیں اور کہتے ہیں کہ جب نفس اپنے کمال تک پہنچ جاتا ہے تو مختلف جسموں کے تبدیل کرنے سے بلکہ بدن کے تعلق سے آزاد ہو جاتا ہے اور حصول کمال جو مقصود پیدائش

www.maktabah.org

ہے حاصل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات صریحاً کفر ہے اور ان چیزوں کا انکار ہے
جو دین سے متواتر ثابت ہیں جب بالآخر تمام نفوس اپنی حد کمال
کو پہنچ جاتے ہیں تو دوزخ کس کے لئے ہے اور سزا کسے ملے گی
صریحاً دوزخ کا انکار ہے عذاب آخرت کا انکار ہے کیونکہ ان
کے خیال کے مطابق نفس کو کسی جسم کی ضرورت ہی نہیں رہی جو کہ
اس کے کمالات کا آلہ ہے کہ وہ کسی جسم سے دوبارہ جی اٹھے اس
گروہ کا عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ کے موافق ہے کہ وہ بھی اجسام
کے حشر کے انکاری ہیں اور ثواب و عذاب کو روحانی سمجھتے ہیں
اس گروہ کا عقیدہ فلاسفہ سے بھی بدتر ہے کہ وہ تناسخ کا رد کرتے
ہیں اور عذاب روحانی کے قائل ہیں اور یہ لوگ تناسخ کا اثبات
بھی کرتے ہیں اور ان کے نزدیک عذاب صرف دنیا کا عذاب
ہے''

☆ میاں شیخ بدیع الدین کے سوال پر تحریر فرمایا:

''آپ نے پوچھا ہے کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ
کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک ان میں سے کس کی خدمت پر مامور

ا۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب: ۵۸

www.maktabah.org

ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے کچھ اصل رکھتی ہے یا کہ وہم وخیال کا اختراع ہے؟''

جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ کے کامل تابعدار کامل تابعداری کے سبب جب کمالات نبوت تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں اور بعض کو صرف کمالات نبوت کے حصول پر ہی کفایت فرماتے ہیں یہ دونوں قسم کے بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں یکساں ہیں فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے متعلق ہیں ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے بھی کیا جاتا ہے یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب ہے گویا کہ یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں ان دونوں مقاموں کے جو اوپر ہیں ظل ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے (حضرت مجدد کا) وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے

الگ ہے بلکہ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے قطب مدار بعض
امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے
میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے
اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب
کے اعوان وانصار قطب حکمی ہیں اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ
نے لکھا ہے

''مامن قریة مومنة کانت او کافرة الا فیها قطب''

مومنوں یا کافروں کی کوئی ایسی بستی نہیں ہے جس میں
قطب نہ ہو۔ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے
اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس
کے لئے ضروری نہیں کہ علم رکھتا ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو
اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے تو وہ صرف حصول
کمالات کی بشارت ہے نہ کہ منصب کی جو علم سے وابستہ ہے''[۱]

☆ مزید پوچھا گیا:

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین نے لکھا ہے کہ جس
قدر لڑکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبب مقتول ہوئے ان

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۵۶

www.mujaddidiway.com

سب کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئیں مفصل حقیقت کیا ہے؟

حضرت مجدد نے جواباً لکھا:

یہ درست ہے کیونکہ تحقیقی طور سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں پیر اگرچہ مریدوں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں۔ [1]

مخدوم زادوں خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبید اللہ کے نام ایک مفصل مکتوب میں حضرت مجدد نے عقائد کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور بعض جگہ شیخ اکبر کے نظریات سے کھل کر اختلاف کیا ہے اور اس کی تردید میں مضبوط دلائل دیے ہیں اس مکتوب میں فرماتے ہیں:

''شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم ''الہادی'' کے پسندیدہ ہیں اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم ''المضل'' کے پسندیدہ ہیں''

یہ بات اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۵۶

www.maktabah.org

ہے جو رضا کا منشا ہے جس طرح کہیں کہ اشراق واضاءت (جگمگانا اور روشنی) آفتاب کی پسندیدہ ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کو قدرت وارادہ دیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں افعال کا پیدا کرنا ذات باری سے منسوب ہے اور ان افعال کا کسب بندوں کی جانب منسوب ہے عادت الٰہیہ یونہی جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد (ارادہ) کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے

چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد واختیار سے صادر ہوتا ہے اس لئے مدح وذم اور ثواب وعذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے۔

اسی مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

''صاحب فصوص (شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ سب کا (مومن وکافر) انجام رحمت سے ہے یعنی کفار کے دائمی عذاب کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے دائمی عذاب کی طرف نہیں گیا اور کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

''ان رحمتی وسعت کل شئ''

میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے اور کفار کے لئے عذاب تین حقبہ (ایک طویل مدت) حصہ تک ثابت کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ پھر آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور حق تعالیٰ کی وعید

www.mujaddidiway.com

میں خلاف جائز جانتا ہے

محاکمہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بہشت ودوزخ موجود ہیں بروز حشر حساب فہمی کے بعد ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ دوزخ میں بھیج دیں گے اور ان کا ثواب وعذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جیسا کہ پختہ نصوص اور قطعی آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول صواب سے بہت دور ہے اور اسے معلوم نہیں کہ مومنوں اور کفار کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا میں ہی مخصوص ہے اور کافروں کو آخرت میں رحمت کی بو بھی نہ پہنچے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انه لا يائس من روح الله الا القوم الكافرون

میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہ ہوگا

اور اللہ نے ''رحمتی وسعت کل شئی'' کے بعد اسی آیت میں فرمایا ہے ''فسا کتبھا للذین یتقون و یوتون الزکوٰۃ والذین هم با یتنا یومنون''۔ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ شیخ ابن عربی نے آیت کے اول حصہ کو پڑھا اور آخری حصہ پر نہ غور کیا اور نہ ہی عمل اور اللہ کریم مزید فرماتا ہے:

www.mujaddidway.com

ان رحمت الله قريب من المحسنين

اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

اور مزید ارشاد ہے:

فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله پس ہرگز گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا۔ اس آیت میں یہ خلاف وعدہ اور خلاف وعید کی مکمل نفی ہے اور شیخ کے قول کی ہرگز موید نہیں اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے (یعنی وعدہ خلافی سے پاک ہے) یعنی حق تعالیٰ کو ازل سے ہی معلوم تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس معلوم کے کسی مصلحت کے لئے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا اس امر کا تجویز کرنا بہت ہی برا ہے اللہ امکان کذب کے عیب سے بھی پاک ہے اور منزہ ہے لہذا کفار کے لئے دائمی عذاب کا انکار اور اس امر پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی کشف ہے جو صریحاً خطا پر مبنی ہے اور اجماع مسلمین کے مکمل برخلاف ہے۔[1]

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۶۶

☆ حضرت مجدد میر نعمانؒ کے نام لکھتے ہیں:

''صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کو ترک کرتا ہے وہ صفات صمدیت سے متحقق ہوتا ہے اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے''۔

اس قسم کی باتیں (روزہ کو نماز سے افضل جاننا) اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہے اور ایسی باتوں کا بولنا نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ہے اور نماز کے مخصوصہ کمالات سے لاعلمی ہے جبکہ ارشاد نبوی ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور ارشاد ہے اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ سب زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے تو غیر و غیریت کی بات نامناسب اور صواب سے دور ہے۔[۱]

میر نعمان کے نام رقمطراز ہیں:

اور میں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قدس سرہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔ کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض اولیاء کرام کو کہ ان سے بکثرت خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہے اپنے

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۲۶۱

www.mujaddidway.com

آخری وقت میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوئے ہیں اور
تمنا کرتے ہیں کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے
اور اگر فضیلت خوارق کے ظہور کی کثرت کے اعتبار سے ہوتی تو
وہ اس معنی پر نادم نہ ہوتے''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اسے درست کہا ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب عوارف المعارف سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ تمام خوارق وکرامات اللہ تعالیٰ کی بخشش ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ کچھ لوگوں کو ان کا کشف عنایت فرماتے ہیں اور یہ دولت سپرد
کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ان سے بھی بلند
مرتبہ ہوتے ہیں اور ان کو کرامات وخوارق میں سے کچھ بھی نہیں
دیتے اس لیے کہ سب کرامات یقین کی تقویت کے لیے عطا
فرماتے ہیں اور جس آدمی کو خالص یقین دیا گیا ہے اس کو ان
کرامات کی حاجت نہیں ہوتی اور یہ تمام کرامات ذکر ذات سے
اور اسی طرح جو ہر قلب سے کمتر ہیں۔[1]

میر نعمان کے نام لکھا:

''اور آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی عبادت کے

---

[1] مکتوبات امام ربّانی، دفتر دوم، مکتوب:۹۲

معنی پوچھے ہیں کہ عارف کے لیے دعا نہیں ہے''

میرے بھائی یعنی وہ دعا جو مصیبت کو دور کرے وہ عارف سے

مطلوب ہے کیونکہ عارف جب مصیبت کو محبوب کی طرف سے

سمجھتا ہے اور محبوب کو مراد تصور کرتا ہے تو اس کے دفعیہ کے لیے

کیونکر دعا کرے گا اور کس طرح سے چاہے گا کہ یہ بلا دور ہو

اگرچہ وہ ظاہر طور پر دفع بلا کی دعا زبان پر لائے اور وہ بھی تعمیل

ارشاد کے طور پر۔

ارشاد حق تعالیٰ ہے:

ادعونی اسْتَجِب لکم لیکن وہ حقیقت میں کچھ نہیں اور جو

کچھ اسے پہنچ رہا ہے اس سے وہ لذت حاصل کرتا ہے گویا کہ شیخ

کا یہ قول بہت ہی خوب ہے۔[1]

مکتوبات امام ربّانی کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد میں نے دونوں بزرگوں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے الگ الگ نظریات، معتقدات اتفاقات اور اختلافات پر تفصیلی جائزہ سپرد قلم کیا ہے تاکہ قارئین وناظرین دونوں بزرگوں کے بارے میں حقیقت نفس الامری سے آگاہ ہوں اس سلسلہ میں میرا حتمی تجزیہ حسب ذیل ہے:

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر سوم، مکتوب:۱۵

(i) شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ عظیم عالم اور عارف ہیں اور مکشوفات میں ان کی بڑی شان ہے نہوں نے جو سمجھا دیکھا، مشاہدہ کیا اور جو کچھ ان پر مکشوف ہوا انہوں نے اسے سپر دتحریر کردیا جیسا کہ ان کی کتب میں بالتصریح موجود ہے وہ اس سلسلہ میں یعنی کشف محجوبات میں اولین حیثیت رکھتے بلکہ بانیوں میں سے ہیں۔نظریہ وحدت الوجود ان کا حصول اور دریافت ہے اور ان کے متبعین کے فرمودات کی روشنی میں وہ اسی نظریہ پر قائم رہے اور شاید اس نظریہ سے رجوع نہ فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے متبعین ان کے پُر جوش حامی اور موید ہیں

(ii) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عظیم عالم و عارف اور صاحب کشف ہیں اور مکشوفات میں ان کی ایک خصوصی عظمت ہے جو ان کے انداز واسلوب بیان سے واضح ہے اور ان کے کلام کا سمجھنا دشوار بھی ہے اور آسان بھی۔ دشوار اس لیے کہ عارف کامل کی باتوں تک رسائی بدون علم اور عمیق توجہ کے ممکن نہیں ہے اور انہوں نے بھی پورے اخلاص سے نظریہ وحدت الوجود کے حوالے سے جو خامی یا کوتاہی یا نارسائی یا خطاء کشفی محسوس کی ہے بے لاگ بیان کردی ہے اور نظریہ وحدت الشھود کی برتری واضح کی ہے۔

(iii) دونوں بزرگ شریعت کے پابند ہیں لیکن حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر شریعت اور اس کے احکام کی نہ صرف گہری چھاپ ہے بلکہ ان کی ژرف نگاہی اور دائرہ شریعت کی سخت پابندی لاجواب ہے وہ طریقت کے امور کو شریعت کی روشنی میں ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں اور اس سے سرِ مُو تجاوز کو ہلاکت سمجھتے ہیں اور ہر وہ بات جو شرع سے متصادم یا اس کی روح کے منافی ہے اس کی بھرپور دلائل کے ساتھ اس مصلحانہ انداز میں تردید کرتے ہیں کہ بین الفریقین کسی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی وہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بھی ہیں

www.maktabah.org

ان کی عظمت و بزرگی کے قائل بھی ہیں اور ان کے بعض مکشوفات اور اقوال کے عظیم ناقد بھی ہیں۔

(iv) دونوں بزرگوں کا اختلاف اجتہادی نوعیت کا یا اس جیسا ہے جس سے خطا پر اکہرا ثواب ہے اور صواب پر دوہرا اجر ہے مجتہد مخطی نہ تو قابل ملامت ہے اور نہ ہی عنداللہ قابل مواخذہ ہے کہ دونوں کا ماخذ ایک ہی ہے اور رائے کا اختلاف اپنی اپنی تحقیق پر اعتماد ہے لہٰذا کسی قسم کا طعن خرابی و ہلاکت ہے کہ وہ دونوں مقبولان بارگاہ رب العزت سے ہیں اکابر اولیاء کاملین سے ہیں اور اللہ کے دوستوں کی عداوت و دشمنی اور یونہی بدظنی و بدگمانی گویا ذات باری سے جنگ ہے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں حفظ مراتب کی مکمل پاسداری کی ہے لیکن احقاق حق کے وقت وہ ذاتی نہیں علمی و تحقیقی گفتگو فرماتے ہیں ان کی نشتریت لذت و درد سے بھرپور ہے جس پر قاری داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(v) تقابلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے کشف میں خطا واقع ہوئی ہے اور بعض امور پر ان کا موقف کتاب و سنت سے متصادم یا ناموافق ہے جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب گرفت کی ہے اور حق و باطل میں غلط و صحیح میں امتیاز کر دیا ہے ظاہر ہے ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے یونہی تمام اصحاب کشف یکساں نہیں اور مکشوفات میں خطا غلبہ سکر یا غلبۂ محبت کی وجہ سے ہے اور دولت اخلاص میں ہرگز کمی نہیں اور جس حقیقت تک رسائی ہوئی وہ فضل ربی، عنایت الٰہی اور خصوصی مہربانی ہے۔

ناظرین دونوں بزرگواروں کے بارے میں ان دو باتوں پر خصوصی توجہ رکھیں

www.maktabah.org

اوّل کشف شریعت میں نہ تو حجّت ہے اور نہ قابل اتباع البتہ حقی کشف تو درست ہے لیکن یہ طریقت میں ہے اور یہ فضل ربی ہے اور اسے بھی حجت نہیں مانا گیا اگر شریعت کے موافق ہو تو قبول میں حرج نہیں

دوم شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ صفات الٰہیہ کو عین ذات مانتے ہیں اور صفات ایک دوسرے کی بھی عین ہیں جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صفات نہ تو عین ذات ہیں نہ غیر ذات ہیں بلکہ ذات کا مقتضٰی ہیں اور حضرت مجدد اس پر ہی کار بند ہیں۔

راقم الحروف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ مرید ہے اور تمام سلاسل کے مشائخ کا محبّ و نیاز مند ہے اور یونہی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح عقیدت و وابستگی رکھتا ہے لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ حق حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے اور آپ کی شخصیت حقائق شریعت و دین کی ترجمان ہے اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کشفی خطائیں ان کے مرتبہ و مقام کو ہرگز متاثر نہیں کرتیں کشف اولیاء یا الہام غیر انبیاء شرع میں ہرگز معتبر نہیں مانا گیا اس لیے کہ انبیاء اصحاب وحی اور معصوم ہیں اور جو کچھ وہ فرمائیں وہ لاریب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے ہے جس میں کسی خطا کی گنجائش نہیں اور صاحب کشف خطاء سے محفوظ نہیں اور حفاظت اسی کو حاصل ہوگی جو کتاب و سنت کے دائرہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر حال میں شرع کا پابند رہے تو جو پابندی شرع پر قائم ہے وہ دائرہ حفظ میں آجاتا ہے اور خطاؤں سے خواہ کشفی ہوں یا غیر کشفی محفوظ ہوجاتا ہے کہ حصار شریعت سے بڑھ کر کوئی شے اسے محفوظ نہیں بناتی اسی لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ بلند اور ان کی تحقیق شک و شبہ سے پاک ہے اور دین متین کی نورانیت سے لبریز ہے اور اصحاب سلوک کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور ہدایت کا منارہ نور ہے اور حصول مطلوب و

www.maktabah.org

مقصود کا کامل ذریعہ ہے۔ یا الہٰی ہمیں حق کو حق دکھا اور باطل کو باطل اور حق کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما (آمین بجاہ سید المرسلین)

www.mujaddidway.com

مجددی تحریک اور اس کے اثرات

پروفیسر محمد اقبال مجددی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ (۹۷۱۔ ۱۰۳۴ھ/۱۵۶۳۔۱۶۲۴ء) کا زمانہ حیات کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی بے چینی اور معاشرتی انتشار پھیلانے والی ایسی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیر پاکستان و ہند کا رخ کیا جن کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، بدقسمتی سے انہی ایام میں ہندوستان میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) اور اس کے حواریوں کے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کے لیے زمین ہموار کی جا رہی تھی، اکبر بادشاہ ابتداء میں دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا وہ علماء کی بہت تعظیم وتوقیر کرتا تھا اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر با اختیار بنا دیا تو علماء فقر وقناعت سے نکل کر امراء کے زمرہ میں آ گئے، انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین اسلام سے منحرف کر دیا، چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لئے قدرتی طور پر دوسرے فرقوں خصوصاً شیعہ علماء نے بھی اس قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہد کر لیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے نہ ہٹا دیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور حب جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فکر مند رہنے لگا۔ ان دنوں جو افسوسناک واقعات پیش آئے ان میں اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ یعنی

ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل وتحقیر تھی ہوا یوں کہ شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو لے کر صدر الصدور شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگ دستی کی شکایت کرتے ہوئے ان سے صرف ایک سو بیگھ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کر تم بدعقیدہ ہو اپنے در سے نکال دیا۔اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا کہ:

اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی۔[۱]

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کے لیے منصوبہ تیار کرلیا۔اس سارے ڈرامے کی روح رواں ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے (ابوالفضل اور فیضی) تھے،انہوں نے ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء کو ایک محضر نامہ تیار کیا[۲] جس کی رو سے اکبر بادشاہ کو اعدل،اعقل،اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کر اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کروالیا۔شیخ مبارک ناگوری نے اس محضر کے نیچے یہ لکھا کہ میں اس بات کا دل و جان سے خواہشمند تھا اور سالہا سال سے اس کا منتظر تھا، بادشاہ کو فتویٰ دینے کا اختیار مل گیا۔تو پھر اجتہاد کی راہیں کھل گئیں امام کی رائے مستند سمجھی گئی ،کسی کی مخالفت باقی نہ رہی تحلیل وتحریم کا اختلاف ختم ہو گیا شریعت کے مقابلہ میں امام کی رائے کو فوقیت

---

۱ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/۶۸۔۶۹

۲ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ۲/۲۷۱۔۲۷۲، نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲۴۳۔۲۴۴۔

حاصل ہوگی۔[۱] یہ بدایونی کا بیان ہے جو بالکل درست ہے جس کی تصدیق محضر کے محرک اور دین الٰہی کے بانی شیعہ خانوادہ کے رکن ابوالفضل کی تحریرات سے ہوتی ہے کہ جو لوگ مشرب نصیری[۲] اور حسین بن منصور حلاج کے مسلک کے تھے انہوں نے (دین الٰہی) قبول کرلیا۔ اور پرانی رسم کے لوگ (مقلدین اہل سنت) یاوہ گوئی کرنے لگے۔ اور انہوں نے ہر طرف شورش برپا کردی۔[۳]

اب ان باہم دست وگریبان ''دین فروش''[۴] علماء کا اقتدار ختم ہوگیا۔ کاش یہ علماء خداترس ہوتے اپنے عمل، کردار اور تقویٰ سے جب کہ انہیں بادشاہ کی تائید وحمایت بھی حاصل تھی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک مثالی اسلامی مملکت بنادیتے، لیکن ان کی حب جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالات سے دوچار کردیا۔ اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے، ان باطل فرقوں میں سے جو ہندوستان آئے فرقہ نقطویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے، ان کے نزدیک نماز حج اور قربانی، بے عقلی کے مترادف تھی، طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا

---

۱ بدایونی ۲/۲۷۰۔۲۷۲۔

۲ نصیریہ۔ شیعوں کا ایک اہم فرقہ ہے اس کے ماننے والے تثلیث، الوہیت، اور تناسخ پر یقین رکھتے ہیں (فرہنگ فرق اسلامی ۴۴۲، اکبر نامہ کے انگریزی مترجم بیورج نے نصیریہ پر ایک قابل توجہ نوٹ دیا ہے ۳/۳۹۷)

۳ ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/۲۷۱

۴ عبارت خانہ کے مباحث میں شریک علماء کے لیے ''دین فروشان'' کی اصطلاح معاصر ماخذ منتخب التواریخ (۲/۳۰۸) سے ماخوذ ہے۔

www.mujaddidiyah.com

کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لئے اب نئے دین کی ضرورت ہے۔[۱] گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کے لیے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کئے جائیں، نقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علماء تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا، ان میں سے کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہوگئے، ان میں شریف آملی بڑا باکمال عالم تھا، ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کے لئے ہموار ہو چکے تھے، اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، اکبر بادشاہ اسے اپنے مرشدوں کی طرح مانتا تھا، خود ابوالفضل کی اس فرقے کے ساتھ ہم آہنگی تھی۔

شریف آملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کی ترغیب دی، نقطوی فرقہ کے داعیوں نے ہندوستان آ کر ''الف ثانی'' کے لیے نئے دین اور نئے آئین کے لیے راہ ہموار کی، جب انہیں اکبری دور کے علماء سوء کی تائید وحمایت حاصل ہوگئی تو انہیں اس کے پورے مواقع ملے اور ان کے عقائد اکبر کے دین الٰہی میں جلوہ گر ہوگئے۔

---

[۱] نقطوی فرقہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نذیر احمد: اکبری دور کا فارسی ادب، مقالہ مشمولہ (رسالہ) تحقیق، شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی۔ ش ۷، ۱۲، ۱۳، فکر ونظر، علی گڑھ، ۱۹۶۰/۲ء Nizami,K.A:Akbar and Religion, p:58-61
صادق کیا: نقطویان یا پسیخوانیان۔ تہران، ۱۳۲۰ش۔

www.mujaddidiway.com

یہ اس فرقہ کے افکار کا اثر تھا کہ اکبر بادشاہ نے ۲۸ سال جلوس (۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء) کو یہ فرض کرلیا کہ حضور نبی آخرالزمان ﷺ کی بعثت کے ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور اب دین اسلام کی مدت بھی ختم ہوگئی ہے۔علماء و مشائخ کا اقتدار بھی ختم کر دیا گیا ہے۔اب اس نے ارکان اسلام کو باطل قرار دے کر مہمل اور لغو احکام جاری کرنا شروع کر دیئے[1] محضر نامہ پر نوٹ لکھتے ہوئے شریعت اسلامی کی منسوخی پر ملا مبارک ناگوری نے جس طرح خوشی کا اظہار کیا تھا ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت اخوند رو ویزہ جیسے حمیت دین رکھنے والے عالم و صوفی نے تذکرۃ الابرار والاشرار میں قبائلی علاقوں میں ایسے بہت سے قطبوں،غوثوں اور نبیوں کے نام اور عقائد بتائے ہیں جو ایسے خیالات کا اظہار کرتے پھرتے تھے جس سے معاشرے میں الحاد و بے دینی کے اثرات بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے،اکبری عہد میں تالیف ہونے والی کتاب بازنامہ میں اکبر بادشاہ کو ''قطب الاقطاب'' کے منصب پر فائز بتایا گیا ہے، جو انہی خود ساختہ قطبوں اور غوثوں کے افکار کا پرتو معلوم ہوتا ہے۔

اب آہستہ آہستہ اسلام کے خلاف اتنا مواد ان مخالفین نے اکبر کے لیے جمع کر دیا کہ اسے باطل قرار دینے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ رہی۔[2] پابندی

---

[1] بدایونی: منتخب التواریخ ۲/۳۰۰۔۳۰۱ (اس کتاب میں اکبر کے وہ تمام خلاف اسلام احکام درج ہیں جو اس نے آغاز جلوس مذکور میں جاری کرنا شروع کیے تھے۔

[2] ایضا ۲/۲۶۲ (اکبر کے خلاف اسلام احکام کے اجراء کی تاریخ ''احداث بدعت'' سے اخذ کی گئی ایضاً ۲/۳۱۳)

www.mujaddideway.com

شرع شریف کو تقلید کا نام دیا گیا، علمائے حق کو مقلدین کہہ کر شریعت کی پابندی کی فضا کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا۔ اور اس کے مقابلہ میں اکبر کی بارگاہ کو ہفت اقلیم کا وطن اور دانایان ملل ونحل کا مرکز قرار دیا گیا۔[۱]

نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیہی کاشی[۲] نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا جس میں اس نے کہا کہ بادشاہ تقلید پرستوں کو ختم کردے تاکہ حق اپنے مرکز پر پوری طرح استوار ہو جائے اور خالص توحید کو رواج ہو۔[۳]

پابندیٔ شرع کے ماحول میں قرآن مجید کو جو مرتبہ حاصل تھا ظاہر ہے وہ جاتا رہا، اب دربار میں اس مقدس کتاب سے کوئی رشتہ باقی نہ رکھا گیا۔ بلکہ ہندوؤں کی مشہور کتاب مہا بھارت کا (۹۹۰۔۹۹۵ھ/۱۵۸۲۔۱۵۸۷ء) پانچ سال کی محنت شاقہ کے بعد اکبر کے حکم سے فارسی ترجمہ مکمل ہوا تو، تو علامی ابوالفضل نے اس پر دو جز کا ایک خطبہ لکھا جو بقول بدایونی ''الکفریات والحشویات''[۴] پر مشتمل تھا۔ اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا اکبر نے اُسے مصور بھی کروایا پھر اس نے امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر برکت حاصل کریں۔[۵]

---

۱ ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/۲۵۲۔۲۵۳

۲ تشبیہی ایران کا باشندہ تھا نقطوی ہونے کی وجہ سے وہاں سے فرار ہو کر ہندوستان آ گیا۔ وہ خود کو بڑا مجتہد سمجھتا تھا، اور ابوالفضل کی وساطت سے اکبر سے متوسل ہوا تھا۔ (منتخب التواریخ ۳/۲۰۴۔۲۰۶)

۳ بدایونی، منتخب التوریخ ۳/۲۰۴

۴ ایضاً ۲/۳۲۱

۵ ایضاً

www.mujaddidiway.com

جب اکبر اپنے دین الٰہی میں کامل ہو گیا تو اس کے حواریوں نے علمائے حق جنہیں وہ ''تقلید پرست، منتسبان کیش احمدی، پیروان کیش احمدی، گرفتار زندان تقلید اور سادہ لوحان تقلید پرست کے القاب سے یاد کرتا ہے۔[۱] کی مخالفت کے خوف سے بچنے کے لیے اسے سمجھایا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرنے کی بجائے ''خلیفۃ اللہ'' ہونے کا اعلان کر دے چنانچہ اکبر نے باقاعدہ اپنا کلمہ وضع کیا جس کے الفاظ یہ تھے:

لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ[۲]

لیکن اکبر کے چیلہ خاص ملا شیری نے ان حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک قطعہ لکھا تھا جس کے ایک شعر سے عیاں ہوتا ہے کہ بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا:

پادشاہ امسال دعویٰ نبوت کردہ است

گر خدا خواہد پس از سالی خدا خواہد شدن[۳]

اکبر نے عوام کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لیے لفظ نبی یا نبوت کا استعمال نہ بھی کیا ہو منصب نبوت کی توہین ضرور کی، بدایونی نے صاف لکھا ہے کہ مسلمانان ہندو مزاج نبوت کی قدح کرنے لگے ہیں:

---

[۱] علمائے حق کے لیے ابوالفضل یہ القاب مہابھارت کے مقدمہ اور آئین اکبری میں جابجا اس وقت استعمال کرتا ہے جب شریعت اسلامیہ اور علمائے کرام کی توہین کر رہا ہوتا ہے۔

[۲] بدایونی، منتخب التواریخ ۲/۲۷۳ (بدایونی کو اکبر کا مخالف مورخ کہہ کر اسے رد نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ابوالفضل (درباری مورخ) اکبر کو خلیفۃ اللہ، ہادی علی الاطلاق ومہدی باستحقاق'' لکھتا ہے (مہابھارت، مقدمہ ص ۵)

[۳] بدایوانی: منتخب ۲/۳۰۹

www.mujaddidway.com

مسلمانان ہندومزاج قدح صریح درنبوت می کردند۔[۱]

ان آزاد خیال علماء کی صحبت کے جہاں بہت سے منفی اثرات مرتب ہوئے وہاں اکبران علماء کی تقلید کی مخالفت سے یہ سمجھا کہ اسلام کی پیروی کرنا محض تقلید پرستی ہے۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ اس عہد کے قاضی نصیرالدین ہندی[۲] نے مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا اور مجتہدین مطلق (ائمہ اہل سنت) پر لعن طعن کرتا تھا اس کے معاصر شیخ علم اللہ جو محدث ومفسر بھی تھے نے فتویٰ دیا کہ جو شخص قاضی نصیرالدین کو قتل کرے گا اسے غازی ہونے کا ثواب ملے گا۔[۳]

علمائے حق ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ان مجاہد علماء کی دو قسمیں تھیں:

اول: وہ جنہوں نے علانیہ اکبر کے معتقدات کے خلاف آواز بلند کی اور وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

دوم: وہ علماء جو خاموشی اور سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے اور تلوار کی بجائے فکری انقلاب کے ذریعہ حالات میں تبدیلی چاہتے تھے۔

اکبر کے نئے مذہبی رجحانات اور عقائد اسلام کے خلاف اس کے اقدامات سے سارے ملک میں شورش کے آثار نمایاں ہوئے لیکن عوام اس جابر بادشاہ کے

---

[۱] ایضاً ۲/۲۶۹

[۲] قاضی نصیر کی وفات ۱۰۳۱ھ کو ہوئی، محدث بود ومنکر قیاس، باجتہاد خود عمل می نمود (تاریخ محمدی ۱۶۲/۵/۲)، قاضی نصیر کے خلاف فتویٰ قتل صادر ہوا تھا لیکن وہ شیخ عیسیٰ جنداللہ کی مداخلت سے بچ گئے (برہانپور کے سندھی اولیاء ۴۵) حالات کے لیے دیکھئے مراۃ العالم ۲/۴۴۱۔

[۳] محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی (طبقہ نہم) ۵۱

www.mujaddidiway.com

سامنے زبان نہیں کھول سکتے تھے، اکبر کے مذہبی افکار کی مخالفت کرنے والے اکثر علماء کو ملک بدر کر دیا گیا یا وہ قتل کر دیئے گئے۔

اس سلسلے میں میراں صدر جہاں پہانوی اور بخشی نظام الدین احمد کے مابین ایک دلچسپ مکالمہ ہوا کہ اکبر نے کچھ علماء کو ہندوستان سے مکہ مکرمہ بھیج دینے کا حکم دیا تو نظام الدین احمد نے ان کی فہرست مرتب کی ایک دن صدر جہاں کہنے لگے کہ اس فہرست میں کہیں میرا نام تو شامل نہیں ہے؟ بخشی نظام الدین احمد نے جواب دیا کہ آپ کو بادشاہ کیونکر ملک سے باہر بھیجنے لگا کہ آپ کی زبان سے کبھی کلمۂ حق نکلا ہی نہیں جو اخراج کا سبب بنتا۔[۱]

---

[۱] بدایونی: منتخب التواریخ ۱۴۱/۳۔۱۴۲

میراں صدر جہان پہانوی ایک ذی علم بزرگ تھے۔ اکبری عہد میں مدتوں لشکر میں قاضی رہے، حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

بختاور خان: مراۃ العالم ۴۳۵/۲، عبدالحی حسنی: نزہتہ الخواطر ۱۷۸/۵، محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی ۴۷/۹

عبدالقادر بدایونی نے میراں صدر جہاں کی دنیا داری اور حب جاہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انہوں نے شعر گوئی سے توبہ کر لی ہے اور امید ہے کہ اسی طرح وہ ''لاف وگزاف'' سے بھی توبہ کر لیں گے (منتخب ۱۴۲/۳) جب جہانگیر کا عہد حکومت آیا اور حالات میں تبدیلی ہوئی تو انہوں نے بھی مذہبی بے راہ روی سے توبہ کر لی ہوگی حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب ان کے نام ہیں جن میں انہیں مذہبی حمیت کا حامل بتایا گیا ہے جو ان کے تائب ہونے کا ثبوت ہے ان مکاتیب کا تعلق عہد جہانگیری سے ہے۔ میراں صدر جہاں ۱۰۰۴ھ کو اپنے دو فرزندوں سمیت اکبر کے دین الٰہی میں داخل ہوئے (بلوخمان ۲۱۸/۱، ۵۲۲)

میراں صدر جہان کا ۱۲۰ سال کی عمر میں ۱۰۲۷ھ کو انتقال ہوا (تاریخ محمدی ۱۴۲/۵/۲) حضرت خواجہ باقی باللہ نے لکھا ہے کہ میراں صدر جہاں کو ان کی استدعا پر ذکر و مراقبہ کی تعلیم دی گئی ہے، اب انہیں تصحیح حال کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے پاس بھیجا گیا ہے (رقعہ نمبر ۱۷)

www.maktabah.org

ان مجاہد علماء کی کوئی مکمل فہرست تو اس عہد کی معروف کتب تاریخ میں محفوظ نہیں ہے البتہ چند امراء و علماء جن کے خلاف اکبر نے کاروائی کی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

قطب الدین محمد خان، شہباز خان اور دوسرے امراء نے بادشاہ کو اسلام کے خلاف اقدام کرنے سے روکنے اور سمجھانے کی کوشش کی تو اکبر نے اس پر جواب دیا کہ اگر تم لوگوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں تو نجاست سے آلودہ جوتے تمہارے منہ پر مارے جائیں گے۔[۱]

علماء میں سے جونپور کے قاضی القضاۃ ملا محمد یزدی نے اکبر کے خلاف بغاوت کی اور جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا:

فتویٰ بوجوب خروج وبغیٰ بر بادشاہ داد[۲]

محمد معصوم کابلی، محمد معصوم فرنخودی، میر معز الملک، نیابت خان اور عرب بہادر ہاتھوں میں تلواریں لے کر میدان میں نکل آئے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے ملا محمد یزدی اور میر معز الملک کو کسی تقریب سے جونپور سے بلا بھیجا جب آگرہ سے چند کوس کے فاصلے پر فیروز آباد کے قریب پہنچے تو حکم دیا کہ ان کو سواروں سے الگ کر کے کشتی میں سوار کر کے دریائے جون کے راستے گوالیار لے جایا جائے اس کے بعد پھر حکم دیا کہ انہیں ختم کر دیا جائے۔

اینہا را ضائع سازند[۳]

۱۔ بدایونی: منتخب ۲/۲۷۳۔۲۸۳

۲۔ ایضاً ۲/۲۷۷

۳۔ ایضاً ۲/۲۷۷ بنگال کے قاضی کمال الدین مانک پوری نے اس بغاوت میں محمد معصوم کابلی کا ساتھ دیا تھا اس لیے انہیں قلعہ گوالیار میں قید کے لیے بھیجا تو راستے میں ان کا انتقال ہو گیا (اطہر مبارکپوری: دیار پورب میں علم اور علماء ۷۸)

www.maktabah.org

اس حکم پر ان دونوں کو ایک پرانی کشتی میں بٹھا کر ''گرداب فنا'' کے سپرد کر دیا گیا۔

اس کے چند ہی دن بعد قاضی یعقوب کو بنگال سے طلب کر کے اسی طرح مروا دیا گیا۔ اس طرح بعض دیگر ان علماء (ملایان) کو بھی جن سے اکبر کو ''بے اخلاصی'' کی بو آتی تھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔[1]

لاہور کے اکابر علماء کو بھی جلا وطن کر دیا گیا۔ ان میں سے قاضی صدر الدین لاہوری کو بھڑوچ (گجرات)، ملا عبدالشکور کو جونپور، ملا محمد معصوم کو بہار اور شیخ منور لاہوری کو مالوہ جلاوطن کر دیا اور اس صوبہ کی صدارت انہیں تفویض کی گئی۔[2]

اب ان کی جگہ جن اصحاب نے لی ان کا کردار یہ تھا کہ لاہور کے مفتی شر پسند اور محتسب ایسے مکار کہ شیطان سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

ملا مبارک ناگوری کے فرزند زیرک، دین الٰہی کے محرک اور تفسیر سواطع الالہام کے مصنف فیضی کی اسلام دشمنی کے شواہد عبدالقادر بدایونی کی زبانی قارئین کے لیے قابل قبول نہ ہوں تو اس عہد کے نامور عالم و محدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ملاحظہ ہو جس میں آپ نے لکھا ہے کہ باہمہ فضل و کمال فیضی نے اس وقت ''کفر و ضلالت'' کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے اور:

> ''حیف کہ بہ جہت وقوع و ہبوط در بادیۂ کفر و ضلالت رقم انگار دو ادبار بر ناصیۂ احوال خود کشیدہ، زبان اہل دین و ملت جناب نبوت را از بردن نام وی و نام جماعت شوم وی باک است''[3]

---

[1] [2] ایضاً ۲/۲۷۷

[3] عبدالحق محدث: فہرس التوالیف (بحوالہ حیات شیخ عبدالحق از نظامی ۲۴۳)

ان غیر یقینی حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آ گئی تھیں ایک وہ جماعت تھی جس کا تذکرہ مندرجہ بالا اقتباس میں حضرت شیخ محدث نے فرمایا ہے یعنی ''جماعت شوم'' یہ وہ مسلمان تھے جنہیں اس عہد کی اصطلاح میں ''مسلمانان ہندو مزاج'' کہا گیا تھا دوسری جماعت علمائے حق کی تھی جو شریعت اسلامیہ کی ترویج اور ملک میں اسلامی حکومت چاہتی تھی۔

ساری کشمکش ان دونوں جماعتوں کی تھی اول الذکر پارٹی کے سرگرم رکن فیضی نے صدر الصدور کی عدالت میں قسم کھا کر کہا تھا کہ ''میں تم سے ایسا بدلہ لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنی جائے گی''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ابھی آپ نے پڑھا کہ اس جماعت شوم کے کردار سے ہندوستان کی مسلم معاشرت پر کتنے منفی اثرات مرتب ہوئے۔

دوسری جماعت علمائے حق کی تھی ان میں سے پہلی قسم کے علماء نے علی الاعلان بادشاہ کے خلاف بغاوت کی تو انہیں موت کی نیند سلا دیا گیا۔ راسخ العقیدہ علماء کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو ان بدلے اور بگڑے ہوئے مذہبی و معاشرتی حالات کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا ان حالات میں علانیہ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا موت کو دعوت دینے کے برابر تھا ان حضرات نے دانشمندی اور رازداری کے ساتھ فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لئے کوششوں کا آغاز کیا۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء کو افغانستان و سمرقند سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی تشریف لائے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور دین دار امراء، علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کر کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد آپ

www.mujaddidiway.com

نے نواب مرتضٰی خان فرید بخاری، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بعض دیگر اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز فرمایا لیکن صرف چار سال بعد ہی ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء کو آپ کا وصال ہو گیا تو تبلیغ دین کی جو شمع آپ نے روشن کی تھی وہ آپ کے ان مخلصین نے جلائے رکھی۔ اب ذہنی وفکری انقلاب کی کمان حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب مرتضٰی خان فرید بخاری نے سنبھال لی۔

اگر اکبری عہد کی مختلف مذہبی تحریکوں کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اس عہد کا سب سے اہم مسئلہ حضور نبی کریم ﷺ کا مرتبہ و مقام متعین کرنا اور اسے برقرار رکھنا تھا۔ نظریۂ مہدویت، عقیدۂ امامت، نظریۂ الفی اور دین الٰہی کی تحریکوں نے کسی نہ کسی طرح سید الانبیاء آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام پر ضرب لگائی تھی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث کا یہ بڑا عظیم کارنامہ ہے کہ ان حضرات نے نبی آخر الزمان ﷺ کے اس ارفع ترین مقام کی ایسی اور اس انداز سے وضاحت کی اور اس سلسلہ کی تمام گمراہیوں اور ضلالتوں پر ضرب کاری لگائی۔[۱]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان روح فرسا حالات سے پریشان ہو کر حجاز مقدس چلے گئے تھے، مکہ مکرمہ میں آپ کے استاد ایک بے مثل ہندوستانی عالم شیخ عبدالوہاب متقی تھے جو ہندوستان میں مذہبی ماحول کی تبدیلیوں اور یہاں کے علماء کے

---

[۱] ابوالفضل نے تقلید کو ''تاریکی'' اور آزاد خیالی والحاد کو ''تحقیق'' کا نام دیا ہے (اکبرنامہ ۲۵۳/۳)

کردار سے بخوبی واقف تھے اور انہیں احساس تھا کہ وہاں کی مسلم معاشرت کو کیسے اور کس طرح گمراہی کی اس دلدل سے نکالیں۔ درس کے دوران ہی انہوں نے اپنے حوزۂ علمیہ میں سے حضرت شیخ عبدالحق کو یہ کہہ دیا کہ:

''دہلی واپس جاؤ کیوں کہ دہلی تمہاری جدائی میں نالاں ہے''[۱]

آپ ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء کو ہندوستان پہنچے، آپ نے ایک جامع پروگرام مرتب فرما کر درس وارشاد کا آغاز فرمادیا اور اس تاریکی اور بے راہ روی کے ماحول میں شریعت وسنت کی آواز بلند ہوئی، جلد ہی آپ کو اس پریشانی سے نجات ملی جو حجاز مقدس جانے سے قبل آپ پر طاری تھی کیوں کہ اب آپ ان گمراہیوں کی مدافعت کی قوت اپنے اندر محسوس کررہے تھے۔ اور اب آپ نے اپنی راہ عمل متعین کرلی تھی اور علوم دینیہ کا جو بیش بہا سرمایہ آپ حرمین الشریفین سے لائے تھے اسی کو اس مذہبی انتشار کو دور کرنے کے لیے محاذ کے طور پر استعمال کیا۔

آپ اس کار خیر میں ہمہ تن مصروف تھے کہ ٹھیک آٹھ سال بعد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ دہلی تشریف لائے اور اصلاح احوال کا آغاز فرمایا تو آپ اس تحریک احیاء دین کے سرگرم ترین رکن ثابت ہوئے، آپ نہایت متانت اور سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے رہے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم علیہ الرحمۃ نے عالم رؤیا میں ان پر نزول فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں جا کر اخذ فیض کریں، شیخ محدث کے ایک شاگرد اس کے راوی ہیں کہ جب

---

[۱] نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق ۴

حضرت خواجہ دہلی آئے تو ''مستعدان وخدا پرستان عالی فطرت'' (علمائے حق) آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہوگئے، فرماتے ہیں:

''چوں در ہزار وہشت حضرت قطب العارفین خواجہ محمد باقی اویسی نقشبندی قدس سرہ بدار المعارف دہلی تشریف ارزانی فرمود و مستعدان و خدا پرستان عالی فطرت گرد آں مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند حضرت مخدوم (شیخ عبدالحق) را فراوان محبت و اخلاص بحضرت خواجہ پیدا شد بعد از اشارت از حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین جیلانی قدس سرہ اخذ طریقہ نمودہ بطریقہ نقشبندیہ مشغول شد و بعد از چندگاہ اجازہ ارشاد طریقہ نقشبندیہ از آنحضرت یافت''[۱]

حجاز مقدس سے رخصت ہوتے وقت شیخ عبدالوہاب متقی نے ان سے فرمایا تھا کہ تم جہاں بھی رہو گے حضرت غوث اعظم کی روحانیت تمہارے ساتھ ہوگی۔[۲] بالکل یہی معاملہ یہاں درپیش ہوا حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد ان دونوں حضرات نے علوم دینیہ کے احیاء اور ترویج شریعت کے لیے اپنی کوششیں مزید تیز کردیں اکبر اور مسلمانان ہندو مزاج کے زیر اثر پاکستان و ہند کے علماء کی تمام تر توجہ فلسفہ اور علم کلام پر مرکوز ہوگئی تھی اور قرآن، حدیث اور فقہ کو اس زمانے کے نصاب میں ثانوی حیثیت دی گئی تھی، بدایونی کا بیان ہے کہ فقہ تفسیر اور حدیث کے پڑھنے کو

۱۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری طبقات شاہ جہانی (طبقہ ۱۰،ص ۴)، کلمات الصادقین ۱۴۹

۲۔ عبدالحق محدث: زاد المتقین (بحوالہ حیات شیخ عبدالحق ۱۲۳)۔

www.maktabah.org

''مطعون ومردود'' قرار دیا گیا اور نجوم، حکمت، طب، حساب، شعر، تاریخ اور افسانہ کو رواج دیا گیا۔[۱] اگر کبھی قرآن پاک یا حدیث شریف کے مندرجات کا بیان ہوتا تو حیلہ بازیوں اور تاویلات کے انبار لگا دیئے جاتے۔ اسی لیے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تمام تر توجہ دینی علوم کے احیاء پر صرف فرما دی اور لایعنی تاویلات اور ملحدانہ تفسیروں کی حقیقت سے عوام کو آگاہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

وضع کردن تاویلات اہل زیغ وضلال وطعن ملاحدہ وزنادقہ ونیز از
رعایت حقوق کتاب اللہ ترک تکلم درآں تفسیر...... چنانکہ بعضی
از جاہلان بوالفضول ایں روزگار کنند وآں را تفسیر نام کنند و ندانند
کہ من فسر القران برأیہٖ فقد کفر [۲]

اس اقتباس میں ''بوالفضول'' اشارہ ہے ابوالفضل اور اس کے بھائی فیضی کی تفسیر سواطع الالہام کی طرف۔

ان حالات میں آپ نے اعلان فرمایا کہ علم صرف وہ ہے جو ملت اسلامیہ کی بقا اور تقویت کا باعث بن سکے:

موجب بقاوتقویت دین وملت است [۳]

ایک مکتوب میں آپ نے یہ شعر نقل فرمایا ہے:

---

۱ بدایونی: منتخب ۲/۳۰۶۔۳۰۷
۲ عبدالحق محدث: مدارج النبوۃ ۳۴۹
۳ عبدالحق شیخ: کتاب المکاتیب والرسائل ۵۳

علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث
ہرکہ خواند غیر ایں گردد خبیث

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء کو تخت نشین ہوا، اس کی جانشینی میں اس عہد کے ایک مجاہد امیر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کا کلیدی کردار تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ اس کے پہلے ہی مراسم تھے، علمائے حق اور دین دار امراء اس امر کے منتظر تھے کہ کوئی ایسا فرد اکبر کا جانشین بنے جو ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس الحادو زندقہ کی فضا سے نکال سکے جو اکبر کے زیر اثر علمائے سو نے پیدا کر دی تھی۔

اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم جس کا ہم نے بار بار ذکر کیا ہے کے مقابل حضرت مجدد الف ثانی نے دین دار امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا تھا جسے آپ ''جرگۂ مردان دولت اسلام'' کا نام دیتے ہیں یہ ایسے مخلص اور خدا ترس اصحاب کی جماعت تھی جس نے اس مذہبی انتشار کا اس متانت اور نیک نفسی کے ساتھ سامنا کیا کہ نہ صرف اس جماعت شوم کی معاشرتی حیثیت کمزور پڑتے پڑتے ختم ہوگئی بلکہ اس نے ایک ایسے روحانی وفکری انقلاب کی طرح ڈالی کہ دین الٰہی میں اکبر کے خلیفہ اعظم ابوالفضل کا قاتل نورالدین جہانگیر بغیر کسی جنگ تخت نشینی کے اکبر کا جانشین بن گیا۔ اگرچہ اورنگ زیب کی طرح جہانگیر کوئی دین دار شہزادہ نہیں تھا لیکن اکبر کے مقابلہ میں بہتر اور تعلیم یافتہ تھا وہ خود سوچ سکتا تھا اور اپنے باپ کی طرح مسلمانان ہندو مزاج کے نرغے میں گرفتار نہیں تھا۔

جہانگیر نواب مرتضی خان فرید بخاری کے اثر ورسوخ سے اکبر کا جانشین بنا تھا اس لئے اب سب سے زیادہ موثر شخصیت اُسی کی تھی جونہی آپ نے سنا کہ جہانگیر تخت

نشین ہو گیا ہے تو آپ نے نواب فرید بخاری کو مبارک باد دیتے ہوئے خط لکھا کہ آج ''بادشاہ اسلام'' کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی خوشخبری خاص و عام تک پہنچ گئی ہے۔ اس سے اشاعت اسلام کے راستے کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اب مسلمان اپنے اوپر لازم کر لیں کہ اس بادشاہ کے ممدومعاون بن جائیں اور ترویج شریعت اور تقویت اسلام کے سلسلے میں بادشاہ کی رہنمائی کریں، سب سے اولین مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے اور کتاب وسنت اور اجماع کے عقائد کلامیہ کا اظہار کیا جائے۔ اسی مکتوب میں فوراً اس طرف توجہ دلائی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمانہ اکبر کی طرح کوئی بدعتی اور گمراہ بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کرے اور اس کار خیر کو خرابی و فساد میں ڈال دے، بادشاہ کی اس معاملہ میں مدد کے لیے صرف علمائے حق سامنے آئیں جن کا رجحان آخرت کی طرف ہو اور دنیا دار علماء کی صحبت زہر قاتل ہے۔ ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔[1]

اب جبکہ ''بادشاہ اسلام'' (جہانگیر) تخت نشین ہو گیا تو آپ نے پہلے تو اپنی ذمہ داریوں کا احساس فرمایا پھر زمانہ اکبری میں فکری و مذہبی انتشار کے ایک ایک سبب پر غور و خوض کے بعد ایک لائحہ عمل مرتب فرما لیا۔

سب سے پہلے آپ نے اس ''جرگہ مدان دولت اسلام'' کو از سر نو ترتیب دیا اور اس میں دیندار امراء اور علمائے حق کو شامل کر کے ان امراء کے ذریعہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بادشاہ کی تائید و حمایت حاصل کی اور یہ کلیہ پیش کیا کہ اس کے بغیر آج

---

[1] مکتوبات ۱/۴۷

کے دور میں ترویج شریعت کا کام ممکن نہیں ہے، اس امر کی مزید اہمیت بتاتے ہوئے آپ نے نواب فرید بخاری کو لکھا کہ دنیا میں بادشاہ اس طرح ہے جس طرح جسم میں دل ہے، اگر دل ٹھیک ہے تو بدن بھی درست ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا، بادشاہ کی درستی جہان (دنیا، حکومت) کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی کا شکار کرنا ہے۔[1]

ان حالات میں جبکہ آپ نے اصلاح وفلاح کا بیڑا اٹھالیا تو اپنی ذمہ داری بھی واضح فرمادی کہ میں اس معاملہ میں اپنے روحانی جداعلیٰ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ کا مقلد ہوں اس سلسلے میں آپ خواجہ احرار کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ ''اگر میں پیری ومریدی کروں تو دنیا میں کسی شیخ کو مرید نہ ملے، مگر میرے ذمہ ایک دوسرا کام ہے اور وہ ہے شریعت کی ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید وتقویت''۔[2]

چنانچہ آپ نے تاحیات اسی پر عمل کیا اور ترویج شریعت کے لیے فوری اقدام فرمایا، اور اصلاحی پروگرام کا خاکہ اس طرح مرتب کیا:

(۱) سلاطین وامراء کو خطوط لکھ کر انہیں زمانۂ ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

(۲) ترویج شریعت کے لیے بادشاہ کی تائید وحمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

(۳) بادشاہ سے قرابت قریبہ رکھنے والے ارکان سلطنت کو پہلے تو اسلام کی حقیقی

---

[1] ایضاً ۱/۴۷ [2] ایضاً ۱/۶۵

روح سے روشناس کروایا پھر انہیں اس قربت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جس پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

(۴) سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو دین دار طبقے کو بادشاہ اسلام کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علماء سو اور مسلمانان ہندو مزاج بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کر لیں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گذرنا پڑے جن کا اکبری عہد میں ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

اس خاکے میں سے بعض نکات کی تشریح کی جا رہی ہے:

بادشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے زیادہ مقرب رکن سلطنت نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کو وسیلہ بنایا۔ اور اُسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہیں فقر محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی میراث ہاتھ آ چکی ہے جو فقراء کے ساتھ محبت اور ان کے ساتھ تعلق اور ارتباط کا نتیجہ ہے۔ چونکہ نواب نجیب الطرفین سید اور مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری کی اولاد میں سے تھے اس لیے اکثر مکاتیب میں آپ نے اسے جو دعا دی ہے وہ بھی بہت ہی بامعنی ہے فرماتے ہیں ''اللہ سبحانہ آپ کو اپنے آباء کرام کے طریقے پر قائم رکھے''۔ کیوں کہ عہد اکبری میں کئی نامی گرامی سید اور بزرگ زادے اپنے اجداد کے طریقوں کو ترک کر کے لادینیت اور الحاد کے طوفان میں گم ہو گے تھے۔

ایک مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

www.maktabah.org

اس سے قبل کفار (ہندو) علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کردیئے جاتے واویلا وامصیبتا واحسرتا واحزنا محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل وخوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں کہ (عہد اکبری) میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی ٹوٹی وہ انہی علماء سو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہی علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں۔ جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدا یہی علماء سوء ہیں۔

اس مکتوب کے آخری جملے کس قدر درد کے ساتھ ملت اسلامیہ کی اصلاح کے لیے بادشاہ کو شریعت اسلامی سے آگاہ کرنے کے لیے فرمایا ہے:

آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب حاصل ہے اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت وجلوت میں شریعت محمدی علیہ وعلی آلہ من الصلوت افضلہا ومن التسلیمات اکملھا۔ کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت وخواری سے باہر نکالیں گے۔[1]

ایک خط میں ترویج شریعت کی اہمیت ان پُر زور الفاظ میں واضح کی ہے: اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کے لیے

---

[1] ایضاً ۱/۴۷

سعی وکوشش کی جائے اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری (رائج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا تعالیٰ عزوجل کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔[۱]

ایک مکتوب میں نواب مرتضیٰ خان کے ساتھ اپنے تعلق کا یہ مقصد وحید بتایا ہے: یہ حقیر صرف تائید وترویج شریعت حقہ کی خاطر...... آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔[۲]

نواب کو بدعتی کی صحبت سے بچنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ہے: اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے۔[۳]

نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی شخصیت خان اعظم[۴] کی تھی۔ اسے آپ نے جو خطوط تحریر فرمائے ہیں وہ نہ صرف آپ کی حمیت دینی کا ثبوت ہے بلکہ بر وقت اکبری فتنوں کا سدباب کرنے کے لیے حکیمانہ تجاویز بھی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

---

۱ ایضاً ۱/۴۸ ۲ ایضاً ۱/۵۱

۳ ایضاً ۱/۵۴

۴ مرزا عزیز الدین مخاطب بہ خان اعظم اکبر کا رضاعی بھائی تھا، اعلیٰ مناصب پر فائز رہا۔ جہانگیر نے بھی اس کی توقیر کی، جہانگیر اس کی بات سنتا اور اس سے مشورہ کرنا بھی مناسب سمجھتا تھا۔ وہ مذہبی معاملہ میں متصلب تھا اور اکبر کے لادینی نظریات اس نے ماننے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اکبر کو برا بھلا بھی کہا۔ خان اعظم نے ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۴ء کو انتقال کیا (مآثر الامراء ۱/۱۷۶-۶۸۹)

www.mujaddidiway.com

اس کی غربت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ کفار (ہندو) علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجرا اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثنا کرتے پھرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔

اسی مکتوب شریف میں خان اعظم کو بادشاہ کا جو قرب حاصل ہے اسے غنیمت جاننے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم جو بادشاہ کو دین کی ترغیب دے رہے ہو وہ جہاد اکبر ہے ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں:

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں اور اس کمزور و شکست خوردہ معرکہ میں مرد میدان صرف آپ ہی کی ذات کو تصور کرتے ہیں...... اس لیے یہ قولی (زبانی) جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے اس کو غنیمت جانیں...... اور زبان کے اس جہاد کو جہاد قتل (کشتن) سے بہتر جانیں، ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس دولت سے محروم ہیں۔ اس سے پہلے بادشاہی میں تو دین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریحاً محسوس ہوتی تھی اس بادشاہی (دور جہانگیری) میں ظاہراً وہ فساد محسوس نہیں ہوتا اگر ہو بھی تو علم کی کمی کے باعث ہے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ معاملہ اب بھی فساد تک پہنچ سکتا ہے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ

www.mujaddidiway.com

''تنگ''ہو جائے۔[۱]

عہد جہانگیر کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی (ف۱۰۴۰ھ) کو بھی آپ نے دو خطوط لکھے تھے ان میں اسے جہانگیر کو مذہب اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

> جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ کی مثال روح کی طرح ہے اور باقی انسان جسم کی مانند ہے اگر روح صحیح ہے تو سارا جسم تندرست ہو گا اور اگر روح فاسد ہے تو سارا بدن فاسد ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے...... جس وقت بھی گنجائش ہو اور کلمہ اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق کہنے کا موقع ملے، وقتاً فوقتاً بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں۔ اگر یہ دولت میسر آجائے تو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آجائے گی آپ یہ دولت (بادشاہ کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرنا) مفت ملی ہوئی ہے اس کی قدر کریں۔[۲]

اسی طرح ایک اور مکتوب میں اس دولت کی اہمیت کو نہایت ہی پرزور الفاظ میں بیان کیا ہے:

---

[۱] ایضاً/۶۵ [۲] ایضاً/۲/۶۷

> یہی ملازمت (قربت بادشاہ) جو آپ رکھتے ہیں اگر اس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.maktabah.org

کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسا کام کریں گے......ہم فقیر لوگ اگر کئی سال تک بھی اس پر عمل کرنے میں اپنی جان لڑا دیں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔[1]

ایک اور رکن سلطنت لالہ بیگ کو ہندوستان میں گذشتہ سو سال سے اسلام کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی تفصیل لکھتے ہوئے بتایا ہے کہ کفار (ہندو) یہ چاہتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے، اور اس منصب دار کو یہ باور کروانے کی سعی فرمائی ہے کہ ابھی بادشاہ اسلام (جہانگیر) کا ابتدائی دور حکومت ہے اگر آغاز ہی میں مسلمانی رواج پا جائے تو بہتر ورنہ تاخیر کی صورت میں معاملہ مسلمانوں کے لیے بہت مشکل ہو جائے گا۔ آپ کے پرزور الفاظ ملاحظہ ہوں:

> ابتدائے سلطنت (جہانگیر) میں اگر مسلمانی رواج پا جائے اور مسلمان قدرے عزت حاصل کرلیں تو بہتر وگرنہ خدانخواستہ اس معاملہ میں توقف و تاخیر ہوئی تو معاملہ مسلمانوں کے لیے بہت مشکل ہو جائے گا الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث دیکھئے کون اقبال منداس سعادت سے سرفراز ہوتا ہے اور کون سا شہباز اس دولت کو حاصل کرتا ہے۔[2]

ان امراء و ارکان سلطنت کے علاوہ مرزا عبدالرحیم خان خانان، مرزا داراب بن خان خانان، خواجہ جہان، قلیج خان اندجانی وغیرہ کو آپ نے اس نوعیت

---

[1] ایضاً ۳/۵۴ [2] ایضاً ۱/۸۱

کے خطوط لکھ کر بادشاہ (جہانگیر) کے سامنے کلمہ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور

مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کیا اور ان مؤثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کے لیے اس کے دل کے نرم گوشوں پر اس کی حقانیت کے اثرات نمایاں ہونے لگے تھے۔

پاکستان و ہند میں اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی سعیٔ پیہم، کرب و مخلصانہ بے چینی اور آپ کے تیار کردہ ''جرگہ مدان دولت اسلام'' کی مسلسل جدوجہد سے آخر جہانگیر بادشاہ کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضٰی خان فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار دین دار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اُسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے۔

اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سوء کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ کے نزدیک ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب انہی علمائے سوء کی حب جاہ تھا اس لیے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضٰی خان فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا:

> ''یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دیندارانہ فطرت کی خوبی سے جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دین دار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضری پر احکام شرعی

www.maktabah.org

بیان کرتے رہیں تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو ....مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہوسکتی ہے۔ اور ماتم زدوں کے لیے اس سے اچھی بشارت کیا ہوسکتی ہے؟...... غرض مند دیوانہ ہوتا ہے چنانچہ عرض ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں میں مرتبہ اور سرداری کی محبت نہ ہو اور جن کا مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کو ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید وتقویت ہو، حب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا اور اختلافی باتیں بیان کرے گا۔ اور اس طریقہ کو بادشاہ کے قرب کا ذریعہ بنائے گا اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار ہوگی۔ گذشتہ زمانے (عہد اکبری) میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایسی ہی صورت اب بھی پیش آ سکتی ہے۔ اس طرح دین کی ترویج کیا ہوگی بلکہ دین کی تخریب ہوگی۔ اللہ سبحانہ کی اس سے پناہ اور علماء سوء کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ اس مقصد کے لیے اگر صرف ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہوگا۔ اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آجائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہوگی۔ کیوں کہ ایسے عالم کی صحبت کبیرت احمر ہے۔ اور اگر ایسا نیک و پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد اسی طبقہ ہی سے بہتر کا انتخاب کرلیں...... جس

www.mujaddiaway.com

طرح عوام کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے ان کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے''۔[1]

آپ نے دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے کس طرح بروقت اکبری عہد کے علماء کے اجتماع اور ان کے آپس کے اختلافات کو ملت اسلامیہ کے لیے سم قاتل قرار دے کر اس کے اعادہ سے نواب کو روکا اور آپ نے اس کا بہترین حل یہ پیش کیا کہ صرف ایک ''عالم آخرت'' کا انتخاب کریں جو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

ہمیں کتب تاریخ میں علماء کی ایسی کسی جماعت کا تذکرہ نہیں ملتا جو جہانگیر کو دینی امور میں مشورہ دینے کے لیے بنائی گئی ہو جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کے اس کلیہ کو نواب فرید بخاری کی زبانی قبول کرلیا تھا۔

اگرچہ دین دار ارکان سلطنت کا انتقال اور جہانگیر کی نور جہان کے ساتھ شادی کے بعد ملک میں پھر سے مذہبی انتشار کے آثار نظر آنے لگے لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ''جرگہ مردان دولت اسلام'' کے افراد کی مخلصانہ کوششوں سے جو دینی فضا اور

---

[1] ایضاً ۱/۵۳ (ان امور کو آپ نے مختصراً میران صدر جہان کے نام مکتوب ۱/۱۹۴ میں بھی بیان فرمایا ہے۔ ان کے نام دوسرے مکتوب کا تو موضوع ہی اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری ہے)

ماحول تیار ہوا تھا اس میں اتنی جان تھی کہ وہ جلد انحطاط پذیر نہ ہوسکا، اہل تشیع کے بادشاہ پر تفوق، قاضی نور اللہ شوشتری کا قتل اور دیگر بے دین امراء کے سیاست میں عمل دخل سے

ملت اسلامیہ کو زوال سے بچانے کی سعی کرنے والی عظیم ہستی حضرت مجدد الف ثانی سے اب بدلہ لینے کا موقع ملا اور ان امراء کے جہانگیر کو اکسانے پر آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن آپ اس کے اسباب سے کما حقہ واقف تھے اور جانتے تھے کہ بادشاہ ایک سچا مسلمان (بادشاہ اسلام) ہے اس کی یہ ناراضی وقتی ہے جونہی اس کے شکوک وشبہات دور ہوئے سب معاملات درست ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا پہلے تو آپ کو قید سے رہائی ملی پھر حکم ہوا کہ لشکر شاہی کے ساتھ رہیں لیکن جلد ہی بادشاہ کے مزاج میں تبدیلی آ گئی اور اس نے آپ کو اختیار دے دیا کہ آپ چاہیں تو گھر چلے جائیں اور اگر پسند کریں تو لشکر کے ساتھ رہیں۔ آپ نے موخر الذکر پابندی قبول فرمائی اس طرح آپ کی مدتوں سے جو دیرینہ آرزو تھی پوری ہوگئی آپ چاہتے تھے کہ کسی تقریب سے بادشاہ اسلام کو اسلام کی اصل روح سے آشنا کروں، چنانچہ آپ نے وہ سب کچھ بادشاہ کے گوش گزار کیا جو اس سے قبل آپ وقتاً فوقتاً ارکان سلطنت سے کہنے کے لیے لکھا کرتے تھے۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے براہ راست یہ ''دولت'' آپ کو عنایت کی تھی، آپ آگرہ سے جہاں بادشاہ کے ساتھ مقیم تھے جہانگیر کی مجالس کا حال لکھتے ہوئے اس پر بڑے اطمینان کا اظہار فرماتے ہیں کہ سلطان میری باتیں اچھی طرح سنتا ہے، میں نے اس کے سامنے باطل عقائد تناسخ وغیرہ کو باطل ثابت کیا ہے۔ آپ کے مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بادشاہ کی طرف سے مطمئن ہوتے جارہے تھے، فرماتے ہیں:

> عجیب وغریب صحبتیں گزر رہی ہیں امور دینیہ اور اصول اسلامیہ کے متعلق گفتگو میں سستی اور خوشامد راہ نہیں پاتی اور وہی الفاظ جو کہ

www.maktabah.org

خلوتوں اور اپنی خاص مجلسوں میں بیان کرتا تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے ان سلطانی مجلسوں میں بھی بیان کرتا ہوں۔ ایک مجلس کی روداد لکھوں تو دفتر چاہیے خصوصا آج کی رات جو کہ رمضان مبارک کی سترھویں رات تھی انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت پر ایمان اور اس میں عذاب وثواب اور اثبات رویت باری تعالیٰ اور خاتم المرسلین کی خاتمیت نبوت اور ہر صدی پر مجدد کے آنے اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا اور سنت تراویح اور تناسخ کے بطلان......اوران جیسی باتوں کے متعلق بہت گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے ان کو اچھی طرح سنا (اوران کی سماعت کے لیے) بادشاہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے، اور مزاج میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ اور ان ملاقاتوں میں شاید اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور راز پوشیدہ ہوں......[۱]

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وہ حکیمانہ خواہش کہ ''بادشاہ کی دینی اصلاح کے لیے جماعت علماء کی بجائے صرف ایک ''عالم آخرت'' کافی ہے پوری ہوگئی گویا آپ نے خود ''عالم آخرت'' کے فرائض انجام دیئے اور آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے ''سرمایہ'' کے آپ ہی ''نگہبان'' ہیں۔

---

[۱] ایضاً ۳/۴۳

پاکستان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کی ضرورت

ڈاکٹر سلطان الطاف علی

میرے لیے باعث افتخار ہے کہ آج ۳۴ ویں حضرت امام ربّانی کانفرنس میں شرکت کررہا ہوں۔ اس موقع پر میں سب سے پہلے صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خان علیہما الرحمہ کے احوال و آثار مرتب کرنے پر اپنی گرانقدر زندگیاں وقت کردیں تھیں۔ پندرہ جلدوں میں ''جہانِ امام ربّانی'' کی اشاعت سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی عظمت دوبالا ہوگئی ہے۔ اسلامی تعلیمات و تشریحات پر ان کی دیگر بیسیوں تصانیف ان کے علاوہ ہیں ان دونوں اسکالرز نے اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اپنی زندگیاں صرف بسر نہیں کیں بلکہ قربان کی ہیں۔ میرے خیال میں پاکستان کی ۶۳ سالہ تاریخ میں بے لوث اور بامقصد خدمات سرانجام دینے والے حکیم محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ہمدرد والے اور عبدالستار ایدھی صاحب (خدا تعالیٰ انہیں سلامت رکھے) کے بعد ہمارے ان دو اسکالرز کا نام آتا ہے خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور رحمت و مغفرت سے نوازے۔

دور مغلیہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ورود مسعود پر دو اہم نکات میری فکر و نظر کو بار بار توجہ دلاتے ہیں کہ اکبر اعظم اور جہانگیر کے زمانہ جیسے حالات ہمارے ہاں بھی دیکھنے میں آچکے ہیں اور ہمیں بھی تو ایسے مجدد کو سرّ الٰہی سے اب دیکھنا ہے جو انوارِ غوثیہ سے منور ہو کر کفر و ارتداد کے ماحول کو یکسر انقلاب سے پلٹ دے۔

صوفیائے کرام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے خیالات کے مطابق اپنے مسلک کو اس انداز میں پیش کرتے چلے آتے ہیں جس سے اسلام کا ابلاغ بہتر سے بہتر طور پر ہو سکے۔ سلسلہ قادریہ میں سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم نے ذکر جہر اور ذکر خفی دونوں کو جاری فرمایا اور درود شریف کو زیادہ اہمیت دی۔ سلسلہ سہروردیہ میں ذکر جلی و خفی دونوں مروج رہے اور سانس بند کرکے اللہ ہو کا ورد امتیازی رہا۔ سلسلہ چشتیہ میں سماع کو قربتِ حق کا ذریعہ قرار دیا گیا اور قیود و شرائط کے ساتھ مروج کیا گیا اس میں مزامیر کا استعمال بھی جائز ہوا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر خفی پر زور دیا گیا اور سماع کا امتناع ہوا اس طرح بیعت و سلوک طریقت میں ایک مرشد سے بیعت اور زیادہ ارباب ارشاد سے بیعت کا سلسلہ بھی عمل میں آتا رہا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں قدم رکھا اس میں مسلمان مکمل انتشار کا شکار ہو چکے تھے۔ دین کئی فرقوں میں بٹ چکا تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ ان میں متعصّبانہ مباحث جاری رہتے۔ سلاسل طریقت میں بھی امتیاز و تقابل کا رجحان ہو چکا تھا۔ شیخ احمد سرہندی، امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل طریقت و مشائخ میں یگانگت رکھنے کے لیے سلاسل طریقت اربعہ میں بیعت کا رجحان پیدا کرتے ہوئے سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا اور خرقہ خلافت بھی انہی سے حاصل کیا۔ طریقہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی اور اس کا سلوک تمام کیا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد حج کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچے تو وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ طریقہ کبرویہ مولانا یعقوب صرفی سے حاصل کیا۔ شیخ احمد

www.mujaddidiway.com

سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سب طریقوں میں سلسلہ قادریہ کو افادہ کے لیے سلوک کا حصہ رکھا۔ ایک روز آپ نے اپنی علالت کے دوران مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آج شب میں نے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلیٰ لاتغرب

گذشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں لیکن ہمارا
آفتاب کبھی اُفق اعلیٰ پر غروب نہ ہوگا

اور میرے اس قول ''قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ '' پر لوگ حیران ہیں اس کا حال لکھو تم کو اس ضعف سے صحت ہوگی۔ یہ وہ ایام تھے جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ضیق النفس کے عارضہ میں مبتلا تھے چنانچہ مرض موت میں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم کو شعر کا حل لکھنے کی تاکید فرمائی اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح فرمادی۔ صاحبزادہ موصوف نے آپ کی وصیت کو آپ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوب شریف کی تیسری جلد میں شامل کر دیا جو جلد سوم کے آخر میں مکتوب ۱۲۳ کی شکل میں شیخ نور محمد بہاری کے نام لکھا گیا اور چونکہ اس ضعف میں آپ پر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق کمال درجہ غالب تھا اس لیے آپ پر گریہ وزاری طاری ہوئی سب کو گمان ہوا کہ شاید اسی ضعف میں آپ کا وصال ہو جائیگا لیکن بموجب بشارت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو صحت حاصل ہوگئی اور ضعف بھی جاتا رہا۔ میرا پہلا نکتہ عرض کرنے کے لیے یہ ہے کہ آج ہم بھی دورِ اکبر کی طرح فرقوں اور مسالک کی من وتو

www.mujaddidway.com

میں پڑے ہوئے ہیں تو ہمیں سب کا برابر احترام کرنا چاہیے اور حضرت مجدد الف ثانی کی تشریف آوری غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک کرامت ہے جو کسی سرّ الٰہی سے کم نہیں اس سلسلہ میں ایک واقعہ معروف ہے کہ ایک روز حضرت غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگل میں مراقبہ فرما رہے تھے یکا یک ایک نور آسمان سے ظاہر ہوا اس سے تمام عالم منور ہو گیا اور القا ہوا کہ آپ سے پانچ سو سال بعد جب کہ عالم میں شرک و بدعت پھیل جائے گی ایک بزرگ وحید امُت پیدا ہوگا وہ دنیا سے شرک و الحاد کو نیست و نابود کر دے گا۔ دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا اسکی محبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپ کے خرقہ خاص کو اپنے کمالات سے مملوکر کے اپنے صاحبزادے سید تاج الدین عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو یہ ان کے حوالے کر دینا اس وقت سے صاحبزادہ موصوف کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا حتی کہ حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہٗ نے آپ کے حوالے کیا۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اکبر کے حالات پر بھی تو غور کرنے کی ضرورت ہے جو بچپن سے ہی نیک طبع مسلمان تھا تو پکا سنی اور صوفی المشرب تھا۔ عبادت و ریاضت ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ علماء اور مشائخ کے لیے دربار کھلا رہتا تھا۔ نماز باجماعت ادا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک بڑا عبادت خانہ قائم کیا جس میں علماء و مشائخ جمع ہوتے اور ذکر و فکر کی محافل جاری رہتی اور بادشاہ ان محفلوں میں باقاعدگی سے شامل رہتا۔ وہ اولیائے کرام کی مزارات پر حاضری دیتا بلکہ برصغیر کے اولیائے کرام کے اکثر مزارات پر بار بار جا کر زیارت کرتا،

www.maktabah.org

خیر خیرات میں حصہ لیتا مگر ہوا یہ کہ عبادت خانہ کے علماء نے علمائے سوء کا مزاج اختیار کرلیا، عہدوں اور مراتب کے چکر میں پڑ گئے اور مشائخ میں حرص وہوس عود کر آ گیا جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہوئے دینی مذہبی علوم ومسائل پر مناظرے کرنے لگ گئے یہ مناظرے اس شدت سے ظاہر ہونے لگے کہ قرآن وسنت، خدا و رسول ﷺ بھی ان کی دروغ گوئی اور مقابلوں کی لپیٹ میں آ گئے جس سے اکبر کی پریشانی، مذہب سے بدگمانی میں تبدیل ہوگئی۔ بادشاہ نے نصاریٰ، یہود او ہندومت و سکھوں کے پادریوں اور علماء کو مباحث میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ آتش پرست بھی اس محفل میں آ گئے اور بالآخر وہ وقت آ گیا جب بادشاہ اور اس کے نورتن اسلام اور اسلام کے اکابرین کا مذاق اڑانے لگے۔ اکبر تقریباً تمام مذاہب سے متنفر ہوکر اپنے چند نورتنوں کی کمیٹی بنا کر ایک ایسے دین کو مرتب کرنے لگا جو اسے سمجھ میں آسکتا تھا اور اس اور اس کی نفسانی خواہشات کو پورا کرسکتا تھا۔ چنانچہ ''دین الہٰی'' کو منظور کرلیا جس میں بادشاہ کو ہر آدمی تعظیمی سجدہ کرنے لگا گاؤ کُشی حرام، خنزیر کا گوشت اور کتے کا گوشت حلال قرار دیا گیا وغیرہ وغیرہ تمام الہامی کتابوں کو خودساختہ قرار دے کر مسترد کردیا گیا (نعوذ باللہ) عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہانگیر بادشاہ کی زندگی میں انقلاب برپا کیا اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کی کاوش ومحنت سے اکبر اپنے آخری ایام میں دین اسلام پر لوٹ آیا تھا۔ سال ۱۰۱۲ھ کے دوران سیّد صدر جہاں اور خانِ اعظم جو اکبر بادشاہ کے مقرب وزراء میں سے تھے آپ کے مرید ہوئے۔ ۱۰۱۳ میں خانِ خاناں اور شیخ فرید بخاری بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے۔ اس زمانے میں اکبر بادشاہ اپنی بے دینی کے سبب سب

www.maktabah.org

کو اپنے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیتا۔ جب حضرت مجدد قدس سرہٗ کو معلوم ہوا تو آپ نے غیرتِ اسلامی میں آ کر اپنے مریدین خان خاناں، سیّد صدر جہان وفرید بخاری وغیرہ کے ذریعہ بادشاہ کو نصیحت آمیز پیغامات بھیجے۔ چنانچہ حضرات کے مباحث وقیل وقال کے بعد بادشاہ اس حد تک راضی ہو گیا کہ لوگوں کو اختیار ہے جس دین پر رہیں اور جو چاہے سجدہ نہ کرے۔ اس طرح مجدد الف ثانی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ بے شمار لوگ حلقہ ارادت میں آنے لگے۔ یہ سلسلہ تبلیغ اسلام خراساں سے بدخشاں وتوران تک چلا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کو بشارتیں آنا شروع ہو گئیں، ۱۰۲۲ھ کو مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کو سب سے پہلے ''امام ربّانی محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی'' سے خطاب کر کے لکھنا شروع کر دیا۔ اکبر اعظم تو ۱۰۱۴ھ کو فوت ہو گئے اور مرنے سے پہلے صدر جہاں سے کلمہ شہادت سُن کر پڑھا اور خود کہا کہ سورۃ یٰسین تلاوت کی جائے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ سوچئے کس طرح علماء سوء کے نزاع اور ملحدین کے فریب نے ایک نیک دل بادشاہ کو مرتد کر دیا اور پھر اللہ کے ایک کامل انسان حضرت مجدد قدس سرہٗ کی شبانہ روز کوشش سے بادشاہ نے دوبارہ کلمہ حق اختیار کیا اور مسلمان ہو گیا۔

جہانگیر بادشاہ کا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ احترام کرتے تھے اور اس کے لیے دعا گو رہتے تھے جہانگیر بھی آپ کے حق میں رہا مگر وزیراعظم آصف الدولہ کے بھڑکانے پر اور غلط اطلاعات باہم پہنچانے پر آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو آپ نے شاہی لشکر میں تبلیغِ اسلام واصلاح کے لیے مقرر کیا ہوا تھا جس سے لشکری کثرت سے دین کو سمجھنے لگے تھے۔ آصف الدولہ نے اسے بغاوت

www.mujaddidiway.com

کے مترادف قرار دے کر آپ کو گوالیار کی جیل میں ڈلوایا تھا۔ آدابِ بادشاہی کے خلاف جہانگیر کو تعظیمی سجدہ بھی آپ نے نہیں کیا اور اس طرح جیل جانا پڑا۔ قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ جہانگیر سخت بیمار ہوا اور بیماری کی حالت میں دست غیب سے اسے کہا گیا کہ تو نے مجددِ اسلام اور امام وقت کو تکلیف میں رکھا ہوا ہے اسے آزاد کرو۔ جہانگیر نے فوراً ہی حضرت مجدد قدس سرہٗ سے ملاقات کا حکم دیا اور ان شرائط پر حضرت مجدد قدس سرہٗ جیل سے باہر آئے جب (۱) سجدہ تعظیمی ختم ہوگا () گاؤکُشی جائز ہوگی (۳) مساجد دوبارہ تعمیر ہونے لگیں (۴) مکاتب و مدارس پھر سے کام شروع کرنے لگے (۵) شرعی محتسب قاضی اور مفتی مقرر ہونے لگے (۶) بدعات و رسومات جاہلیت ختم ہونے لگیں۔۔۔ بادشاہ گذشتہ گستاخیوں پر شرمندہ ہوا اور تائب ہوا اور آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ جہانگیر سے آپ کی بریت ۱۰۲۹ھ کو ہوئی۔ ان تمام حالات کے مختصر جائزہ سے واضح ہوتا ہے کہ اکبر اور جہانگیر کے دور میں مذہبی انتشار اور علماء و مشائخ کا حرص و ہوس میں مبتلاء ہو جانا ہی تمام خرابی کا باعث ہوا تھا اور اس تمام خرابی کو ایک مردِ خدا حضرت مجدد الف ثانی کی بیمثال قربانیوں سے ختم کر دیا گیا گویا اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی رضا و خوشنودی کا دور شروع ہوا تو آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان جو ایک مردِ مجاہد و راست باز حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح کی لازوال محنت سے قائم ہوا یہ ملک بھی مفسد پرداز سیاست مداروں کی ریشہ دوانیوں، علماء سوء کی مسلسل افترا اور غافل مشائخ کی لاتعداد موجودگی میں گوناگوں تعصّبات اور فرقہ پرستیوں میں تباہ حال ہو چکا ہے ان حالات میں پھر سے حضرت مجدد کی تعلیمات پر عمل کی ضرورت ہے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں حلقہ سروریہ کے احباب کو جو ان تعلیمات کے فروغ کے لیے علمی سطح پر کوشاں ہیں۔

www.mujaddiyah.com

مقام نبوت ﷺ کا تحفظ: حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام اور حضرت قبلہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت کی طرف سے اس عظیم الشان امام ربّانی کانفرنس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ میں منتظمین کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ رب ذوالجلال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پُرنور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اللہ ہمیں ان کے افکار ہر طرف پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار وتعلیمات میں منصب نبوت اور مقام رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جونگہبانی ہے، اس سے متعلق چند باتیں عرض کرنا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا تعارف کراتے ہوئے اس بات کا احساس دلایا ہے کہ تحفظ ناموس نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کا موضوع عظمتِ انسان کو اجاگر کرتا ہے کوئی انسان انسانیت کی عظمت سے آگہی تب ہی پاسکتا ہے جب وہ محافظ ناموس رسالت ہو اگر کسی انسان کو نبوت ورسالت کے آداب کا پتہ نہ ہو تو اس کو انسانیت کے شرف کا پتہ نہیں ہوتا وہی انسان انسان کہلانے کا حق دار ہے کہ جو عظمت رسالت کا اعتراف کرنے والا ہے اور جسکی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہوں جو گستاخی اور بے ادبی کے دھن میں لپٹا ہوا ہو وہ انسان ہی نہیں ہے انسانیت کے درجے سے نیچے گر چکا ہے یہاں سے اپنی گفتگو شروع کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

www.maktabah.org

نے اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا اور میں حیران ہوں کہ آپ نے صدیوں پہلے ایسے مکتوبات لکھے کہ بعد میں کئی بیمار اذھان کے لوگ جو غلطیاں کرتے رہے مجدد صاحب اس کا علاج پہلے ہی کر چکے تھے کاش کے یہ لوگ ان اکابر کے افکار کو پڑھتے اور ان کے دسترخوانِ علم وحکمت کی طرف متوجہ ہوتے تو ہرگز رستے سے نہ بھٹکتے حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں تحریر فرمایا:

پس بہترین ہمہ موجودات انسان آمد و بدتر ہمہ کائنات ہم او [1]
تمام موجودات میں سب سے بڑی شان سب سے بڑا مرتبہ بھی
انسان ہی کا ہے اور تمام کائنات میں سب سے بدترین بھی
انسان ہی کا کوئی فرد ہے۔

عظمت بھی فرد انسان کی ہے اور موجودات بدترین بھی ایک انسان ہے۔ مجدد صاحب نے یہاں معین کیا کہ پوری کائنات میں عزت وشرف کا جو میرٹ ہے اس کے لحاظ سے یہ واضح کیا کہ انسانوں میں سے ہی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو اللہ نے کائنات میں افضلیت کا تاج پہنایا اور انہی میں ایک فرد ہیں جو موجودات سے سب سے زیادہ افضلیت کے حامل ہیں منصب عظمت پر فائز ہیں اور انسانوں ہی میں سے ایک انسان ایسا بھی ہے کہ موجودات میں سب سے بدتر ہے اور سب سے ذلیل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو حدود کو بیان کرتے ہوئے جو مثال دی اس

ا۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۷۰

www.maktabah.org

کا تذکرہ یوں ہے فرماتے ہیں:

اذ قال منه محمدٌ حبیب رب العٰلمین علیه الصلوٰة و التسلیمات.

فرمایا انسانوں ہی میں سے ایک ذات ایسی ہے کہ جن کو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کہا جاتا ہے اللہ کے درود ہوں ان پر اللہ کے سلام ہوں۔

انسانوں ہی میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے اور اگر رب کی مخلوقات میں رب کے موجودات میں دیکھا جائے کہ سب سے بڑی شان مخلوق کے کس طبقے کے فرد کی ہے فرمایا یہ عظمت انسان کو میسر ہے کہ انسان کے طبقے میں ایک فرد ایسے ہیں جن کو رب ذوالجلال نے سب سے اونچی شان عطا فرمائی اور کسی مخلوق کو یہ شرف نہیں ملا تو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جو رب ذوالجلال کے حبیب ہیں آپ کا جنس انسان سے ہونا اس نے انسان کی شان کو بلند کیا ہے اس نے انسان کو عظمت دی ہے آپ ﷺ کا انسانوں میں سے شمار ہونا یہ ہے ان کی معراج۔ اگر تمام مخلوقات کو بٹھا کر فیصلہ کیا جاتا اور ہر مخلوق اپنی عظمت کی دلیل پیش کرے انسان کی عظمت کی تمام مخلوقات پر یہ دلیل کافی ہے کہ وہ سب کو کہے کہ رب ذوالجلال نے جن کو اپنا حبیب بنایا ہے اللہ نے انہیں تم سے نہیں ہم سے پیدا فرمایا ہے۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس چیز کو سامنے رکھ کر واضح کیا۔ فرمایا:

کائنات میں کوئی شخص عظمت انسان کی بات کرتا ہے کہ میں حقوق انسان کا پہرہ دار ہوں اور میں عظمت انسان کا پہرہ دار ہوں فرمایا اسے بھی راہ مدینہ پر ضرور چلنا پڑے گا جو

عظمت اور حقوق انسان کی بات کرے گا اس کو سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اس کی حفاظت کرنا پڑے گی کیونکہ آپ ﷺ کی ذات وہ ذات ہے جس نے انسان کو سب سے اونچی شان عطا فرمائی ہے۔

مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے دوسری حد جو انسان کی بیان کی جو بدترین ہے ۔وہ بدترین ہمہ کائنات ۔۔وہ کون ہے بدترین اس کی مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں وہ ابوجہل ہے:

" ابو جهل اللعين عدو رب السمٰوات و الارضين "

جو موجودات میں مخلوقات میں سب سے بدترین ہے

تھا وہ بھی انسان مگر وہ انسان کے لیے عار بن گیا ہے اور انسان کے لیے بدنامی کا باعث بنا۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی وہ ہے کہ جس ذات گرامی نے انسان کو عظمت عطا فرمائی ہے۔

اب اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو اس دنیا کے اندر بدبخت لوگوں کی طویل فہرست ہے ۔ان میں فرعون بھی ہے ان میں قارون بھی ہے ان میں نمرود بھی ہے کتنے کتنے انسان بدبخت ہوئے ہیں مگر مجدد صاحب کی نگاہ میں ان سب بدبختوں میں سب سرکار دوعالم ﷺ کی غلامی کو جس نے تسلیم نہیں کیا۔ جو رسول اللہ ﷺ کا گستاخ بنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کائنات میں بدبخت انسانوں کی فہرست بنائی جائے تو جس کا بدبختی میں پہلا نمبر ہے وہ ابوجہل ہے۔کیوں؟ کیونکہ اس نے سب سے بڑے عظمت والے انسان کی مخالفت کی ہے جن کو رب ذوالجلال نے سب سے اونچی شان دی یہ ان کی اپوزیشن بنا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اصول بتا دیا

www.mujaddidway.com

۔مکتوبات شریف میں ایک عظمت نبوت ورسالت کی بات جو ہے اس کو کرتے ہوئے کوئی شخص اس کے مقابلے میں حقوق انسان کو نہ لائے اور عظمت انسان کو مقابلے میں نہ لائے کہ یہ کہے کہ فلاں بھی انسان ہی تھا اس نے ایسا کہہ دیا تو کوئی بات نہیں مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے کہا کہ جو نبی علیہ السلام کی شان کے خلاف انسان بول رہا ہے وہ ننگ انسانیت ہے فقط وہ انسانیت کی علامت نہیں ہے اس کے کوئی انسانی حقوق نہیں ہیں کیونکہ انسان کو اگر کوئی عظمت ملی ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت وعظمت سے ملی ہے باقی سب عظمتیں بعد میں ہیں انسان کی سب سے اونچی شان یہ کہ رب ذوالجلال نے جس ذات کو اپنے حبیب کا درجہ دیا ہے اللہ نے انہیں اور کسی مخلوق میں سے نہیں انسانی مخلوق میں پیدا فرمایا ہے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو حدیں بیان کیں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا نام گرامی اور دوسری طرف جو حقارت کی کوئی آخری حد ہے تو وہ ابوجہل ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح کیا کہ نبوت و رسالت کا مقام بلند و بالا ہے اور پھر جتنے بڑے کمال کا کوئی انکار کرتا ہے اتنا بڑا مجرم ہوتا ہے اور اتنی بڑی اس کی سزا ہوتی ہے اور اتنا بڑا حقارت کا وہ حوالہ ہوتا ہے جو پہلے نبیوں کے گستاخ تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان سب کی گستاخیوں کی وجہ سے جو ان کی مذمت کی جائے وہ ان کا مقام گستاخوں میں وہ نہیں ہے جو اس بدبخت ابوجہل کا ہے اس کی جو حیثیت ہے اس گرے ہوئے انسان کی جو ذلت ہے وہ سب سے زیادہ ہے اس واسطے کہ اس نے سب سے بڑی عظمت کا انکار کیا اور سب سے عظمت والے انسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام ومرتبہ پر اس نے تنقید کی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے دوسرے مقام پر جو عظمتوں والے لوگ ہیں ان کا

www.maktabah.org

تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے ولایت کے درجات کو بیان کیا۔ایک مرتبہ قلب ہے ایک مرتبہ مرتبہ روح ہے ایک مرتبہ مرتبہ سِر ہے ایک مرتبہ مرتبہ اخفا ہے درجات کو بیان کرتے کرتے مجدد صاحب علیہ الرحمہ جب فضائل والے لوگوں کا تذکرہ کرتے کرتے آخری نقطے پر پہنچے تو فرمانے لگے ''ہر درجہ اولیاء زیر درجہ نبی است'' ولیوں کے جتنے بھی درجات ہیں وہ جتنے بلند و بالا مقامات پر فائز ہو جائیں کوئی غوث ہو قطب ہو ابدال ہو کوئی ولی جو ہے اللہ کے نبی کی برابری کیا؟ فرمایا ولی تمام ان کے قدم کے نیچے ہیں رب ذوالجلال نے جنہیں شان نبوت دی ہے جو مقام دیے ہیں کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا بڑے بڑے درجات والے جو ہیں وہ اللہ کے کسی نہ کسی نبی کے قدم کے نیچے ہوتے ہیں ۔آج اس لحاظ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کچھ لوگ غیر انبیاء کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی توازن قائم کیا کہ جو بھی غیر انبیاء ہوں خواہ ان کا کتنا بڑا روحانی مقام ہو۔کتنا بڑا ان کا تقوی وطہارت ہو کتنی بڑی وہ علمی شخصیت ہو، ان کے سارے مراتب سارے فضائل وہ نبوت کے زیر سایہ ہیں نبوت کے تابع ہیں اور انہیں نہ نبیوں سے بڑھایا جا سکتا ہے نہ برابر کیا جا سکتا ہے۔وہ تمام بلند و بالا مرتبے رکھتے ہوئے کسی نہ کسی نبی کے قدم کے نیچے ضرور ہوتے ہیں نبوت کی پاسبانی اور نبوت کے آداب کے لحاظ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال نکات بیان کیے کچھ لوگوں نے لکھ دیا کہ کبھی امتی عمل میں نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے (معاذ اللہ) اور اس کی مثالیں دینے لگے کہ دیکھو کہ جس طرح آپ ﷺ نے ایک حج کیا تھا اور ہم میں سے کوئی دس کر لیتا ہے کوئی پندرہ کر لیتا ہے ایسی دلیلوں کی روشنی میں یہ کہنا شروع کر دیا کبھی (معاذ اللہ) امتی عمل میں نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے۔

www.mujaddiaway.com

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی صدیاں پہلے اس وضاحت کو بیان کیا اور اتنے دلائل دیے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے کہ رب ذوالجلال نے اس تاجدار علم وحکمت کو کتنی شان دی تھی روحانیت میں دیکھیں تو شہباز نظر آتے ہیں علم دیکھیں تو چمکتے ہوئے آفتاب نظر آتے ہیں اس بنا پر جہاں مکتوبات شریف صوفیہ کے لیے ضروری ہیں وہاں محدثین کے لیے ضروری ہیں وہاں مفسرین کے لیے بھی ضروری ہیں اور ارباب حکومت کے لیے بھی ضروری ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ایسا آنکھوں کا سرمہ ہے کہ جس آنکھ میں لگتا ہے اسی آنکھ کی ہر قسم کی دُھند یہ سرمہ دور کر دیتا ہے۔

اس مقام پر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''ہیچ فرد از امت اگر چہ در کمالات بدرجہ اولیا برسد بہ پیغمبر خود مساوات پیدا نہ کند زیرا کہ ایں ہمہ کمالات کہ اورا حاصل شدہ است بواسطہ متابعت شریعت آں پیغمبر است ۔[۱]

امت کا کوئی فرد خواہ کتنا بڑا ولی ہو خواہ کتنا ہی زیادہ عبادت گزار ہو بہت بڑا درجہ اس کا بن چکا ہو وہ اپنے دور کے نبی سے بڑھ تو کیا سکے برابر نہیں ہو سکتا کہ نبی کے اس امتی کو جو بھی درجہ ملا ہے وہ تب ملا ہے جب اس نے اپنے نبی ﷺ کی پیروی کی ہے اگر وہ اپنے نبی ﷺ کی پیروی نہ کرتا تو جتنے بھی سجدے کرتا جو کچھ بھی کرتا ہے ایک نمبر بھی اس کو نہ ملتا مثال کے طور پر آج ایک انسان نماز فجر پڑھتے وقت دو سنتیں پڑھتا ہے اور دوسرا کہتا ہے

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر دوم، مکتوب: ۵۷

کہ میں رب کو زیادہ سجدے کروں گا میں بیس رکعتیں پڑھ کر پھر دو فرض پڑھوں گا اب شریعت کا حکم کیا ہے کہ جس نے دو پڑھے وہ کامیاب ہوگیا جس نے بیس سنتیں پڑھیں مسترد ہوگیا حالانکہ جس نے بیس پڑھیں قراءت اس نے زیادہ کی جس نے بیس پڑھیں سجدے اس نے زیادہ کیے جس نے بیس پڑھیں قیام اس نے زیادہ کیے مگر اس کی عبادت مسترد کیوں ہوگئی ٹھکرائی کیوں گئی کہ بیس پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کی مہر نہیں ہے اور دو پر سنت کی مہر ہے تو پتہ چلا محض وہاں سجدوں کی بات نہیں وہاں بات قیام کی نہیں وہاں بات ہے اس امر کی کہ سنت اور پیروی کس کی ہورہی ہے تو پتہ چلا جس نے دو پڑھیں رب کو کیوں پیارا لگ رہا ہے اس لیے کہ یہ میرے نبی پاک ﷺ کی پیروی کررہا ہے یہ ان کی طرح آداب اپنا رہا ہے لہٰذا کمال ہے نبی کی پیروی کا کمال ہے ان کی سنت کا کہ ان کا رب کے دربار میں جو مقام ہے جس نے ایسا کیا اللہ نے اس طرف کہ جس نے بیس پڑھیں قبول نہیں کیا۔ کیوں؟ میرے محبوب نے ایسا نہیں کیا تو ایسا کیوں کرتا ہے جس نے دو پڑھیں اس کو قبول کرلیا اس واسطے کہ اس نے محبوب علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سنت کو سامنے رکھا ہے رب کا پیار ان سے ہے جو ان کی طرح کرتا ہے اس بنیاد پر مجدد الف ثانی کہنے لگے کسی دور کا امتی اپنے نبی سے برابر بھی نہیں ہوسکتا بڑھنا تو دور کی بات ہے۔ جتنی بھی اس نے کمائی کی ہوئی ہے جتنی بھی اس نے نیکیاں کی ہوئیں ہیں وہ نیکیاں مجدد صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس نے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں کی ہوئی ہیں۔ نتیجہ کیا نکلے گا جو بھی نبی کے کسی امتی کو کمالات ملیں گے اس کو بعد میں ملیں گے اس کے نبی کے نامہ اعمال میں پہلے لکھی جائیں گے اگر کسی امتی کی لاکھ نیکیاں ملیں ہیں فرمایا اپنے نبی کے برابر نہ ہوگا کیوں کہ پہلے لاکھ اس کے نبی کو ملے گیں کیونکہ نبی اسوہ پہلے نہ

www.mujaddidway.com

دیتے اس کو لاکھ نیکی کہاں سے ملتی اس پر قبولیت کی مہر تب لگی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سامنے ہوئی ہے اس واسطے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کسی نبی کا کوئی امتی اس نبی کے برابر نہیں ہوسکتا اسے جو ثواب ملے گا اپنے نبی کی پیروی میں ملے گا ۔جب پیروی کی وجہ سے ملے گا تو سارا اجر پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ اعمال میں آئے گا پھر اتنا اس امتی کو ملے گا۔

اب اس سے اگلی بات بڑی کمال کی بات ہے ''با کمالات متابعان دیگر'' مثال کے طور پر جس نے کہا میں نے کیے دس حج اور انہوں نے کیا ایک حج اور میں ان سے بڑھ گیا ہوں تو مجدد صاحب علیہ الرحمہ نے کہا پہلے تیرے دس حج تو نبی علیہ السلام کے نامہ اعمال میں آئے وہ نہ بتاتے طریقہ تیرا حج قبول کہاں ہوتا اگر ان کی گزر صفا مروہ پر نہ ہوتی تو چلنے کو پسند کون کرتا وہ کعبہ کے گرد طواف نہ کرتے تو تجھے رب پیار سے کیسے دیکھتا پہلے انہوں نے کیا پھر تمہارا قبول ہوا اگر تمہارے دس حج ہوں تو یہ دس پہلے وہاں لکھے جائیں گے پھر ان کے صدقے تمہیں دس کا ثواب ملے گا پھر فرمایا تیرے تو دس ہی ہیں لیکن ان کے تیرے جیسے کڑوروں امتی ہیں جنہوں نے سو سو حج کیے۔ان کڑوروں کے تو حج کا ثواب پہلے سرکار کے لیے شمار کیے جائیں گے تیرے صرف دس رہ جائیں گے ان کے دس کڑور سے بھی بڑھ جائیں گے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس چیز کو واضح کیا۔

''باکمالات اوعلیہ الصلوٰۃ والسلام'' ان کے پیروکار تیرے سوا بھی ہیں ان سب پیروکار جو قیامت تک آئیں گے ان کے حج کا ثواب پہلے میرے محبوب علیہ السلام کے لیے شمار ہوں گے پھر تجھے ثواب ملے گا کوئی امتی نبی سے بڑھنے کی بات تو کیا کرے برابر بھی

نہیں ہوسکتا اس راستے میں جو فضیلت ملے گی ہر امتی کو اپنے نبی (علیہ السلام) کے صدقے میں ملے گی۔ پہلی دلیل یہ تھی کہ جو تو کر رہا ہے وہ ان کے ''نامہ اعمال'' دوسری دلیل تیرے سوا کتنے اور ہیں جو ان کے غلام ہیں ان کے پیروکار ہیں ان کی نیکیوں کا سارا سلسلہ وہاں جمع ہو کر پھر تجھے ملتا ہے تیسری دلیل فرمایا کچھ اعمال ہی ایسے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہیں تمہیں کرنے کی اجازت ہی نہیں وہ مخصوص اعمال جو ہیں ان میں اللہ نے جو انہیں نیکیاں دی ہوئیں ہیں ان میں رب ذوالجلال نے انہیں جو اجر دیا ہوا ہے تمہیں وہ مل ہی نہیں سکتا اور ان میں رب ذوالجلال نے انہیں جو نیکیاں دی ہوئیں ہیں ان کو جو اجر دیا ہوا ہے وہ تو تم کو مل ہی نہیں سکتا پھر وہ تیرا ذخیرہ نیکیوں کا جو مخصوص اعمال پر رب ذوالجلال اپنے انبیاء علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے پھر کسی نبی کا کوئی امتی درجے میں اپنے نبی تک کیسے پہنچ سکتا ہے سب نیچے ہیں اس واسطے کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین دلیلیں ظاہر کر کے فرمایا کہ دور تک کسی کے درجے تک نہیں پہنچتا اللہ نے اتنی بڑی نبوت کو شان عطا فرمائی ہے۔

اب اس کے ساتھ چوتھی دلیل دوسرے مقام پر ذکر کی فرمایا ہر بندے کا جو عمل ہوتا ہے وہ اس کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے قربان جائیں ایسی مثالیں دیں کہ روح ٹھنڈی اور جگر ٹھنڈا دماغ روشن۔ فرمایا عام لوگ ان کی حیثیت کیا ہے رسول گرامی کا عمل کتنا ہے اور عام لوگوں کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی بادشاہ کی بھینسوں کو کوئی چارہ ڈالتا ہو وہ نوکر جو بھینسوں کو چارہ دیتا ہے بھینسوں کو ٹائم دیتا ہے اپنا زیادہ وقت مصروف رہتا ہے مشقت بھی زیادہ برداشت کرتا ہے سردی میں چارہ کاٹتا ہے اٹھاتا ہے پھر ڈالتا ہے دن رات اس کے جانوروں کی خدمت کرتا ہے دوسری طرف اس حاکم وقت کا ایک وزیر

اعظم ہے جو بڑے صاف ستھرے کپڑوں میں اس کے ساتھ بیٹھتا ہے وقت وہ تھوڑا دیتا ہے مگر نام اس کا زیادہ ہوتا ہے وہ تھوڑے وقت میں بیٹھتا ہے حکم اس کا چلتا ہے اس بادشاہ کی سلطنت میں بادشاہ کے نوکر کی کوئی بات نہیں مانی جاتی مگر وزیر اعظم کی ساری باتیں مانی جاتی ہیں اور عزت کی کرسی پر ساتھ بیٹھا ہوتا ہے وہ چند گھنٹے بھی جو بادشاہ کو دے دے اس کا جو درجہ ہے اس کی قدر بادشاہ کے نزدیک زیادہ ہوتی ہے تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے بلا تمثیل جو ہے نبیوں کے سوا کہنے لگے ہم جیسے لوگ ہماری حالت ہے نوکروں جیسی اور رب ذوالجلال کے دربار میں بلا شبہ وتشبیہ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے نائب اعظم ہیں لہٰذا وہ چارہ ڈالنے والے چوبیس گھنٹے بھی لگا دیں میرے محبوب علیہ السلام کے چند لمحے ان سارے پر بھاری ہیں۔

نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندگی میں جو Merit جو value ہے اس لحاظ سے وہ سارے مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس وضاحت کے ساتھ انہوں نے لکھا کوئی برابر بھی نہیں ہوسکتا بڑھنا تو بڑی دور کی بات ہے یہاں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بندگی کا عالم کیا ہے اتنی کرتے ہیں کہ قدم سوکھ جاتے ہیں بخاری شریف میں قدم پھٹ بھی جاتے ہیں اتنی بندگی حالانکہ وہ تھوڑا ٹائم بھی دیتے تو بھی بڑا تھا مگر تھوڑا وقت انہوں نے دیا ہی نہیں اور رب کی بندگی میں کتنا زیادہ وقت گزارا ہے پھر جب کسی نے کہا محبوب آپ کو رب نے جنت کا Certificate ویسے ہی دے دیا ہے تو آپ اتنی بندگی کیوں کرتے ہیں فرمایا: افلا اکون عبدا شکورا" اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں" تو جو آگے ویسے کثرت بھی موجود ہے اس واسطے مجدد صاحب کے انکار نے نبوت کی نگہبانی اور نبوت کے مقام کی حفاظت میں واضح

www.maktabah.org

کردیا ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر جملہ تول ناپ کر شان کے مطابق کہنا چاہیے آپ نے واضح کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت مقدار کے لحاظ سے بھی مقام جدا رکھتی ہے اور معیار کے لحاظ سے وہ بھی مقام جدا رکھتی ہے اس لحاظ سے فرمانے لگے بخاری شریف کی اس حدیث سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تھوڑی وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

''اِنَّ أتقاکُمْ وأعلَمُکُمْ باللهِ أنا ۱؎

یقیناً تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ اللہ کو

جاننے والا میں ہوں

ایک شخص تھوڑے سے علم سے رب کو سجدہ کر رہا ہے اور دوسرا علم دیکھ کر رب کو سجدہ کر رہا

۱۔صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب (انا اعلمکم باللہ ....) رقم الحدیث:۲۰

ہے اب فرق کتنا ہوگا ایک بچہ جو ابھی نابالغ سجدہ صحیح کر لیتا ہے رکوع صحیح کر سکتا ہے قراءت کر سکتا ہے کہنے لگے وہ بھی نماز ادا کر رہا ہے اسی (۸۰) سال کا بوڑھا عاجزی سے رب کے دربار میں کھڑا ہے اسے رب کی معرفت حاصل ہو چکی ہے وہ رب کا ولی بن چکا ہے اب بچے کی عبادت اور ہے جو مثال دے کر بات بیان کرنا چاہتا ہوں وہ بچے اور بوڑھے کا تقابل نہیں ہے اس سے آگے کی بات ہے اس بنیاد پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول لکھا:

اے کاش کہ رب ذوالجلال مجھے میرے محبوب (علیہ السلام) کی

بھولی ہوئی نماز کا ثواب عطا فرما دے۔

www.maktabah.org

اپنی صحیح نمازوں پر اس بھولی ہوئی نماز کو ترجیح دیتے ہیں۔ عام مزاج آج کے سکولوں کالجوں کے لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کہتے ہیں ہم نماز بھول گئے تو کیا ہوا وہ تو نبی بھی بھول گئے تھے پڑھنی دو تھیں اور تیسری کے لیے کھڑے ہو گے تھے۔ یہ بیماری کیوں آئی؟ ہم نے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کو چھوڑ دیا ہے مجدد صاحب کہنے لگے ہمارے بارے میں سہو آئے تو مطلب اور ہوتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں سہو کا لفظ آئے تو مطلب اور ہوتا ہے ان کی صحیح نماز کا سہو والی نماز کے مقابلے میں درجہ کتنا اونچا ہو گا کہ جو سہو والی نماز ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو راز دار نبوت اور اس امت کے پہلے نمبر کے انسان ہیں ان کی آخری خواہش یہ ہے کہ رب ذوالجلال مجھے میرے محبوب کی بھول کا مرتبہ عطا فرما دے تو جن کی بھول میں اتنی عظمت ہے بھول کے بغیر کتنی عظمت ہو گی اس واسطے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چیزوں کو واضح کیا کہ نبوت کے آداب میں نبوت کے بارے میں بولتے وقت سوچنا چاہیے ہمارا سہو اور ہے ان کا سہو اور ہے فرمایا دیکھو ہم بھولے تو کیوں بھولے اور وہ بھولے تو کیوں بھولے فرمایا ہم بھول جائیں ہم سے مراد ہم جیسے فرمایا ہم بھول جائیں دکان کے حساب میں دوستوں کی بات میں مال کے معاملے میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام مال میں نہیں رب کے جمال میں بھول جاتے ہیں فرمایا ان کی بھول کی عظمت ہے وہ رب کے جمال میں بھولے ہوتے ہیں اس بھول کے اندر بھی انکشاف ہے اس کے اندر بھی جلوہ ہے۔

یہ ہیں وہ افکار جس کو اپنانے کی ضرورت ہے ہمیں آج لوگوں کے ریڈی میڈ افکار کی ضرورت نہیں اس ملک میں عزت نبوت اور ناموس رسالت کا جھنڈا تب ہی بلند کیا جا سکتا ہے جب حضرت مجدد الف ثانی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہما ایسے

www.mujaddidway.com

عظیم أئمہ کے افکار سامنے رکھیں گے تو پھر ہر طرف ذہنوں میں بھی چراغاں ہوگا اور کائنات میں بھی ہر طرف عزت اور ناموس نبوتﷺ کے جھنڈے لہراتے نظر آرہے ہونگے۔

www.mujaddidway.com

مقام نبوت ﷺ کا تحفظ: حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

رب ذوالجلال کے فضل وتوفیق سے مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام اور حضرت قبلہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت کی طرف سے اس عظیم الشان امام ربّانی کانفرنس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ میں منتظمین کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ رب ذوالجلال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پُرنور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اللہ ہمیں ان کے افکار ہر طرف پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار وتعلیمات میں منصب نبوت اور مقام رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جونگہبانی ہے، اس سے متعلق چند باتیں عرض کرنا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا تعارف کراتے ہوئے اس بات کا احساس دلایا ہے کہ تحفظ ناموس نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کا موضوع عظمتِ انسان کو اجاگر کرتا ہے کوئی انسان انسانیت کی عظمت سے آگہی تب ہی پاسکتا ہے جب وہ محافظ ناموس رسالت ہو اگر کسی انسان کو نبوت ورسالت کے آداب کا پتہ نہ ہوتو اس کو انسانیت کے شرف کا پتہ نہیں ہوتا وہی انسان انسان کہلانے کا حق دار ہے کہ جو عظمت رسالت کا اعتراف کرنے والا ہے اور جسکی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہوں جو گستاخی اور بے ادبی کے دھن میں لپٹا ہوا ہو وہ انسان ہی نہیں ہے انسانیت کے درجے سے نیچے گر چکا ہے یہاں سے اپنی گفتگو شروع کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

نے اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا اور میں حیران ہوں کہ آپ نے صدیوں پہلے ایسے مکتوبات لکھے کہ بعد میں کئی بیمار اذھان کے لوگ جو غلطیاں کرتے رہے مجدد صاحب اس کا علاج پہلے ہی کر چکے تھے کاش کے یہ لوگ ان اکابر کے افکار کو پڑھتے اور ان کے دسترخوانِ علم وحکمت کی طرف متوجہ ہوتے تو ہرگز رستے سے نہ بھٹکتے حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں تحریر فرمایا:

پس بہترین ہمہ موجودات انسان آمد و بدتر ہمہ کائنات ہم او[1]

تمام موجودات میں سب سے بڑی شان سب سے بڑا مرتبہ بھی انسان ہی کا ہے اور تمام کائنات میں سب سے بدترین بھی انسان ہی کا کوئی فرد ہے۔

عظمت بھی فرد انسان کی ہے اور موجودات بدترین بھی ایک انسان ہے۔ مجدد صاحب نے یہاں معین کیا کہ پوری کائنات میں عزت وشرف کا جو میرٹ ہے اس کے لحاظ سے یہ واضح کیا کہ انسانوں میں سے ہی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو اللہ نے کائنات میں افضلیت کا تاج پہنایا اور انہی میں ایک فرد ہیں جو موجودات سے سب سے زیادہ افضلیت کے حامل ہیں منصب عظمت پر فائز ہیں اور انسانوں ہی میں سے ایک انسان ایسا بھی ہے کہ موجودات میں سب سے بدتر ہے اور سب سے ذلیل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو حدود کو بیان کرتے ہوئے جو مثال دی اس

ا۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر اوّل، مکتوب: ۷۰

کا تذکرہ یوں ہے فرماتے ہیں:

اذ قال منه محمدٌ حبيب رب العٰلمين عليه الصلوٰة و التسليمات.

فرمایا انسانوں ہی میں سے ایک ذات ایسی ہے کہ جن کو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کہا جاتا ہے اللہ کے درود ہوں ان پر اللہ کے سلام ہوں۔

انسانوں ہی میں سے آپ کا شمار ہوتا ہے اور اگر رب کی مخلوقات میں رب کے موجودات میں دیکھا جائے کہ سب سے بڑی شان مخلوق کے کس طبقے کے فرد کی ہے فرمایا یہ عظمت انسان کو میسر ہے کہ انسان کے طبقے میں ایک فرد ایسے ہیں جن کو رب ذوالجلال نے سب سے اونچی شان عطا فرمائی اور کسی مخلوق کو یہ شرف نہیں ملا تو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جو رب ذوالجلال کے حبیب ہیں آپ کا جنس انسان سے ہونا اس نے انسان کی شان کو بلند کیا ہے اس نے انسان کو عظمت دی ہے آپ ﷺ کا انسانوں میں سے شمار ہونا یہ ہے ان کی معراج۔ اگر تمام مخلوقات کو بٹھا کر فیصلہ کیا جاتا اور ہر مخلوق اپنی عظمت کی دلیل پیش کرے انسان کی عظمت کی تمام مخلوقات پر یہ دلیل کافی ہے کہ وہ سب کو کہے کہ رب ذوالجلال نے جن کو اپنا حبیب بنایا ہے اللہ نے انہیں تم سے نہیں ہم سے پیدا فرمایا ہے۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس چیز کو سامنے رکھ کر واضح کیا۔ فرمایا:

کائنات میں کوئی شخص عظمت انسان کی بات کرتا ہے کہ میں حقوق انسان کا پہرہ دار ہوں اور میں عظمت انسان کا پہرہ دار ہوں فرمایا اسے بھی راہ مدینہ پر ضرور چلنا پڑے گا جو

عظمت اور حقوق انسان کی بات کرے گا اس کو سب سے پہلے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شان کا اعتراف کرنا پڑے گا اور اس کی حفاظت کرنا پڑے گی کیونکہ آپ ﷺ کی ذات وہ ذات ہے جس نے انسان کو سب سے اونچی شان عطا فرمائی ہے۔

مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے دوسری حد جو انسان کی بیان کی جو بدترین ہے ۔وہ بدترین ہمہ کائنات ۔۔وہ کون ہے بدترین اس کی مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں وہ ابو جہل ہے:

"ابو جهل اللعين عدو رب السمٰوات و الارضين"

جو موجودات میں مخلوقات میں سب سے بدترین ہے

تھا وہ بھی انسان مگر وہ انسان کے لیے عار بن گیا ہے اور انسان کے لیے بدنامی کا باعث بنا۔حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات گرامی وہ ہے کہ جس ذات گرامی نے انسان کو عظمت عطا فرمائی ہے۔

اب اگر دقیق نظر سے دیکھا جائے تو اس دنیا کے اندر بدبخت لوگوں کی طویل فہرست ہے ۔ان میں فرعون بھی ہے ان میں قارون بھی ہے ان میں نمرود بھی ہے کتنے کتنے انسان بدبخت ہوئے ہیں مگر مجدد صاحب کی نگاہ میں ان سب بدبختوں میں سب سرکار دوعالم ﷺ کی غلامی کو جس نے تسلیم نہیں کیا ۔جو رسول اللہ ﷺ کا گستاخ بنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کائنات میں بدبخت انسانوں کی فہرست بنائی جائے تو جس کا بدبختی میں پہلا نمبر ہے وہ ابو جہل ہے۔کیوں؟ کیونکہ اس نے سب سے بڑے عظمت والے انسان کی مخالفت کی ہے جن کو رب ذوالجلال نے سب سے اونچی شان دی یہ ان کی اپوزیشن بنا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اصول بتادیا

۔مکتوبات شریف میں ایک عظمت نبوت ورسالت کی بات جو ہے اس کو کرتے ہوئے کوئی شخص اس کے مقابلے میں حقوق انسان کو نہ لائے اور عظمت انسان کو مقابلے میں نہ لائے کہ یہ کہے کہ فلاں بھی انسان ہی تھا اس نے ایسا کہہ دیا تو کوئی بات نہیں مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے کہا کہ جو نبی علیہ السلام کی شان کے خلاف انسان بول رہا ہے وہ ننگ انسانیت ہے فقط وہ انسانیت کی علامت نہیں ہے اس کے کوئی انسانی حقوق نہیں ہیں کیونکہ انسان کو اگر کوئی عظمت ملی ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت وعظمت سے ملی ہے باقی سب عظمتیں بعد میں ہیں انسان کی سب سے اونچی شان یہ کہ رب ذوالجلال نے جس ذات کو اپنے حبیب کا درجہ دیا ہے اللہ نے انہیں اور کسی مخلوق میں سے نہیں انسانی مخلوق میں پیدا فرمایا ہے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دوحدیں بیان کیں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کا نام گرامی اور دوسری طرف جو حقارت کی کوئی آخری حد ہے تو وہ ابوجہل ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح کیا کہ نبوت و رسالت کا مقام بلند وبالا ہے اور پھر جتنے بڑے کمال کا کوئی انکار کرتا ہے اتنا بڑا مجرم ہوتا ہے اور اتنی بڑی اس کی سزا ہوتی ہے اور اتنا بڑا حقارت کا وہ حوالہ ہوتا ہے جو پہلے نبیوں کے گستاخ تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ان سب کی گستاخیوں کی وجہ سے جو ان کی مذمت کی جائے وہ ان کا مقام گستاخوں میں وہ نہیں ہے جو اس بدبخت ابوجہل کا ہے اس کی جو حیثیت ہے اس گرے ہوئے انسان کی جو ذلت ہے وہ سب سے زیادہ ہے اس واسطے کہ اس نے سب سے بڑی عظمت کا انکار کیا اور سب سے عظمت والے انسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام ومرتبہ پر اس نے تنقید کی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے دوسرے مقام پر جو عظمتوں والے لوگ ہیں ان کا

www.maktabah.org

تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے ولایت کے درجات کو بیان کیا۔ایک مرتبہ قلب ہے ایک مرتبہ مرتبہ روح ہے ایک مرتبہ مرتبہ سِر ہے ایک مرتبہ مرتبہ اخفا ہے درجات کو بیان کرتے کرتے مجدد صاحب علیہ الرحمہ جب فضائل والے لوگوں کا تذکرہ کرتے کرتے آخری نقطے پر پہنچے تو فرمانے لگے "ہر درجہ اولیاء زیر درجہ نبی است" ولیوں کے جتنے بھی درجات ہیں وہ جتنے بلند و بالا مقامات پر فائز ہو جائیں کوئی غوث ہو قطب ہو ابدال ہو کوئی ولی جو ہے اللہ کے نبی کی برابری کیا؟ فرمایا ولی تمام ان کے قدم کے نیچے ہیں رب ذوالجلال نے جنہیں شان نبوت دی ہے جو مقام دیے ہیں کوئی ان کی برابری نہیں کرسکتا بڑے بڑے درجات والے جو ہیں وہ اللہ کے کسی نہ کسی نبی کے قدم کے نیچے ہوتے ہیں ۔آج اس لحاظ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کچھ لوگ غیر انبیاء کو انبیاء پر فضیلت دیتے ہیں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی توازن قائم کیا کہ جو بھی غیر انبیاء ہوں خواہ ان کا کتنا بڑا روحانی مقام ہو۔کتنا بڑا ان کا تقوی وطہارت ہو کتنی بڑی وہ علمی شخصیت ہو، ان کے سارے مراتب سارے فضائل وہ نبوت کے زیر سایہ ہیں نبوت کے تابع ہیں اور انہیں نہ نبیوں سے بڑھایا جاسکتا ہے نہ برابر کیا جاسکتا ہے۔وہ تمام بلند و بالا مرتبے رکھتے ہوئے کسی نہ کسی نبی کے قدم کے نیچے ضرور ہوتے ہیں نبوت کی پاسبانی اور نبوت کے آداب کے لحاظ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال نکات بیان کیے کچھ لوگوں نے لکھ دیا کہ کبھی امتی عمل میں نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے (معاذ اللہ) اور اس کی مثالیں دینے لگے کہ دیکھو کہ جس طرح آپ ﷺ نے ایک حج کیا تھا اور ہم میں سے کوئی دس کر لیتا ہے کوئی پندرہ کر لیتا ہے ایسی دلیلوں کی روشنی میں یہ کہنا شروع کر دیا کبھی (معاذ اللہ) امتی عمل میں نبی سے بڑھ بھی جاتا ہے۔

www.mujaddidway.com

مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی صدیاں پہلے اس وضاحت کو بیان کیا اور اتنے دلائل دیے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے کہ رب ذوالجلال نے اس تاجدار علم وحکمت کو کتنی شان دی تھی روحانیت میں دیکھیں تو شہباز نظر آتے ہیں علم دیکھیں تو چمکتے ہوئے آفتاب نظر آتے ہیں اس بنا پر جہاں مکتوبات شریف صوفیہ کے لیے ضروری ہیں وہاں محدثین کے لیے ضروری ہیں وہاں مفسرین کے لیے بھی ضروری ہیں اور ارباب حکومت کے لیے بھی ضروری ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ایسا آنکھوں کا سرمہ ہے کہ جس آنکھ میں لگتا ہے اسی آنکھ کی ہر قسم کی دُھند یہ سرمہ دور کر دیتا ہے۔

اس مقام پر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''ہیچ فرد از امت اگر چہ در کمالات بدرجہ اولیا برسد بہ پیغمبر خود مساوات پیدا نہ کند زیرا کہ ایں ہمہ کمالات کہ اورا حاصل شدہ است بواسطہ متابعت شریعت آں پیغمبر است۔[۱]

امت کا کوئی فرد خواہ کتنا بڑا ولی ہو خواہ کتنا ہی زیادہ عبادت گزار ہو بہت بڑا درجہ اس کا بن چکا ہو وہ اپنے دور کے نبی سے بڑھ تو کیا سکے برابر نہیں ہو سکتا کہ نبی کے اس امتی کو جو بھی درجہ ملا ہے وہ تب ملا ہے جب اس نے اپنے نبی ﷺ کی پیروی کی ہے اگر وہ اپنے نبی ﷺ کی پیروی نہ کرتا تو جتنے بھی سجدے کرتا جو کچھ بھی کرتا ہے ایک نمبر بھی اس کو نہ ملتا مثال کے طور پر آج ایک انسان نماز فجر پڑھتے وقت دو سنتیں پڑھتا ہے اور دوسرا کہتا ہے

۱۔ مکتوبات امام ربّانی، دفتر دوم، مکتوب: ۵۷

کہ میں رب کو زیادہ سجدے کروں گا میں بیس رکعتیں پڑھ کر پھر دو فرض پڑھوں گا اب شریعت کا حکم کیا ہے کہ جس نے دو پڑھے وہ کامیاب ہو گیا جس نے بیس سنتیں پڑھیں مسترد ہو گیا حالانکہ جس نے بیس پڑھیں قراءت اس نے زیادہ کی جس نے بیس پڑھیں سجدے اس نے زیادہ کیے جس نے بیس پڑھیں قیام اس نے زیادہ کیے مگر اس کی عبادت مسترد کیوں ہو گئی ٹھکرائی کیوں گئی کہ بیس پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کی مہر نہیں ہے اور دو پر سنت کی مہر ہے تو پتہ چلا محض وہاں سجدوں کی بات نہیں وہاں بات قیام کی نہیں وہاں بات ہے اس امر کی کہ سنت اور پیروی کس کی ہو رہی ہے تو پتہ چلا جس نے دو پڑھیں رب کو کیوں پیارا لگ رہا ہے اس لیے کہ یہ میرے نبی پاک ﷺ کی پیروی کر رہا ہے یہ ان کی طرح آداب اپنا رہا ہے لہٰذا کمال ہے نبی کی پیروی کا کمال ہے ان کی سنت کا کہ ان کا رب کے دربار میں جو مقام ہے جس نے ایسا کیا اللہ نے اس طرف کہ جس نے بیس پڑھیں قبول نہیں کیا۔ کیوں؟ میرے محبوب نے ایسا نہیں کیا تو ایسا کیوں کرتا ہے جس نے دو پڑھیں اس کو قبول کر لیا اس واسطے کہ اس نے محبوب علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سنت کو سامنے رکھا ہے رب کا پیار ان سے ہے جو ان کی طرح کرتا ہے اس بنیاد پر مجدد الف ثانی کہنے لگے کسی دور کا امتی اپنے نبی سے برابر بھی نہیں ہو سکتا بڑھنا تو دور کی بات ہے۔ جتنی بھی اس نے کمائی کی ہوئی ہے جتنی بھی اس نے نیکیاں کی ہوئیں ہیں وہ نیکیاں مجدد صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس نے پیغمبر علیہ السلام کی پیروی میں کی ہوئی ہیں۔ نتیجہ کیا نکلے گا جو بھی نبی کے کسی امتی کو کمالات ملیں گے اس کو بعد میں ملیں گے اس کے نبی کے نامہ اعمال میں پہلے لکھی جائیں گے اگر کسی امتی کی لاکھ نیکیاں ملیں ہیں فرمایا اپنے نبی کے برابر نہ ہوگا کیوں کہ پہلے لاکھ اس کے نبی کو ملے گیں کیونکہ نبی اسوہ پہلے نہ

www.mujaddidway.com

دیتے اس کو لاکھ نیکی کہاں سے ملتی اس پر قبولیت کی مہر تب لگی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سامنے ہوئی ہے اس واسطے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کسی نبی کا کوئی امتی اس نبی کے برابر نہیں ہوسکتا اسے جو ثواب ملے گا اپنے نبی کی پیروی میں ملے گا۔ جب پیروی کی وجہ سے ملے گا تو سارا اجر پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ اعمال میں آئے گا پھر اتنا اس امتی کو ملے گا۔

اب اس سے اگلی بات بڑی کمال کی بات ہے ''با کمالات متابعان دیگر'' مثال کے طور پر جس نے کہا میں نے کیے دس حج اور انہوں نے کیا ایک حج اور میں ان سے بڑھ گیا ہوں تو مجدد صاحب علیہ الرحمہ نے کہا پہلے تیرے دس حج تو نبی علیہ السلام کے نامہ اعمال میں آئے وہ نہ بتاتے طریقہ تیرا حج قبول کہاں ہوتا اگر ان کی گزر صفا مروہ پر نہ ہوتی تو چلنے کو پسند کون کرتا وہ کعبہ کے گرد طواف نہ کرتے تو تجھے رب پیار سے کیسے دیکھتا پہلے انہوں نے کیا پھر تمہارا قبول ہوا اگر تمہارے دس حج ہوں تو یہ دس پہلے وہاں لکھے جائیں گے پھر ان کے صدقے تمہیں دس کا ثواب ملے گا پھر فرمایا تیرے تو دس ہی ہیں لیکن ان کے تیرے جیسے کڑوروں امتی ہیں جنہوں نے سو سو حج کیے۔ ان کڑوروں کے تو حج کا ثواب پہلے سرکار کے لیے شمار کیے جائیں گے تیرے صرف دس رہ جائیں گے ان کے دس کڑور سے بھی بڑھ جائیں گے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس چیز کو واضح کیا۔

''با کمالات او علیہ الصلوٰۃ والسلام'' ان کے پیروکار تیرے سوا بھی ہیں ان سب پیروکار جو قیامت تک آئیں گے ان کے حج کا ثواب پہلے میرے محبوب علیہ السلام کے لیے شمار ہوں گے پھر تجھے ثواب ملے گا کوئی امتی نبی سے بڑھنے کی بات تو کیا کرے برابر بھی

نہیں ہوسکتا اس راستے میں جو فضیلت ملے گی ہر امتی کو اپنے نبی (علیہ السلام) کے صدقے میں ملے گی۔ پہلی دلیل یہ تھی کہ جو تو کر رہا ہے وہ ان کے ''نامہ اعمال'' دوسری دلیل تیرے سوا کتنے اور ہیں جو ان کے غلام ہیں ان کے پیروکار ہیں ان کی نیکیوں کا سارا سلسلہ وہاں جمع ہو کر پھر تجھے ملتا ہے تیسری دلیل فرمایا کچھ اعمال ہی ایسے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہیں تمہیں کرنے کی اجازت ہی نہیں وہ مخصوص اعمال جو ہیں ان میں اللہ نے جو انہیں نیکیاں دی ہوئیں ہیں ان میں رب ذوالجلال نے انہیں جو اجر دیا ہوا ہے تمہیں وہ مل ہی نہیں سکتا اور ان میں رب ذوالجلال نے انہیں جو نیکیاں دی ہوئیں ہیں ان کو جو اجر دیا ہوا ہے وہ تو تم کو مل ہی نہیں سکتا پھر وہ تیرا ذخیرہ نیکیوں کا جو مخصوص اعمال پر رب ذوالجلال اپنے انبیاء علیہ السلام کو عطا فرماتا ہے پھر کسی نبی کا کوئی امتی درجے میں اپنے نبی تک کیسے پہنچ سکتا ہے سب نیچے ہیں اس واسطے کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین دلیلیں ظاہر کر کے فرمایا کہ دور تک کسی کے درجے تک نہیں پہنچتا اللہ نے اتنی بڑی نبوت کو شان عطا فرمائی ہے۔

اب اس کے ساتھ چوتھی دلیل دوسرے مقام پر ذکر کی فرمایا ہر بندے کا جو عمل ہوتا ہے وہ اس کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے قربان جائیں ایسی مثالیں دیں کہ روح ٹھنڈی اور جگر ٹھنڈا دماغ روشن۔ فرمایا عام لوگ ان کی حیثیت کیا ہے رسول گرامی کا عمل کتنا ہے اور عام لوگوں کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی بادشاہ کی بھینسوں کو کوئی چارہ ڈالتا ہو وہ نوکر جو بھینسوں کو چارہ دیتا ہے بھینسوں کو ٹائم دیتا ہے اپنا زیادہ وقت مصروف رہتا ہے مشقت بھی زیادہ برداشت کرتا ہے سردی میں چارہ کاٹتا ہے اٹھاتا ہے پھر ڈالتا ہے دن رات اس کے جانوروں کی خدمت کرتا ہے دوسری طرف اس حاکم وقت کا ایک وزیر

www.mujaddidway.com

اعظم ہے جو بڑے صاف ستھرے کپڑوں میں اس کے ساتھ بیٹھتا ہے وقت وہ تھوڑا دیتا ہے مگر نام اس کا زیادہ ہوتا ہے وہ تھوڑے وقت میں بیٹھتا ہے حکم اس کا چلتا ہے اس بادشاہ کی سلطنت میں بادشاہ کے نوکر کی کوئی بات نہیں مانی جاتی مگر وزیر اعظم کی ساری باتیں مانی جاتی ہیں اور عزت کی کرسی پر ساتھ بیٹھا ہوتا ہے وہ چند گھنٹے بھی جو بادشاہ کو دے دے اس کا جو درجہ ہے اس کی قدر بادشاہ کے نزدیک زیادہ ہوتی ہے تو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے بلا تمثیل جو ہے نبیوں کے سوا کہنے لگے ہم جیسے لوگ ہماری حالت ہے نوکروں جیسی اور رب ذوالجلال کے دربار میں بلا شبہ وتشبیہ میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے نائب اعظم ہیں لہٰذا وہ چارہ ڈالنے والے چوبیس گھنٹے بھی لگا دیں میرے محبوب علیہ السلام کے چند لمحے ان سارے پر بھاری ہیں۔

نبی اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندگی میں جو Merit جو value ہے اس لحاظ سے وہ سارے مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس وضاحت کے ساتھ انہوں نے لکھا کوئی برابر بھی نہیں ہوسکتا بڑھنا تو بڑی دور کی بات ہے یہاں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بندگی کا عالم کیا ہے اتنی کرتے ہیں کہ قدم سوکھ جاتے ہیں بخاری شریف میں قدم پھٹ بھی جاتے ہیں اتنی بندگی حالانکہ وہ تھوڑا ٹائم بھی دیتے تو بھی بڑا تھا مگر تھوڑا وقت انہوں نے دیا ہی نہیں اور رب کی بندگی میں کتنا زیادہ وقت گزارا ہے پھر جب کسی نے کہا محبوب آپ کو رب نے جنت کا Certificate ویسے ہی دے دیا ہے تو آپ اتنی بندگی کیوں کرتے ہیں فرمایا: افلا اکون عبدا شکورا" اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں" تو جو آگے ویسے کثرت بھی موجود ہے اس واسطے مجدد صاحب کے انکار نے نبوت کی نگہبانی اور نبوت کے مقام کی حفاظت میں واضح

www.maktabah.com

کر دیا ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر جملہ تول ناپ کر شان کے مطابق کہنا چاہیے آپ نے واضح کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت مقدار کے لحاظ سے بھی مقام جدا رکھتی ہے اور معیار کے لحاظ سے وہ بھی مقام جدا رکھتی ہے اس لحاظ سے فرمانے لگے بخاری شریف کی اس حدیث سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تھوڑی وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

''اِنَّ أتقاکُمْ وأعلمُکُمْ باللهِ أنا ۱؎

یقیناً تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار اور سب سے زیادہ اللہ کو

جاننے والا میں ہوں

ایک شخص تھوڑے سے علم سے رب کو سجدہ کر رہا ہے اور دوسرا علم دیکھ کر رب کو سجدہ کر رہا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب (انا اعلمکم باللہ ....) رقم الحدیث: ۲۰

ہے اب فرق کتنا ہوگا ایک بچہ جو ابھی نابالغ سجدہ صحیح کر لیتا ہے رکوع صحیح کر سکتا ہے قراءت کر سکتا ہے کہنے لگے وہ بھی نماز ادا کر رہا ہے اسی (۸۰) سال کا بوڑھا عاجزی سے رب کے دربار میں کھڑا ہے اسے رب کی معرفت حاصل ہو چکی ہے وہ رب کا ولی بن چکا ہے اب بچے کی عبادت اور ہے جو مثال دے کر بات بیان کرنا چاہتا ہوں وہ بچے اور بوڑھے کا تقابل نہیں ہے اس سے آگے کی بات ہے اس بنیاد پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قول لکھا:

اے کاش کہ رب ذوالجلال مجھے میرے محبوب (علیہ السلام) کی

بھولی ہوئی نماز کا ثواب عطا فرما دے۔

www.maktabah.org

اپنی صحیح نمازوں پر اس بھولی ہوئی نماز کو ترجیح دیتے ہیں۔ عام مزاج آج کے سکولوں کالجوں کے لوگوں کو کیا ہوگیا۔ کہتے ہیں ہم نماز بھول گئے تو کیا ہوا وہ تو نبی بھی بھول گئے تھے پڑھنی دو تھیں اور تیسری کے لیے کھڑے ہوگے تھے۔ یہ بیماری کیوں آئی؟ ہم نے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کو چھوڑ دیا ہے مجدد صاحب کہنے لگے ہمارے بارے میں سہو آئے تو مطلب اور ہوتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں سہو کا لفظ آئے تو مطلب اور ہوتا ہے ان کی صحیح نماز کا سہو والی نماز کے مقابلے میں درجہ کتنا اونچا ہوگا کہ جو سہو والی نماز ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ جو راز دار نبوت اور اس امت کے پہلے نمبر کے انسان ہیں ان کی آخری خواہش یہ ہے کہ رب ذوالجلال مجھے میرے محبوب کی بھول کا مرتبہ عطا فرمادے تو جن کی بھول میں اتنی عظمت ہے بھول کے بغیر کتنی عظمت ہوگی اس واسطے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چیزوں کو واضح کیا کہ نبوت کے آداب میں نبوت کے بارے میں بولتے وقت سوچنا چاہیے ہمارا سہو اور ہے ان کا سہو اور ہے فرمایا دیکھو ہم بھولے تو کیوں بھولے اور وہ بھولے تو کیوں بھولے فرمایا ہم بھول جائیں ہم سے مراد ہم جیسے فرمایا ہم بھول جائیں دکان کے حساب میں دوستوں کی بات میں مال کے معاملے میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام مال میں نہیں رب کے جمال میں بھول جاتے ہیں فرمایا ان کی بھول کی عظمت ہے وہ رب کے جمال میں بھولے ہوتے ہیں اس بھول کے اندر بھی انکشاف ہے اس کے اندر بھی جلوہ ہے۔

یہ ہیں وہ افکار جس کو اپنانے کی ضرورت ہے ہمیں آج لوگوں کے ریڈی میڈ افکار کی ضرورت نہیں اس ملک میں عزت نبوت اور ناموس رسالت کا جھنڈا تب ہی بلند کیا جاسکتا ہے جب حضرت مجدد الف ثانی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہما ایسے

www.mujaddidway.com

عظیم أئمہ کے افکار سامنے رکھیں گے تو پھر ہر طرف ذہنوں میں بھی چراغاں ہوگا اور کائنات میں بھی ہر طرف عزت اور ناموس نبوت ﷺ کے جھنڈے لہراتے نظر آرہے ہونگے۔

www.mujaddidway.com

سماجی فلاح و بہبود: حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد

ا۔ اسلام میں رفاہِ عامہ کی اہمیت

اسلام محض ایک اخلاقی ضابطہ اور چند اصولوں کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس کا عمرانی نظریہ اس قدر وسیع، اس کے اصول اس قدر جامع، عام فہم اور ہمہ گیر ہیں کہ ان کا اطلاق ہر موقع و محل پر کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کے صحت مندانہ قیام کے لئے اسلام نے حریت، مساوات، نفع رسانی اور رواداری کے اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ چونکہ افراد کے مابین تعاون، ہمدردی اور باہمی محبت و خیر خواہی کا جذبہ معاشرہ میں سیاسی استحکام، معاشرتی امن و سکون اور معاشی ترقی کے لئے از حد ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے باہمی ہمدردی و تعاون اور خیر خواہی کو اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصہ بنا دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ● وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [ا]

''نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ و سرکشی میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو''۔

ا۔ المائدہ:2

اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حسین امتزاج ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں سے اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔ قرآن مجید نے ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت کی وعید سنائی ہے جو نماز کو رکوع وسجدہ تک محدود رکھتے ہیں اور انسانیت کو دکھوں سے نجات نہیں دلاتے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ● الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ● الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُ وْنَ ● وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾[1]

”ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور جو ریاکاری کرتے ہیں اور اشیاء ضرورت کو روکتے ہیں“۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 177، اسلامی عقائد، عبادات، معاشرتی فلاح و بہبود اور رفاہِ عامہ کا عالمگیر چارٹر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ. وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

۱۔ الماعون: ۴۔۷

وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ۔ا

''نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف اپنا منہ کرلو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائیں، اور اس کی محبت پر اپنا مال عزیزوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں اور گردنیں چھڑانے پر خرچ کریں''

انسانی فلاح و بہبود کے اس چارٹر کے مطابق اصلی نیکی اور بھلائی یہ ہے کہ انسان ایمانیات کے نتیجے میں اپنے مال و دولت کے ساتھ محبت اور رغبت کے باوجود اسے معاشرتی بہبود اور رفاہی کاموں پر خرچ کرے۔ اسلام کے معاشرتی بہبود ورفاہِ عامہ کے نظام اور اسلام کی روحانی اور اخلاقی اقدار میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی یہ اقدار انسان کو ایثار، قربانی اور بے لوث خدمت خلق پر آمادہ کرتی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر روحانی خوشی محسوس کرتا ہے۔

اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔ اس لئے اس نے ہر قسم کے انسانوں کی فطرت کے مطابق ہدایات دی ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے لئے روحانی اور اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ قانونی اور انتظامی ضابطوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر اسلام میں اخلاقی و قانونی ضابطوں کے درمیان حسین امتزاج پیدا کیا گیا ہے۔ معاشرتی فلاح و بہبود کے بنیادی اصول سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 177 میں

ا۔البقرہ۔:۱۷۷

بیان ہوئے ہیں۔ انہی اصولوں کو عہد رسالت ﷺ کے آخر میں قانونی حیثیت دے کر حکومتِ اسلامیہ کی باضابطہ حکمتِ عملی قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ؕ[1]

''صدقات (زکوٰۃ) تو فقراء، مساکین، کارکنانِ صدقات کا حق ہے اوران لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہو، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے (قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں (یہ مال خرچ کرنا چاہیے)''۔

اس آیت میں ہر قسم کے بے کس، مجبور محتاج، غریب اور بے سہارا لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ اپنی جامعیت اور استیعاب میں تاریخی عوامل کے تحت ہر زمانے میں رونما ہونے والے فقر واحتیاج اور بے کسی و بیچارگی پر حاوی ہیں۔ ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو حاجت مند ہوں، جو معاشی و اقتصادی طور پر بالکل تباہ حال ہوں، جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور جو تعلیم وعلاج سے محروم ہوں۔ وہ لوگ جو اپنے ضروری سفر پر قادر نہ ہوں یا دورانِ سفر اس قابل نہ رہے ہوں، ان سب کے لئے رفاہِ عامہ کے نقطۂ نظر سے اسلام نے مستقل نظام کو وضع کر

۱۔ التوبہ: ۶۰

www.minhajbooks.com

دیا ہے۔

۲۔حضرت مجدد الف ثانیؒ اور سماجی فلاح و بہبود:

ارشادِ نبوی ﷺ ''الدین النصیحة '' کی روشنی میں خیر خواہی دین کی روح ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اکثر دعاؤں میں اہل ایمان کو صیغہ جمع استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے تا کہ جو بہتری اور خیر وہ اپنے لئے اپنے رب سے طلب کریں اس میں دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی شریک کریں۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا یؤمن احدُکم حتیٰ یحبَّ لا خیه ما یحبُّ لنفسهٖ"[۱]

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ کچھ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے''۔

اسی طرح انسانی تعلقات میں باہمی خیر خواہی کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ نے معاشرت کا یہ زریں اصول عطا فرمایا کہ:

" خیر الناس من ینفع الناس"[۲]

''بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے''

ا۔بخاری ، کتاب الایمان ، باب ای الاسلام افضل.رقم حدیث :12

۲۔ مشکوٰۃ ، کتاب الاداب.و کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال 128/16

www.mujaddidway.com

معلوم ہوا کہ انسانی ترقی وکمال کی معراج یہ ہے کہ اس کا وجود معاشرے کے دوسرے افراد کے لئے منفعت بخش اور فیض رساں بن جائے۔اس کی ذات سے خیر وخوبی کے سوتے پھوٹتے ہوں۔اس کا علم جہالت کی تاریکیوں میں نور بکھیرتا ہو۔اس کے جسمانی قویٰ ہر وقت کمزور اور بے سہارا لوگوں کی امداد واعانت پر صرف ہو رہے ہوں۔اس کی ذہنی صلاحیتوں سے معاشرتی فوز وفلاح کے نت نئے منصوبے جنم لیتے ہوں اور اس کی آنکھیں جذبہ خدمت سے سرشار ہوں اور معذور ومجبور انسانوں کی راہ تک رہی ہوں۔
ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیاله" [۱]

"مخلوق خدا کا کنبہ ہے پس بہترین شخص وہ ہے کہ وہ جو خدا کے کنبے کے ساتھ احسان کرے"

صوفیائے کرام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے انہی تعلیمات پر خود بھی عمل کیا اور اسی کی دوسروں کو تعلیم دی۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"السّاعی علی الارملة والمسکین کالقائم لا یفتر وکالصائم لایفطر" [۲]

۱۔مشکوٰۃ ، کتاب الاداب ، باب الشفقه و رحمة علی الخلق (613/2

۲۔بخاری ، کتاب الأدب باب السّاعی علی المسکین رقم حدیث :5548

''بیواؤں اور مسکینوں کی مصیبت کو دور کرنے میں کوشاں شخص اجر وثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ نماز میں مصروف رہتا ہے اور اس میں وقفہ نہیں کرتا اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہے، افطار نہیں کرتا''۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود نبی پاک ﷺ کی ان تعلیمات یعنی اسلام کی سماجی وفلاحی بہبود کی تعلیمات پر خود بھی عمل کیا ان کو دوسروں تک پھیلانے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی مثلاً آپ کے جتنے خطوط ہیں ان میں ہمیں اس کا ذکر ملتا ہے۔تقریباً 36 کے قریب ایسے خطوط ہیں جس میں آپؒ نے خدمت خلق اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو اس وقت حکمران تھے ان لوگوں کو تلقین کی ان پر عمل پیرا کریں۔ اسی طرح آپ کے بعض مکتوبات کے اندر خصوصی طور پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اتباع سنت کی پیروی کی جائے۔

جیسا کہ ہم دیکھیے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا اس معاشرے کے اندر انسانی محبت ، پیار اور دوسروں کے حقوق کی پاسداری نظر آتی ہے ۔آپ ﷺ نے ہمیشہ انسانیت کی بھلائی کی تعلیم دی اور سب سے پہلے خود عمل کر کے لوگوں کے سامنے رکھا۔اسی کا طریقہ ہمیں بتایا اور صوفیہ نے بھی یہی طریقہ ہمارے سامنے رکھا ہے کہ انسانیت کے ساتھ پیار اور محبت یہ اصل تعلیمات ہیں اسی سے دین پھیلتا ہے۔ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کو نبی مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی

تابعداری سے مزین وخوبصورت بنائے آمین۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے رب کے محبوب ہیں۔ جو چیز اچھی لگتی ہے اور پسند آتی ہے وہ محبوب کیلئے ہوتی ہے یعنی محبوب کی پسند محبّ کی پسند ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم ۔ بے شک آپ اخلاق عظیم پر فائز ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینِ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ ۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں اور راہ راست پر ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا اِنَّ ھٰذا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَاتَتَّبِعُوا السُّبُل بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے،تم اسی پر چلو، اور راستوں پر نہ چلو۔ اللہ عزوجل نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور اس کے ماسوا کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی اتباع سے منع فرمایا، جبکہ آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور مخلوق کو ہدایت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا خَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلم ۔اور سب سے بہتر ہدایت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ نیز فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ ۔میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور عمدہ طریقہ پر میری تعلیم وتادیب کی،، [1]

www.mujaddidiway.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کے نام ایک تفصیلی خط لکھا ہے اس خط کے اندر آپ نے غصہ پر قابو پانے، نرمی برتنے کی تعلیمات دیں ہیں اور اس کے استقلال کے لیے تقریباً 11 حدیثیں پیش کیں ہیں اور اس خط کے آخر میں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''دنیا کا بقا بہت تھوڑا ہے آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے اگر دنیا کے باعث کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار دنیادار سب سے عزت والے ہوتے۔ دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئیے چندروزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور خدا کے پسندیدہ کاموں میں کوشش کرنی چاہیے اور اصل بات جو کہنا چاہتا ہوں کہ خلق خدا پر احسان کرنا چاہئیے۔ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا آخرت کی نجات کے لیے دو بڑے حکم ہیں،،

بندوں کے حقوق کیا ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ محرمات سے بچنا دو قسم پر ہے۔ایک وہ قسم جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری وہ جو بندوں کے حقوق کے متعلق ہے۔ دوسری قسم بہت ضروری ہے حق تعالیٰ بڑا اغنی اور رحم کرنے والا ہے اور بندے فقیر اور محتاج اور بخیل اور کنجوس ہیں۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ حقیقی تقویٰ

ا۔شیخ درویش کے نام ۲۔شیخ ذکریا کے بیٹے عبدالقادر کے نام

کے حصول کے لیے 10 چیزوں کا جاننا بہت ضروری ہے وہ فرض کا درجہ رکھتی ہیں انہیں

اختیار کرنا چاہیے۔ جب تک انسان ان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کرلے تب تک وہ حقیقی تقویٰ حاصل نہیں کرسکتا پھر اس کی تفصیل بیان کیں ہیں۔

☆ زبان کو غیبت سے بچائے

☆ بدظنی سے بچے

☆ ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کریں

☆ حرام سے آنکھ بند رکھے

☆ سچ بولے

☆ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا احسان جانے اور اس میں جو خدمت خلق کے بارے آپ کا فرمان ہے۔

☆ اپنا مال راہ حق میں خرچ کرے یعنی غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں پر خرچ کرے

مکتوبات میں آپ کی تعلیمات میں ہمیں یہ بات بھی نظر آتی ہے کہ معاشرے کے اندر وہ افراد جو بے سہارا ہوجاتے ہیں خصوصاً بیوہ خواتین کی آپ نے انہیں دوبارہ نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ایک مکتوب میں جو ایک صاحب حیثیت کو لکھا گیا فرماتے ہیں:

،، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مخلوق خدا اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کو وہ پیارا ہے جو اس کی عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ مخلوق کے رزق کی کفیل ہے پس مخلوق اس کے عیال کی طرح ہے جو آدمی کسی کی

www.mujaddidiway.com

عیال کے ساتھ غم خواری کرے اوراس کے بوجھ کو برداشت
کرے تو یہ شخص اس عیال والے کا محبوب ہوجائے گا کہ اس نے
اس کا بوجھ ہلکا کردیا اوراس کی مشقت کو اپنے اوپر ڈال لیا اس بنا
پر تکلیف دینے کی جرأت کرتا ہوں کہ خط جو پہنچانے والے ہیں
نیک آدمی ہیں قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں اس کی مالی مدد
کریں کہ سخی لوگوں کو سخاوت کے لیے بہانہ کافی ہے،،

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں اور خود عمل کر کے بھی جو لوگ غریب ہیں مسکین ہیں، بیوہ ہیں ان کی خدمت کی اور یہی تعلیمات ہمارے سامنے رکھی ہیں۔دکھی انسانیت کی خدمت کرنا لوگوں کو تعلیم دینا ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا یہ بھی اس کی فلاح ہے اور وہ لوگ معاشرہ میں کمزور ہیں ان کی مدد کرنا بھی فلاح ہے۔

www.mujaddidway.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بطور خادم قرآن

ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے مختلف پہلوؤں سے اور مختلف انداز سے قرآن مجید کی خدمات انجام دی ہیں۔ اس مقالہ میں صرف تین پہلوؤں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱۔ جامعیت قرآن

۲۔ جمع و تدوین قرآن

۳۔ تفسیر قرآن

۱۔ جامعیت قرآن کے بارے میں شیخ سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو کتاب (یعنی قرآن مجید) نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی ہے
ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم
الصلوات والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں''[۱]

یہ اقتباس واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ مجتہد علم الکلام حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کو جملہ آسمانی کتب کا نچوڑ اور لب لباب قرار دیا ہے۔ کیونکہ تمام آسمانی کتب کے علوم و معارف، نتائج و ثمرات اور معانی و مطالب اس میں موجود ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت امام حسین سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابوں کو نازل فرمایا۔ ان کتابوں میں کائنات کے تمام علوم و معارف کو بیان کر

۱۔ البینات شرح مکتوبات، شارح ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی، ج ۲، ص ۵۰۲، دفتر اول، مکتوب: ۷۹

دیا، پھر تمام علوم کو ان چار معروف کتابوں (۱۔تورات ۲۔زبور ۳۔انجیل اور ۴۔قرآن مجید) میں جمع فرما دیا پھر ان میں سے پہلی تین کتابوں کے جملہ معارف کو صرف ایک قرآن مجید میں جمع فرما دیا۔اس طرح یہ قرآن مجید ایسی جامع کتاب قرار پائی۔اسی حقیقت کی بنیاد پر ابن ابی الفضل المرسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جَمَعَ القُرآنُ عُلُومَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ بِحَيْثُ لَمْ يُحِطْ بِها عِلْماً حَقِيقَةً اِلَّا الْمُتَكَلِّمُ ثُمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''[۲]

یعنی قرآن مجید نے اولین و آخرین کے تمام علوم و معارف کو اپنے اندر اس طرح جمع کر لیا ہے کہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے علاوہ ان علوم کا احاطہ آج تک کوئی نہیں کر سکا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَعَلَيْهِ بِالْقُرآنِ فَاِنَّ فِيهِ خَبَرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ''[۳]

یعنی جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے قرآن کا دامن تھامنا ضروری ہے کیونکہ اس میں اولین و آخرین کے سارے علوم موجود ہیں

۱۔الاتقان، ج۲،ص۱۲۶ ۲۔ایضاً

www.mujaddidiway.com

۲۔جمع وتدوین قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں:

(ا) ''اسی طرح ہر ایک (صحابی) سے قرآن مجید کی ایک ایک آیت یا زیادہ آیتیں لے کر جمع کیا گیا ہے'' ۴

اس جملہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی جمع وتالیف اور اس کے تواتر کو بیان فرمایا ہے جس پر پوری ملت اسلامیہ اور امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کو یقین کامل ہے۔

(ب)۔پھر فرماتے ہیں: ''ہم کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن مجید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ درحقیقت قرآن مجید کے جامع حضرت صدیق وحضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں'' ۵

ان سطور میں امام ربانی رحمہ اللہ نے جامعین قرآن کا تذکرہ فرمایا ہے:

آج ہمارے پاس جو قرآن مجید ہے، اس میں موجود ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو آگاہ فرمادیا تھا۔اس ترتیب کو علوم قرآن کی کتب میں ''ترتیب توقیفی'' کہا جاتا ہے۔اس ترتیب میں نبی اکرم ﷺ کی اپنی ذاتی رائے یا کسی دوسرے فرد کی رائے کو کوئی دخل نہیں ہے۔اور اس حقیقت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ ٦

ا۔مکتوبات امام ربّانی، دفتر اول، مکتوب: ۸۰ ۲۔ایضاً

۳۔مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: سابق حوالہ، ص ۵۱۵، ومابعدھا

www.mujaddidway.com

۳۔قرآنی آیات کی تفسیر

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر بھی کی ہے اگر اس تفسیری ذخیرہ کو ان کے تفسیری تفردات کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

3.1۔حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے اور ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔حضرت مجدد الف ثانی نے اس نظریہ کی تردید کی ہے اور اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ:

> اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حروف مقطعات اور ان کے اسرار کی تاویل ظاہر کی ہے، مگر ان کی تفسیر و بیان عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں'' [۱]
> اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی خاص نوعیت کے لوگ ان حروف کے معانی سے آشنا ہو سکتے ہیں۔[۲]

3.2۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔[۳]
> سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکرادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے نزدیک:

۱۔تفسیر مظہری،ج۱،ص۲۱،طبع بیروت ۲۔ایضاً ۳۔سورۃ البقرہ:۲:۱۵۲

تمام اذکار میں تلاوت قرآن پاک (اور کثرت نوافل) پسندیدہ عمل اور افضل ترین ذکر ہے۔ایک تو اس وجہ سے کہ قرآن مجید کی فضیلت خود زیادہ ہے، اور دوسرے اس لیے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ صفت حقیقیہ ہے۔اس کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ایک کنارہ ہماری طرف، جو اس میں فنا ہو گیا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔[۱]

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا نقطہ نظر ہے کہ:

اذکار میں تلاوت قرآن مجید (اور کثرت نوافل) کو اختیار کرنا بعد فناءِ نفس ہے۔باقی قبل از فناء نفس تو آپ بھی ذکر نفی و اثبات کو پسند فرماتے ہیں، کیونکہ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہونا قبل از نفس مناسب نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ[۲]

اس قرآن مجید کو پاک (طہارت والے) لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے

یعنی جو لوگ رذائل نفس سے پاک نہیں ہوئے ان کو تلاوت قرآن مجید سے زیادہ مناسب ذکر اللہ ہے۔[۳]

۱۔تفسیر مظہری، ج۱ص ۱۶۸ ۲۔سورۃ الواقعہ:۵۶:۷۹ ۳۔تفسیر مظہری، ج۱ص ۱۶۹

www.mujaddiway.com

3.3۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ ۔[۱]

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں، (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا برزخی زندگی کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ:

یہ زندگی صرف شہداء سے مخصوص نہیں بلکہ انبیاء کرام، صدیقین اور اولیاء کرام کے لیے بھی ثابت ہے۔[۲]

3.4۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ۔[۳]

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہے اور اللہ کی طرف سے ایک گواہ (قرآن) بھی اس شخص کی تائید وتقویت کے لیے آ گیا۔

۱۔البقرہ:۲:۱۵۴ ۲۔تفسیر مظہری، ج۱،ص۱۷۰ ۳۔سورۃ ھود:۱۱:۱۷

www.mujaddidway.com

اس آیت میں مفسرین کے نزدیک شاہد سے مراد حضرت جبرائیل امین ہیں یا ذات رسول ﷺ ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہاں شاید سے مراد علی رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات سے اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شاہد کہنے کی وجہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ اس کی توجیہ شاہد یہ ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے تو اس اعتبار سے آپ نے سب سے پہلے رسول کریم ﷺ کی صداقت پر شہادت دی۔ میرے نزدیک اور اس سے زیادہ مضبوط وجہ آپ کو شاہد کہنے کی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام کمالات ولایت کے مرکز تھے، تمام اولیاء کرام حتی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقام ولایت میں آپ کے تابع ہیں۔ خلفاء ثلاثہ کی افضلیت آپؓ پر کسی اور وجہ سے ہے۔[1]

3.5۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا[2]

ا۔ تفسیر مظہری، ج۴، ص۳۸۳ ۲۔ سورۃ ھود: ۱۱:۱۰۸

www.mujaddidway.com

اور جو لوگ نیک بخت ہوں گے (وہ) جنت میں ہوں گے وہ اس
میں ہمیشہ رہیں گے۔

اصحاب جنت کو اپنے مراتب کے مطابق اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور بعض اوقات اہل جنت کو وہ مقام ملے گا جو جنت سے بھی اعلیٰ ہوگا۔ وہ مقام اللہ تعالیٰ کے دیدار میں استغراق اور ذات اقدس سے کامل اتصال ہے۔۔۔"

اس ضمن میں مجدد الف ثانی کا نظریہ یہ ہے کہ:

اسماء باری تعالیٰ میں سے جو اسم مبارکہ جس آدمی کا مبدء تعین ہوتا ہے اس اسم کا ظہور اس آدمی کی جنت ہے، اور اس اسم کی تجلی درختوں، نہروں، محلات اور حور و غلمان کی شکل میں ہوگا۔ اس بات کی تائید رسول ﷺ کے اس قول مبارک سے ہوتی ہے کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور پانی میٹھا ہے۔ وہاں (کھلا میدان ہے) اور اس کے پودے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں"[1] (کبھی یہ درخت اور نہریں زجاجی (شیشہ) اجسام کی شکل اختیار کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے بے کیف دیدار کے حصول کا ذریعہ ہو جائیں گی، پھر اپنی اصل شکل کی طرف لوٹ آئیں گی اور مومن ان ہی میں مشغول ہوگا اور ہمیشہ اس طرح ہوتا رہے گا"[2]

۱۔ تفسیر مظہری، ج ۴، ص: ۴۲۷ ۲۔ تفسیر مظہری، ج ۴، ص ۴۲۷

3.6۔ارشاد ربانی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔[۱]

جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور انہیں ضرور ان کا اجر (بھی) عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ:

''نیک مومن مرد و عورت کو پاکیزہ زندگی اور نیک کاموں کا اجر و ثواب ملتا ہے۔اس آیت میں حیات طیبہ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''محبّ کو محبوب کی طرف سے جو تکلیف پہنچتی ہے وہ محبوب کی طرف سے آنے والی خوشی سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے کیونکہ تکلیف تو میرے محبوب کی رضا ہوتی ہے اور خوشی میں ذاتی مقصد ہوتا ہے اور محبّ کو محبوب کی مرضی ہی سب سے پیاری ہوتی ہے'' [۲]

www.mujaddadway.com

۱۔سورۃ النحل:۱۶:۹۷ ۲۔تفسیر مظہری، ج۵،ص۲۲۵

گویا جب بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو محبّ کو محبوب کی طرف سے جو کچھ پہنچتا ہے خواہ وہ تلخی ہو یا شیرینی وہ اس سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ (اسے کہتے ہیں حیات طیبہ)۔

3.7۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ [۱]

اور ہم نے اسے (یعنی ابراہیم علیہ السلام کو) دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرمائی اور بے شک وہ آخرت میں بھی صالحین میں سے ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک لفظ ''حسنة'' سے مراد خلت (خالص دوستی) ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے خلیل پر ان اسرار کو ظاہر کرتا ہے جو محبّ یا محبوب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اپنے لیے اور اپنی آل کے لیے نزول رحمت کی دعا کی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر نازل ہوئی آپ نے دعا فرمائی:

''اللھم صلِّ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللھم صلِّ علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید''

۱۔ سورۃ النحل ۱۶:۱۲۲

www.mujaddidway.com

3.8۔ارشاد ربانی ہے:

عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً ۔[۱]

یقیناً آپ کے رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا (یعنی و مقام شفاعت عظمیٰ) جہاں جملہ اولین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

''اللہ نے پہلے ﴿و من الليل فتهجدبه نافلة ...... ﴾ (اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے ہوئے) نماز تہجد پڑھا کریں۔ یہ خاص آپ کے لیے زیادہ (کی گئی) ہے) فرمایا۔ اس کے بعد ﴿عسى ان يبعثك...... الخ﴾ فرمایا: مذکورہ ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی نماز کو مقام شفاعت حاصل کرنے میں کامل دخل ہے''۔[۲]

3.9۔ارشاد ربانی ہے:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۔[۳]

اور ڈال دی میں نے تم پر اپنی محبت (یعنی میں نے تجھ پر اپنی محبت ڈال دی تجھ سے محبت کی اور ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے

۱۔سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹:۱۷ ۲۔تفسیر مظہری، ج۵، ص ۳۲۶ ۳۔سورۃ طٰہٰ: ۳۹:۲۰

www.mujaddidway.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت کی تو لوگوں کے دلوں میں بھی
آپ کی محبت پیدا ہوگئی

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ:

''کلیم اللہ کا مبدا تعین خالص محبت ہے۔اس وجہ سے (حضرت
موسیٰ علیہ السلام) اہل محبت کے پیشوا ہوگئے اور نبی اکرم ﷺ کا
مبدأ تعین خالص محبوبیت ہے۔اس وجہ سے آپ محبوبوں کے
سردار قرار پائے''۱

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام اہل محبت کے پیشوا اور ہمارے نبی اکرم ﷺ محبوبوں کے سردار ہیں۔

3.10۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ
السَّامِرِيُّ۔۲

ارشاد ہوا: بے شک ہم نے تمہارے (آنے کے) بعد تمہاری
قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کر ڈالا ہے

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

''نبوت ولایت سے مطلقاً افضل ہے کیونکہ ولایت صفاتی تجلیات

۱۔تفسیر مظہری، ج:۶،ص:۶۷ ۲۔سورۃ طٰہٰ۲۰:۸۵

www.mujaddidway.com

سے تعبیر ہے اور نبوت ذاتی تجلیات سے۔ لہٰذا ان دونوں میں
بڑا فرق ہے۔[۱]

اس آیت کو مزید سہل انداز میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

''نبوت اور ولایت دونوں کے دو رخ ہیں: ایک عروج ہے اور
دوسرا نزول۔ مرتبہ عروج میں دونوں کی توجہ خالص طور پر اللہ
تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تاکہ خود ان کو ذاتی کمال اور ترقی مرتبہ
حاصل ہو اور مرتبہ نزول میں دونوں کی توجہ مخلوق کی طرف ہوتی
ہے تاکہ اوروں کو کامل بنا سکیں اور ان کو اکتساب فیض کا موقع مل
سکے''[۲]

www.mujaddidway.com

۱۔ تفسیر مظہری، ج:۸، ص:۸۵؛ ۲۔ ایضاً، ج:۶، ص:۸۵

رسالہ تہلیلیہ کے ادبی محاسن

ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان

زیرِ نظر مقالہ تین حصوں میں منقسم ہے جن میں i۔رسالہ تہلیلیہ کا تعارف ii۔رسالہ کے بارے علماء و محققین کی آراء کا جائزہ اور iii۔رسالہ تہلیلیہ کا منہج وادبی محاسن قابل ذکر ہیں۔زیرنظر رسالہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ(۱) کے قلم کا شاہکار بے نظیر ہے یہ مختصر مگر جامع ترین رسالہ آپؒ کے تبحر علمی وفکری کا نہ صرف آئینہ دار بلکہ آپؒ کے علمی وادبی منہج واسلوب کا غماز بھی ہے اسی طرح یہ رسالہ آپ کے سلسلہ تالیف وتحریر کا فاتحہ بھی ہے علمی دنیا خاص کر میدان تصوف میں آپؒ کے مکاتیب اور سات رسائل بنیادی واساسی اہمیت کے حامل ہیں جن میں ایک زیرنظر رسالہ بھی ہے جو کلمہ طیبہ کی تحقیق، توضیح اور رسالت محمدیؐ کے اثبات پر مشتمل ہے جس طرح کلمہ طیبہ کے دو بڑے اجزاء ایک لا إله إلا الله اور دوسرا محمد رسول الله ہے اسی طرح اس رسالہ کے بھی دو بڑے حصے ہیں ایک توحید دوسرا رسالت پہلے حصہ کے بنیادی مباحث میں سے۔(۱)

۱۔ خبر ''لا'' کی بحث

۲۔ لفظ اللہ کی صرفی ولغوی بحث

۳۔ لفظ اللہ کے لطائف عجیبہ

۴۔ وجود باری تعالیٰ

۱۔شیخ مجدد الف ثانی کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیے نزہۃ الخواطر للعلامۃ عبدالحی ۴۷۹/۲۔۴۸۶،رقم الترجمۃ ۷۰

۵۔ وجود باری تعالیٰ کے متعلق متکلمین اور صوفیہ کے افکار

۶۔ توحید باری تعالیٰ اور اس کے دلائل

۷۔ فضائل کلمہ طیبہ

جبکہ دوسرے حصہ کے اساسی مباحث میں سے (۲)

۱۔ دلائل نبوت

۲۔ رسالت محمدی

۳۔ معجزہ قرآن کریم

۴۔ فضائل نبی کریم ﷺ

قابل ذکر ہیں۔

رسالہ تہلیلیہ کے مفصل تعارف سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے نام، اسباب اور سن تالیف کے متعلق علماء و محققین کی آراء کا بغور مطالعہ کرلیا جائے اس سلسلہ میں دو تین نکات قابل ذکر و بحث ہیں۔ رسالہ کے نام اور وجہ تسمیہ کے متعلق ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس صاحب اپنی کتاب تہلیلیہ (تحقیق و تعلیق) میں رقمطراز ہیں: (۳)

> ''کلمہ طیبہ کی تفسیر ہونے کی وجہ سے اس کو تہلیلیہ کہہ دیا گیا ہے......
> اس کا ایک نام ''تحقیق در کلمہ طیبہ'' ہے حضرت عبدالأحد وحدت گل نے ''تحقیق معنی الکلمة الطیبة لا إله الا الله'' لکھا ہے، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے تاریخی نام معارف لا الـــه إلا الله محـمـد رسول الله صلی الله علیه وسلم لکھا ہے۔(اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے) چونکہ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اس لیے اس کا اصل نام ''تـحـقیق الکلمة الطیبة '' ہے جسے فارسی میں

www.mujaddidiway.com

''تحقیق در کلمہ طیبہ'' لکھ دیا گیا۔''

جبکہ سن تالیف کے حوالہ سے حضرت ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ کی رائے ہے:(۴)

''رسالہ تہلیلیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد نے یہ رسالہ اس وقت لکھا ہے جبکہ آپ حضرت مخدوم سے عوارف وفتوحات اور فصوص کے حقائق ودقائق حل کر رہے تھے۔ آپ نے اس رسالہ کی ابتداء ''فإن قلت لابد من تقدير خبر لا'' سے کی ہے یہ عبارت غمازی کر رہی ہے کہ ہنوز تحصیل علم کا سلسلہ جاری تھا۔''

اسی طرح بعض افراد کا خیال یہ ہے کہ:

''یہ رسالہ آپ نے اپنے والد کی وفات کے بعد لکھا ہے کیونکہ آپ نے صفحہ چھ پر لکھا ہے: ''قال شيخي و والدي قدس سره في رسالته'' آپ نے اپنے والد کا ذکر قدس سرہ سے کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رحلت فرما چکے تھے۔''

مذکورہ تاویلات واقوال اور وجہ تسمیہ محل نظر ہے وہ اس لیے کہ شاید علماء ومحققین لفظ تہلیل کے متعلق زیادہ غور وخوض نہ کر سکے۔ لفظ تہلیل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے بنیادی حروف ھ ل ل ہیں اور تہلیل باب تفعیل سے مصدر ہے جو کہ (رفع الصوت) آواز بلند کرنے اور (قول لا إله إلا الله) لا إله إلا الله کہنے کو کہتے ہیں (۵) چونکہ یہ رسالہ کلمہ طیبہ کی توضیح وفضائل پر مشتمل ہے اسی لیے اس کو رسالہ تہلیلیہ کہا جاتا ہے۔

دوسری گذارش اس سلسلہ میں یہ ہے کہ رسالہ تہلیلیہ کو فارسی ترکیب کہا گیا ہے یہ بات بھی محل نظر ہے اس لیے کہ ''رسالة'' بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور ''تهليلية'' بھی

عربی زبان کا ہے اور یہ خالصتاً عربی ترکیب ہے اور ترکیب بھی وصفی یعنی رسالہ موصوف ہے اور ''تھلیلیۃ'' صفت ہے۔ شیخ مجددؒ نے اس کو جو نام دیا وہی مناسب اور موزوں ہے اور ہے بھی اسم با مسمی اسی طرح رسالہ کے سن تألیف کے حوالہ سے ابوالحسن زید فاروقیؒ کی رائے بھی محل نظر ہے جس میں آپؒ نے فرمایا: ''**فان قلت لابد من تقدير خبر لا**'' (مجدد الف ثانی کی) یہ عبارت غمازی کر رہی ہے کہ ہنوز تحصیل علم کا سلسلہ جاری تھا اس جملہ کے ترجمہ (اگر آپ کہیں کہ (کلمہ طیبہ میں) لا کی خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے) میں جب ہم غور وخوض کرتے ہیں تو کسی لفظ سے بھی یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اس وقت شیخ مجدد الف ثانیؒ تحصیل علم میں مصروف تھے لہٰذا اس جملہ سے تحصیل علم کا استشہاد موزوں نہیں شاید شیخ زید فاروقی رحمہ اللہ سے سہو ہو گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ یہ آپؒ کا اسلوب ہے جس کو بلاغت کی رو سے اسلوب خطابی کہا جاتا ہے جس کی بین مثال آپ کے مکاتیب ورسائل ہیں جس میں آپ نے **إعلم، أيها الأخ، فافهم** اور **إن قلت** جیسے کلمات استعمال کیے ہیں۔(٦)

اور اسی طرح بعض افراد کا یہ خیال کہ:

> ''آپ نے یہ رسالہ اپنے والد کی وفات کے بعد لکھا ہے۔'' اس کے ثبوت کے لیے اسی رسالہ کے صفحہ نمبر ٦ پر لکھی ہوئی عبارت ''**قال شيخي و والدي قدس سره في رسالته**'' سے استشہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپؒ نے اپنے والد کا ذکر ''قدس سرہ'' سے کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رحلت فرما چکے تھے۔ جب ہم مذکورہ قول وعبارت کے ترجمہ: ''میرے شیخ اور والد (محترم) قدس سرہ نے

اپنے رسالہ میں کہا ہے" میں غور وفکر کرتے ہیں تو کسی بھی لفظ سے مفہوم نہیں نکلتا کہ آپؒ نے یہ رسالہ اس وقت تحریر کیا جب آپؒ کے والد گرامی وفات پا چکے تھے یا یہ کہ "قدس سرہ" کے کلمات صرف اور صرف اس انسان یا شخصیت کے لیے ہی استعمال کیے جا سکتے ہیں جو اس فانی دنیا سے رحلت فرما گئے ہوں اور یہ کہ زندہ انسانوں کے لیے استعمال نہیں کیے جا سکتے؟

شیخ مجدد الف ثانیؒ نے کلمہ طیبہ کے حوالہ سے گفتگو کا آغاز سوالیہ انداز میں فرض کرتے ہوئے کیا اور فرمایا:

"فان قلت لابد من تقدیر خبر ل"(۷)

"اگر آپ کہیں کہ (کلمہ طیبہ میں) لا کی خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے"۔

اس کے بعد اس پر جو سوالات اٹھائے جا سکتے تھے اٹھائے اور جواب بھی دیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی رائے کی وضاحت بھی فرمائی مثال کے طور پر صفحہ ایک کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"قلنا نختار الأول كما هو المشهور فی تقدیر خبر لا ونمنع بطلان تالیه فان عدم امكان اله اخروان كان ممایجب أن نعتقده ولكن لایجب أن تدل كلمة التوحید علی كل ماهو كذلك فمن الجائز أن یكتفی فیها علی الدلالة بأن لیس فی الوجود اله إلا الله سبحانه لما هو المقصد والعمدة فی هٰذا المطلب"(۸)

"جواب میں ہم کہیں گے کہ لا کی خبر کو مقدر ماننے کی صورت میں ہم

صورت اوّل کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے اور ہم اس نتیجے (کہ یہ کلمہ دوسرے خدا کے عدم امکان پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا باطل ہے) کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اگرچہ کسی دوسرے خدا کے ناممکن ہونے کا عقیدہ رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ کلمہ توحید (اس مطلب کے علاوہ) ایسے تمام مطالب پر بھی دلالت کرے پس ہم اسی پر اکتفاء کر سکتے ہیں کہ کلمہ توحید اللہ تعالیٰ کے سوا کسی معبود کے موجود نہ ہونے پر دلالت کرے کیونکہ اس مسئلہ میں ہمارا اصل مقصد اور منشاء یہی ہے"۔

پھر اس جواب پر مزید سوال اٹھایا کہ:

"فإن قلت لاحاجة إلى اثبات خبر لافى لغة بنى تميم على مانقله ابن الحاجب من أنهم لايثبتون خبرها"(۹)

"اگر آپ کہیں کہ قبیلہ بنو تمیم کے مطابق "لا" کے لیے خبر کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ ابن حاجب لکھتے ہیں: قبیلہ بنو تمیم لا کے لیے خبر کا ہونا ضروری نہیں سمجھتے"۔

اس کا جواب بڑے ہی عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں یوں دیا۔(۱۰)

"قلنا هو غير معتمد عند المحققين حتى قال الاندلسى: لاأدرى من أين نقله ولعله قاسه" وقال: والحق ان بنى تميم يحذفونه وجوبا اذا كان جوابا عن السؤال وقامت قرينة دالة عليه واذالم تقم فلا يجوز

www.mujaddidway.com

حذفه رأسا إذلادليل عليه" فبنو تميم إذن كأهل الحجاز فى إيجاب الاتيان به"

''تو ہم کہیں گے کہ یہ قول محققین کے نزدیک غیر معتبر ہے، یہاں تک کہ اندلسی نے کہا ہے: ''مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ بات کہاں سے نقل کی، شاید کہ انہوں نے خود ہی قیاس کرلیا ہے''

(اس کے بعد) اندلسی فرماتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ بنوتمیم لا کی خبر کو لازمی طور پر اس وقت حذف کرتے ہیں جب کسی سوال کا جواب ہو اور ایسا قرینہ بھی موجود ہو جس کے ذریعے خبر کے مفہوم کا پتا چل سکے لیکن اگر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو خبر کو حذف کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہے کیونکہ اس وقت اس کا کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔ پس خبر کے وجود کو ضروری سمجھنے میں بنوتمیم اہل حجاز کی طرح ہیں۔

اس کے بعد اہل دانش کا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں متحیر ہونے کا راز ذکر کیا ہے اور پھر بڑی تفصیلی گفتگو لفظ ''اللہ'' پر کی ہے اور ان کے اختلاف کو اس سوال کی شکل میں ذکر کیا ہے: (۱۱)

''أسريانى هو أم عربى، اسم أو مشق ومِمّ اشتقاقه وماأصله أو غير مشق، علم أوغير علم''

کیا لفظ اللہ سریانی زبان کا ہے یا عربی؟ نیز آیا یہ لفظ اسم ذات ہے یا صفت؟ مشتق ہے یا غیر مشتق؟ اگر مشتق ہے تو یہ کس لفظ سے مشتق ہے؟ اگر مشتق نہیں ہے تو علم ہے یا غیر علم؟

اسی طرح آپؒ کا یہ رسالہ بے شمار منہجی اور ادبی خصائص واوصاف سے متصف

www.mujaddidiway.com

ہے جن میں دعائیہ کلمات سے آغاز واختتام (۱۲)

اسلوب خطابی

قدرت تامه على قواعد اللغة

وسعت مطالعه

مرقع نحو و صرف

منهج استدلالى

قدرة تامة على كلام اللغة وأساليبه

دقة بالغة

ايجاز شديد

مرقع مباحث منطقية

استشهاد بالايات والاحاديث

النقد الساذج

استخدام الكلمات المألوفة

التراكيب المتينة

انسجام بين الصيغ والمعانى

کلمات جزلة کا استعمال

الأسلوب التقابلى

التطبيق بين الاقوال والا ستدلال بها

مصادر اصليه سے استشهادو استدلال

www.mujaddidway.com

التوافق بین اللفظ والصورة

الاستدلال بالسیرة الطیبة قابل ذکر ہیں۔

طوالت کے پیش نظر تمام نکات کا ذکر ممکن نہیں چند ایک محاسن ومناہج قابل ذکر ہیں:

قرآنی آیات واحادیث نبویہ سے استشہاد

شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اسلوب ومنہج کے نمایاں ترین اوصاف میں سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ اپنی نصوص کو قرآنی آیات واحادیث نبویہ سے مزین فرماتے ہیں (۱۳) مثال کے طور پر لفظ اللہ کے بعض لطائف تحریر فرماتے ہوئے آپؒ نے پہلے (وللہ جنود السموت والأرض) پھر (لہ ما فی السموات وما فی الأرض) اور آخر میں (لا الہ إلا ھو) سے استشہاد کیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے واحد ویکتا ہونے پر دلائل دیتے ہوئے آیت مبارکہ (لو کان فیھما الھة إلا اللہ لفسدتا) سے استدلال کیا اسی طرح آپؒ احادیث نبویہ سے کثرت سے استشہاد کرتے ہیں اس کی بہترین مثال فضائل کلمہ طیبہ کی تحریر ہے جس میں آپؒ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ اور دیگر مشہور ومعروف کتب احادیث سے روایات کو یکجا کر دیا ہے جو اس بات کی غماز ہے کہ آپؒ کی نظر بنیادی مصادر اسلام پر بڑی گہری ہے۔ اور یہ آپؒ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اقوال کے مابین مقارنہ اوران سے استدلال

شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ قرآنی آیات واحادیث نبویہ سے استشہاد کے ساتھ

www.mujaddidway.com

ساتھ اُقوال، آثار اور ابیات سے بھی استشھاد کرتے ہیں (۱۴) اور ان کے درمیان مقارنہ کرتے ہیں اس کی عمدہ مثال آپؒ کی وہ تحریر ہے جو آپؒ نے وجود باری تعالیٰ پر لکھتے ہوئے تحریر فرمائی اور اعلم أن توحید العوام (واضح ہو کہ عوام اہل اسلام کا عقیدہ توحید یہ ہے کہ) سے گفتگو کا آغاز کیا پھر توحید کے متعلق صوفیہ کی آراء کا خلاصہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی ابیات اور علماء کے اقوال سے استشھاد بھی کیا اور اپنے مخصوص انداز میں تعلیق بھی لگائی ملاحظہ فرمائیے: (۱۵)

> "ولما لم يكن هذا التقيد موجودا حقيقيا في نفس الأمر بل معدوما صرفاً كما كان اذا لأعيان ماشمت رائحة الوجود...... والعمدة في إدراك هذا المطلب الشريف عندهم هو الوجدان الصحيح و المكاشفات الحقانية"

> ''مگر چونکہ یہ قید (ہستی) حقیقت میں موجود نہیں ہے بلکہ پہلے کی طرح معدوم محض ہے اس لیے کہ اعیان نے وجود (حقیقی) کی بوتک نہیں سونگھی، اور موجود حقیقی خدائے واحد وقھار کے سوا اور کوئی نہیں ہے اس لیے اس (ہستی) کو وجود کے ''مرتبہ تنزل'' سے موسوم کیا جاتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی تنزل متصور ہے اور نہ ترقی بلکہ وہ ہر قید سے آزاد ہے یہاں تک کہ مطلق کی قید سے بھی آزاد ہے، البتہ وہ احکام کے مراتب کا جامع ہے اور ہر مرتبے کے مخصوص اُحکام ہیں جن سے آگے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔ جو شخص ان

www.mujaddidiway.com

مراتب کا لحاظ نہیں رکھے گا وہ بے دین ہو جائے گا اسی مقصد کے لیے (الہامی) کتابیں نازل ہوئیں اور اس کی توضیح وحفاظت کے لیے رسول بھیجے گئے اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس اہم مضمون کو سمجھنے کا معتبر ذریعہ وجدان صحیح اور درست مکاشفہ ہے۔''

اسی طرح آپؒ نے وحدت الوجود کے متعلق جو تحریر فرمایا وہ بھی اقوال وابیات سے استشہاد واستدلال کی بہترین مثال ہے۔

لغوی ونحوی مباحث

جو شخص بھی رسالہ تہلیلیہ میں نظر دوڑاتا ہے وہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کی وافر معلومات سے حیران ہو جاتا ہے اس لیے آپؒ کی وسیع ثقافت علمی فن کے تمام مجالات اور علم کے تمام میادین کا احاطہ کرتی ہے اسی لیے ہم آپؒ کو دیکھتے ہیں کہ آپؒ دقیق علمی و فنی مباحث پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں جیسا کہ آپؒ نے لغوی ونحوی مباحث پر گفتگو فرمائی ہے اس حوالہ سے آپؒ کے اسلوب ومنہج کی نمایاں ترین سمات میں سے وہ معلومات ہیں جو آپؒ نے تقدیر خبر ''لا'' کے متعلق فراہم کی ہیں مثال کے طور پر کلمہ طیبہ پر گفتگو کا آغاز سوالیہ انداز میں اس طرح کر رہے ہیں:

''فان قلت لا بدمن تقدیر خبر لا......''(۱۶)

اگر آپ کہیں کہ (کلمہ طیبہ میں) لا کی خبر کو مقدر ماننا ضروری ہے۔ پس اگر اصل عبارت یہ قرار دی جائے:

''لا إلـٰه موجود إلا الله ''تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ دوسرے خدا کا

وجود ممکن نہیں اور اگر ایسے ہو: ''لا إلـه ممكن إلا الله ''تو یہ مستثنیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ) کے واجب الوجود ہونے پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا دونوں باطل ہیں؟

پھر جواباً تحریر فرماتے ہیں:

''لا'' کی خبر کو مقدر ماننے کی صورت میں ہم صورت اوّل کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے اور ہم اس نتیجے (کہ یہ کلمہ دوسرے خدا کے عدم امکان پر دلالت نہیں کرتا لہٰذا باطل ہے) کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اگرچہ کسی دوسرے خدا کے ناممکن ہونے کا عقیدہ رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ کلمۂ توحید (اس مفہوم کے علاوہ) ایسے تمام مفاہیم ومطالب پر بھی دلالت کرے پس ہم اسی پر اکتفا کر سکتے ہیں کہ کلمہ توحید اللہ تعالیٰ کے سوا کسی معبود کے موجود نہ ہونے پر دلالت کرے کیونکہ اس مسئلہ میں ہمارا اصل مقصد اور منشاء یہی ہے۔

اپنے ہی اس جواب پر مزید سوال اٹھاتے ہوئے رقمطراز ہیں: (۱۷)

''فإن قلت لاحاجة إلى إثبات خبر ''لا'' فى لغة بنى تميم على مانقله ابن الحاجب من أنهم لايثبتون خبرها؟''

اگر آپ کہیں کہ قبیلہ بنوتمیم کے مطابق ''لا'' کے لیے خبر کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ ابن حاجب لکھتے ہیں: ''قبیلہ بنوتمیم ''لا'' کے لیے خبر کا ہونا ضروری نہیں سمجھتے۔''

اس کا جواب بہت ہی ایجاز واختصار مگر جامع ومدلل انداز میں دینے کے ساتھ ساتھ اس کی تایید وتوثیق مشہور ومعروف نحوی ومفسر ابوحیان اندلسی کے قول سے فرمائی آپؒ فرماتے ہیں: (۱۸)

''قلنا هوغير معتمد عند المحققين حتى قال

الاندلسی: لا ادری من أین نقله ولعله قاسه ......فلایجوز حذفه رأسًا اذلادلیل علیه''

''ہم کہیں گے کہ یہ قول محققین کے نزدیک غیر معتبر ہے، یہاں تک کہ اندلسی نے کہا ہے ''مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے یہ بات کہاں سے نقل کی، شاید کہ انھوں نے خود ہی قیاس کرلیا ہے......حقیقت یہ ہے کہ بنوتمیم ''لا'' کی خبر کو لازمی طور پر اس وقت حذف کرتے ہیں جب کسی سوال کا جواب ہو اور ایسا قرینہ بھی موجود ہو جس کے ذریعے خبر کے مفہوم کا پتا چل سکے لیکن اگر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو خبر کو حذف کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہے کیونکہ اس وقت اس کا کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔''

پس خبر کے وجود کو ضروری سمجھنے میں بنوتمیم اہل حجاز کی طرح ہیں۔ مختصراً یہ کہ اسی طرح کی دقیق علمی بحوث آپؒ نے لفظ ''اللہ'' پر گفتگو کرتے ہوئے بھی تحریر فرمائی ہیں۔

دقت بالغہ اور ایجاز شدید

جب بھی آپؒ کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں جس کا تعلق اصل و بنیادی موضوع سے ہو آپؒ اس کا حق ادا کرنے کی سعی وکوشش میں مسلسل مصروف عمل رہتے ہیں حتی کہ اس کے تمام جوانب کا احاطہ کرتے ہیں اور کوئی چیز بھی بغیر تحقیق و تفتیش کے ذکر نہیں فرماتے حتی کہ وہ وقائع واخبار اور دلائل جو قدیم مصادر میں ہوں جن تک رسائی آسانی سے ممکن نہ ہو کو بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ آپؒ کی تحریر جامع وکامل ہو اور فراہم کردہ

معلومات میں کسی قسم کا جھول نہ ہو اس سلسلہ میں سب سے اہم بات جو قابل توجہ ہے وہ آپؒ کی دقت رسی اور ایجاز شدید کا وصف بے نظیر ہے اس کی عمدہ و بہترین مثال آپؒ کی وہ تحریر ہے جو آپؒ نے خصوصیت ذات الٰہی کے حوالہ سے تحریر فرمائی ملاحظہ فرمائیے ص ۴۴۔۴۶ کی عبارت

ذکرِ مصادر و مراجع میں آپؒ کا منہج و اسلوب

شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنی وافر معلومات اور وسعت علمی کی بدولت ایسا کرتے رہتے ہیں جو قاری کی توجہ کھینچ لیتا ہے اس لیے آپؒ مسلسل اس سعی و کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ قاری کو نئی سے نئی اور مفید معلومات فراہم کی جائیں اس غرض و ہدف کی تکمیل کے لیے آپؒ مصادر قدیمہ اور حدیثہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں ایسا ہی آپؒ نے اس مختصر مگر جامع رسالہ میں کیا آپؒ نے جن امھات المصادر سے استفادہ کیا ان میں صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، مسند امام احمد بن حنبلؒ، شرح السنۃ، انوار التنزیل حاشیہ سید سند، حاشیہ جرجانی، مفاتیح الغیب، شرح المواقف، شرح المقاصد، مسند معاذ بن جبل، معالم التنزیل، النصوص، کلیات عراقی، مکتوبات شیخ عارف عبدالقدوس، سنن ابی داود، مسند الدارمی، مستدرک علی الصحیحین، تصانیف ابن عربی اور کنز الحقائق قابل ذکر ہیں (۱۹) جبکہ ان مصادر کے ذکر میں آپؒ کا منہج و اسلوب یکساں نہیں ہے جس کو درج ذیل نکات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(i) مصدر اور مؤلف کا اکٹھا ذکر (۲۰)

(ii) مصدر کا ذکر مؤلف کے ذکر کے بغیر (۲۱)

(iii) مؤلف یا قائل کا ذکر مصدر کے ذکر کے بغیر (۲۲)

www.maktabah.org

(iv) اقوال سے استشھادوقائل اور مصدر کے ذکر کے بغیر (۲۳)

اوراسی طرح آپؒ مصادر ومراجع کا ذکر کرتے ہوئے جلد اور صفحہ نمبر تحریر نہیں فرماتے اور نہ ہی قرآنی آیات کو ایرد کے دوران سورت کا نام اور آیت نمبر ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی احادیث مبارکہ تخریج کرتے ہیں اور مزید یہ کہ نہ ہی آپؒ اعلام، اماکن، قبائل اور بلدان سے تعارف کرواتے ہیں۔(۲۴)

مختصراً یہ کہ آپؒ مختلف مباحث پر بات کرتے ہوئے سب سے پہلے دین اسلام کے بنیادی واساسی مصادر قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے استشھاد واستدلال کرتے ہیں اور اس کے بعد حسب ضرورت صرف، نحو، منطق، فلسفہ اور علم الکلام کے مصادر سے بھی استفادہ کرتے ہیں جو آپؒ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں تصوفِ حق کی دعوت واشاعت کے ساتھ ساتھ بدعت وخرافات کی بیخ کنی بھی کی ہے جو کہ ایک مجدد کے لیے بہت ہی ضروری بلکہ لازم وملزوم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فکرِ مجدد کو سمجھنے اور اس کی ترویج واشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

فہرس الھوامش

(۱) ملاحظہ فرمائیے: تھلیلیہ ص ۴۱۔۵۴، تحقیق ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس، تصوف فاؤنڈیشن

(۲) ملاحظہ فرمائیے: تھلیلیہ ص ۵۴۔۵۹

(۳) انظر تھلیلیۃ، مقدمہ ص ۱۹، ۲۰، ۲۱، والجنات الثمانیۃ ص: ۳۵

(۴) مصدر سابق ص ۲۰، ۲۱، زبدۃ المقامات ص ۱۳۱، ۲۴۰، ومقامات معصومی ۲/۵۴

(۵) لسان العرب مادہ ھ ل ل

www.mujaddidiway.com

(۶) دیکھیے المکتوبات المجددیۃ، تحقیق مفتی محمد علیم الدین ص ۱۰، ۱۸، ۲۵ اور مزید ملاحظہ فرمائیے ارمغان امام ربانی ۲/ ۲۱۶-۲۴۱

(۷) تھلیلیہ ص ۴۱، تحقیق ہمایوں عباس شمس

(۸) المصدر السابق والصفحۃ ایضاً

(۹) مصدر سابق وصفحۃ ایضاً

(۱۰) مصدر سابق ص ۴۱، ۴۲

(۱۱) مصدر سابق ص ۴۲، س ۹-۱۱

(۱۲) اس رسالہ کے شروع میں تمہیدی و دعائیہ کلمات بعض قلمی نسخوں میں نہیں ہیں قلمی نسخوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد کلمہ طیبہ سے آغاز ہوتا ہے یہ دعائیہ کلمات مطبوعہ نسخہ میں ہیں۔ (رسالہ تھلیلیہ ص ۶۳، حاشیہ نمبر؟)

(۱۳) قرآنی آیات سے استشہاد کے لیے ملاحظہ فرمائیں التھلیلیہ ص ۴۴، ۴۵، ۴۸، ۴۹، ۵۸ جبکہ احادیث سے استشہاد کے لیے ملاحظہ فرمائیں مصدر سابق ص ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۵۴، ۵۵، ۵۸۔

(۱۴) ابیات سے استشہاد واستدلال کے لیے دیکھیے تھلیلیہ ص ۴۹ ص ۳-۵ ص ۵۱ س ۱۴-۱۶، ص ۵۲ س ۹-۱۱

(۱۵) تھلیلیہ: ص ۴۹، ۵۰

(۱۶) مصدر سابق ص ۴۱، ۴۲

(۱۷) مصدر سابق والصفحۃ ایضاً

(۱۸) مصدر سابق والصفحۃ نفسھا ایضاً

(۱۹) مصدر سابق ص ۴۲ س ۵، ص ۴۴ س ۵، ص ۴۶ س ۱۲، ۱۳، ص ۴۷ س ۳، ۶، ۹، ۱۲، ۱۵

(۲۰) تھلیلیہ: ص ۴۲ س ۵، ص ۴۹ س ۶، ۱۲، ص ۵۲ س ۱۴

www.mujaddidway.com

(۲۱) مصدر سابق ص ۴۶ س ۶، ص ۴۷ س ۱۵

(۲۲) مصدر سابق ص ۴۱ س ۱۸، ص ۴۲ س ۱، ص ۴۴ س ۵، ص ۵۸ س ۴

(۲۳) مصدر سابق ص ۴۴ س ۱۹، ص ۴۶ س ۲، ص ۴۸ س ۴، ۷، ص ۵۰ س ۱، ص ۵۶ س ۱۶

(۲۴) تھلیلیۃ: ص ۴۴ س ۲۰، ص ۴۵ س ۲، ۳، ۱۸، ۱۹، ص ۴۶ س ۱۳، ۱۶، ص ۴۷ س ۳ و مابعدھا، ص ۵۴ س ۱۷، ص ۵۸ س ۳، ۹۔ ۱۱، ۷ وغیرھا۔

www.mujaddidway.com

میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ کے نام حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خطوط کی دعوتی، سماجی اور سیاسی اہمیت

ڈاکٹر محمد اکرم وِرک

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (۹۷۱۔۱۰۳۴ھ/1563-1624ء) نے "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ" کے اصول کے مطابق جن سیاسی شخصیات کو خاص طور پر خطوط صادر فرمائے اور ان کی اصلاح کی راہ سے بادشاہ، امراء اور دیگر عمائدین حکومت کی اصلاح کا قصد فرمایا، ان میں ایک بڑا نام میرزا عبدالرحیم خانِ خاناں کا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ داعی کا ایک اہم ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ معاشرے میں صاحبانِ اقتدار میں سے سلیم الفطرت انسانوں کی کھوج میں خصوصی محنت کرے، کیونکہ ایسے لوگوں کو تھوڑی سی محنت سے جادۂ مستقیم پر گامزن کیا جا سکتا ہے، اور پھر ان کی وساطت سے دیگر لوگوں کی اصلاح کچھ مشکل نہیں رہتی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے میرزا عبدالرحیم خانخاناںؒ کے نام تیرہ مکتوب ارسال فرمائے جن کی تفصیل یہ ہے۔

دفتر اوّل میں مکتوب نمبر: ۲۳۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۸۔ ۲۱۴۔ ۲۳۲۔ ۲۶۸

اور دفتر دوم میں مکتوب نمبر: ۸۔ ۶۲۔ ۶۶۔

زیرِ نظر سطور میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطوط کے جن پہلوؤں پر خاص طور سے روشنی ڈالی جائے گی، وہ تین پہلو ہیں:

www.mujaddidway.com

(i) دعوتی اہمیت

(ii) معاشرتی اہمیت

(iii) سیاسی اہمیت

موضوع پر براہِ راست گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ کا مختصر تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ کے والد کا نام میرزا بیرم خاں تھا، جو شہنشاہ ہمایوں کا سپہ سالارِ اعظم، سلطنت مغلیہ کا زبردست وفادار اور بازوئے شمشیر زن تھا۔ میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ بیرم خان کے ہاں ۱۴ صفر المظفر ۹۶۴ھ بمطابق ۱۵۵۶ء بروز جمعرات لاہور میں امیر جمال خاں میواتی کی صاحبزادی کے بطن سے متولّد ہوئے۔ ابھی چار برس کی عمر تھی کہ آپ کے والد کو گجرات کے قریب پٹن شہر میں ۹۶۸ھ میں قتل کر دیا گیا، وارثوں نے آپ کو آگرہ منتقل کر دیا، جہاں آپ شاہی ماحول میں پرورش پاتے رہے، ذرا ہوش سنبھالی تو تعلیمی سلسلے کا آغاز کیا۔ اپنے وقت کے نامور علماء وفضلاء خاص کر علامہ فتح اللہ شیرازی، قاضی نظام الدّین بدخشی، مولانا محمد امین اندجانی، حکیم علی گیلانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے علوم ظاہری و باطنی وفوائد کثیرہ حاصل کیے۔ گجرات کے معروف بزرگ شیخ وجیہ الدینؒ بن شیخ نصر اللہ علویؒ سے روحانی طریقہ اخذ کیا۔

امیر کبیر محمد شمس الدین غزنویؒ کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔ مغل بادشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔ گجرات، سندھ اور دکن کے بعض علاقے آپ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔ اکبر نے آپ کو خانِ خاناں (امیر الامراء) کا لقب دیا اکبر نے اپنے بیٹے جہانگیر کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ کو ۹۷۲ھ میں اپنے پاس رکھ

لیا۔ ایک متبحر اور قابلِ اعتماد عالم ہونے کے ساتھ ساتھ آپ عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور سندھی لغات کے بھی زبردست ماہر تھے۔ انھوں نے ۹۹۷ھ میں ''تزک بابری'' کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اپنے دور میں صاحب القلم والسّیف کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اپنے دور میں آپ جیسا متنوّع الصّفات اور جامع الفضائل شخص شاید ہی کوئی ہو، ۱۰۲۶ھ میں دہلی میں انتقال فرمایا، اور مقبرہ ہمایوں کے برابر مدفون ہوئے۔[۱]

دورِ حاضر میں جب اسلامی تحریکات کے مقاصد اور پس منظر پر بات کی جاتی ہے تو جو سوالات خاص طور پر اربابِ علم و دانش کے ہاں زیرِ بحث آتے ہیں ان میں سے ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا اسلامی تحریکات کا اصل ہدف معاشرتی اصلاح ہے یا اسلامی ریاست کا قیام۔ حضرت مجددؒ کی دعوتی اور تحریکی زندگی کے مطالعے سے جو چیز نکھر کر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک داعی کا اصل ہدف اصلاحِ معاشرہ ہے، حصولِ اقتدار اور نظمِ اجتماعی اس کے دعوتی مشن کا ہدف نہیں بلکہ نتیجہ ہے۔ میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ کے نام حضرت مجددؒ کے خطوط کو ان کے اسی وژن کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم اپنے قارئین کی توجہ چند ایسے ہی نکات کی طرف مبذول کروائیں گے۔

خانِ خاناںؒ کے نام خطوط کی دعوتی اہمیت:

۱۔ مآثرالأمراء ، نزھۃ الخواطر، ۵/۳۰۴

www.maktabah.org

سماجی تبدیلی کے لئے دعوت کا مرکزی ہدف طبقہ عوام ہے یا اشرافیہ۔ یعنی تبدیلی اوپر سے نیچے کی طرف سفر کرتی ہے یا نیچے سے اوپر کی طرف، یہ سوال جس قدر اہم ہے اسی قدر سنجیدہ تجزیے کا متقاضی بھی ہے۔ دورِ حاضر میں بہت سی اسلامی تحریکوں کی تگ و دو اور طرزِ عمل کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے، اور اسی پس منظر میں ان کے اثرات ونتائج کی وسعت کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ دعوت کو اس پہلو سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپؒ نے ایک طرف تو طبقۂ عوام کی تعلیم وتربیت اور اصلاحِ احوال کی طرف بھرپور توجہ فرمائی اور دوسری طرف کرسئ اقتدار کی بجائے امراء اور اشرافیہ کو اپنی دعوت کا ہدف بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپؒ کی کوششوں کے نتیجے میں معاشرے کے سرکردہ لوگوں نے اپنی دینی دلچسپیوں کا اظہار کیا تو عوام نے اپنے دینی مزاج کی وجہ سے ان کے طرزِ عمل کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس پر اپنی مسرت اور شادمانی کا اظہار بھی کیا۔

دعوتِ دین میں مدعو کے لئے خیر خواہی اور دلسوزی شرطِ اوّل ہے۔ داعی کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ مدعو کے دل پر دستک دے، اور نہ صرف اس کی عزت نفس کا پوری طرح لحاظ رکھے، بلکہ اس کے ہر اچھے عمل پر اس کی حوصلہ افزائی بھی کرے، اور پھر جہاں ضرورت ہو اس کی اخلاقی تربیت سے بھی صرفِ نظر نہ کرے۔

اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز اربابِ بست وکشاد خاص قسم کے پروٹوکول (Protocol) کے عادی ہوتے ہیں، اور یہ پروٹوکول ان کی نفسیات میں رچ بس کر ان کی عادت سے بڑھ کر فطرت کا حصہ بن جاتا ہے، ایک داعی کی کامیابی اسی میں ہے

www.mujaddidway.com

کہ وہ اپنے مدعو اور مخاطَب کی نفسیات اور پس منظر (Back Ground) کا پوری طرح لحاظ رکھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں ہمیں اس اسلوب کی جھلکیاں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ مثلاً آپ اپنے خطوط کا آغاز کسی نہ کسی دعائیہ جملہ سے فرماتے ہیں ایک خط میں خانِ خاناںؒ کو اپنی دعاوؤں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ ان کے کمالات کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل وقال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے اور اس علم سے نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔۔۔۔اے ظہورِ کمالات کے لائق برادرِ عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ بویا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخم اعمال کو ضائع کر دیا۔''[۱]

ایک مکتوب میں حضرت مجددؒ، خانِ خاناں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ مکتوبات: دفتر اول، حصہ اوّل، مکتوب نمبر:۲۳

www.mujaddidway.com

کہ ایسی کتب کے مطالعہ سے احتراز کرنا چاہیے جو صوفیاء کے مکشوفات والہامات پر مبنی ہوں، کیونکہ ہر قاری کے لئے اصل حقائق تک آسانی سے رسائی ممکن نہیں۔اس لئے اربابِ اختیار کو فتوحاتِ مکیہ (ابن عربیؒ) کی بجائے فتوحاتِ مدنیہ (احادیثِ نبویہ) کا مطالعہ کرنا چاہئے۔آپ مکتوب الیہ کو دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں: فتوحاتِ مکیہ مفتاح فتوحاتِ مدنیہ باد۔

''فتوحاتِ مکیہ فتوحاتِ مدینہ کی کلید ہو''

سلاطین ،امراء اور حکومتی عہدیداروں کا احتساب اور ان کو نصیحت کرنا جان جوکھوں کا کام ہے،لیکن یہ کام جس قدر مشکل ہے اسی قدر ضروری بھی ہے اس لئے کہ عوام الناس معاشرے کے سرکردہ افراد اوران کے طرزِ عمل سے نہ صرف براہِ راست متأثر ہوتے ہیں بلکہ ان کو نمونۂ عمل (Role Modle) بھی بنا لیتے ہیں۔اس لئے ایک داعی کو ہر طرح کے تحفظات سے بلند ہوکر بڑی حکمت کے ساتھ یہ فریضہ انجام دینا چاہیے۔کیونکہ اعلیٰ منصب پر فائز کسی ایک انسان کی اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بہت سارے انسانوں کی اصلاح کا سامان کرلیا ہے۔حضرت مجددؒ نے دعوت کے اس اسلوب کو جس حکمت کے ساتھ برتا ہے،وہ داعیانِ اسلام کے لئے خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ صاحبِ ثروت اور سلطنت مغلیہ کے رکنِ رکین

ا۔مکتوبات: دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب نمبر: ۱۹۸

ہونے کے باوصف اہل اللہ اور درویشوں کے خدمت گاروں میں تھے مگر ان کے اندازِ تحریر سے تحکم اور تکبر کی بو آتی تھی۔ حضرت مجددؒ ایک مکتوب میں ان کو تواضع اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فقراء کی بہت خدمت کی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی بہت ضروری ہے، تاکہ اس پر ثمرہ اور نتیجہ برآمد ہو۔ اور اس کے بغیر تو خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے، یعنی کچھ فائدہ نہیں ہے، ہاں حضور ﷺ کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں اور متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور نیکی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کو ایک شخص نے متکبر کہا تو انھوں نے فرمایا: میرا تکبر خدا کے لیے ہے۔

اس گروہِ فقراء کو ذلیل خیال نہ کریں کیونکہ حدیث نبوی ﷺ ہے: ''رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ'' (بہت سے پراگندہ بال، گرد آلود، دروازوں سے دھکیلے جانے والے (باطن میں ایسا بلند مقام رکھتے ہیں کہ) اگر اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری کرتا ہے۔)

.... اگرچہ یہ باتیں تلخی نما ہیں۔ لیکن آپ کی خوشامد

www.maktabah.org

اور چاپلوسی کرنے والے بہت ہیں ،آپ اسی پر اکتفاء کریں ۔فقراء سے آشنائی اور ملاقات سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور مخفی کمینی حرکات سے واقف اور مطلع ہو۔یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس طرح کی باتوں سے آزار اور تکلیف دینا مقصود نہیں، بلکہ یہ باتیں خیر خواہی اور دلسوزی کے طور پر ہیں۔''[۱]

تکبر دراصل ایک روحانی اور اخلاقی مرض ہے جس کا علاج تواضع اور انکساری ہی سے ممکن ہے۔تواضع ،غرباء کا اظہارِ حال اور امراء کے لئے باعثِ کمال ہے۔شیخ سعدی فرماتے ہیں:

تواضع زگردن فرازاں نکوست گدا گر تواضع کند خوئے اوست

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی پر سوز نصیحت کے جو اثرات مکتوب الیہ پر مرتب ہوئے اس کی نشاندہی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے مکتوب سے ہوتی ہے ۔ جب خانِ خاناںؒ نے اس پرخلوص نصیحت کے نتیجے میں تواضع اختیار کرتے ہوئے اپنے رویے کو بالکل تبدیل کرلیا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''چونکہ آپ نے فقراء کے آداب کا لحاظ رکھا ہے اور باتوں میں تواضع اختیار کی ہے۔اس کے مطابق:مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ،

۱۔مکتوبات،دفتر اول،مکتوب نمبر:۶۸

www.mujaddidway.com

(جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ اسے بلندی اور رفعت اختیار کرتا ہے۔) امید ہے آپ کا یہ عجز و تواضع آپ کی دینی و دنیوی رفعت کا سبب بنے۔ [1]

شیطان کے بڑے جالوں میں سے ایک جال یہ ہے کہ وہ امورِ شرعیہ کے بارے میں انسان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی تو یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اسلامی احکام خلافِ عقل ہیں، عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہیں، اور ان پر عمل کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے ۔ حضرت مجددؒ نے خانِ خاناںؒ کے نام ایک تفصیلی خط اس مضمون کا صادر فرمایا:

کہ امور شرعیہ میں پوری آسانی اور سہولت کا لحاظ رکھا گیا ہے مقیم و مسافر، مریض و تندرست اور مرد و زن دونوں کے دائرہ کار اور نفسیات کے مطابق تعلیمات دی گئی ہیں۔ اب اس اہتمام کے بعد بھی جو شخص عمل نہ کرے وہ حقیقتِ ایمان سے محروم ہے۔ [2]

اس میں کیا شک ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہونے کے ساتھ ساتھ دین عقل بھی ہے لیکن کون سی عقل معیارِ حق ہوگی؟ یہ ایک اہم سوال ہے، حقیقت یہ ہے کہ عقل ایک ایسا کمزور اور بے بس راہنما ہے جس کو انسانی خواہشات اور جذبات نے ہمیشہ اپنا تابع

۱۔ مکتوبات: دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر: ۶۹

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۱۹۱

www.maktabah.org

مہمل بنا کر رکھا ہے، اور عقل نے ہمیشہ انسانی جذبات وخواہشات کے حق میں دلائل تراشے ہیں اور خواہشاتِ نفس اور جذباتی رویوں کو عقلی رویے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ عقل جج نہیں، وکیل ہے۔جیسا مقدمہ اسے دیا جائے گا اسی کے مطابق وہ وکالت کرے گی ۔ یہ ایک ایسی دو دھاری تلوار ہے جو دونوں طرف چلتی ہے اس سے جس طرح دینی حقائق کو ثابت کیا جاسکتا ہے اسی طرح باطل بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ وکیل کی وکالت وذہانت پر موقوف ہے کہ وہ مقدمہ کے کس پہلو کی تائید یا تردید کرنا چاہتا ہے۔اس لئے ہر شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی عقل کا ترازو لے کر آگے بڑھے اور احکامِ شرعیہ کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کرنے بیٹھ جائے۔معیارِ حق عقل نہیں بلکہ وحی ہے۔اس لیے ایک مکتوب میں حضرت مجددؒ، خانِ خاناں کے نام تحریر فرماتے ہیں:

> ''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تمام احکامِ شرعیہ کو عقلی پیمانے پر ناپے اور دلائلِ عقلیہ کے مطابق کردے، وہ شانِ نبوت کا منکر ہے اور اس کے ساتھ کلام کرنا کم عقلی و بے وقوفی ہے۔'' [۱]

عقل پرستی کا مرض ہر دور میں رہا ہے،مغربی فکر و فلسفے کے زیر اثر یہ دورِ حاضر کا بڑا فتنہ ہے۔اسلام عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اور تفکر فی الخلق پر زور دیتا ہے،اسلام کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اگر کسی حکم کی حکمت وقتی طور پر انسان کی سمجھ میں نہ بھی آئے تب بھی وہ

۱۔مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۱۱۴

اس پر پختہ ایمان اور یقین رکھے۔ ورنہ ایسے شخص کا ایمان اپنی عقل پر ہوگا نہ کہ نبوت و رسالت پر۔ اسی پس منظر میں شیخ مجددؒ نے اسلامی حدود وتعزیرات اور اسلامی احکام کو عقل کے ترازو میں تولنے والے شخص کو شانِ نبوت کا منکر قرار دیا ہے۔ گویا دین یہ ہے کہ

عقل قربان کن بپیشِ مصطفیٰ

خان خاناںؒ کے نام خطوط کی معاشرتی اہمیت:

دورِ حاضر میں داعیانِ اسلام کی دعوت کے غیر مؤثر ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا افرادِ معاشرہ کے ساتھ براہِ راست تعلق نہ ہونے کے برابر ہے، ہمارے ہاں طبقۂ عوام کے مسائل سے آگاہی حاصل کرنا اور پھر ان کے حل کی عملی کوشش، دعوتِ دین کے دائرہ سے قطعی باہر سمجھی جارہی ہے۔ یہ طرزِ عمل رسول اللہ ﷺ کے منہاجِ دعوت سے بہت بڑا انحراف ہے۔ سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقِ خدا سے محبت اور خدمتِ خلق دعوتِ دین کے سب سے کارگر ہتھیار ہیں۔ پہلی وحی کے بعد جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو آپؐ کے اضطراب کو دیکھتے ہوئے حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو ان الفاظ میں تسلی دی:

''كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتُكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ'' (بخاری، باب بدء الوحی)

''ہر گز نہیں! اللہ کی قسم، اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ناداروں کی خبر

گیری کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔'' [۱]

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ الفاظ قبل از اعلانِ نبوت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا بڑا خوبصورت اور جامع بیان ہیں، جس سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ خدمتِ خلق پہلے ہے اور دعوتِ دین بعد میں۔ اس وقت عیسائی مبلغین اور مشنریز پوری دنیا میں خدمتِ خلق کے نام پر اپنے باطل نظریات کے پرچار میں مصروف ہیں۔ غور کیا جائے تو برصغیر میں صوفیاء کرام نے بلا امتیازِ رنگ ونسل اور مذہب، لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار بنایا اور لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں کامیاب ٹھہرے۔ خانقاہی نظام میں لنگر کا تصور اس اسلوبِ دعوت کی خوبصورت مثال ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دعوتی منہج میں بھی اس اسلوب کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ نہ صرف ذاتی حیثیت میں آپ نے مخلوقِ خدا کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا بلکہ اصحابِ ثروت کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ ہم ان سطور میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر ہی اکتفاء کریں گے جن سے واضح ہوتا ہے کہ ایک طرف اگر شیخِ مجددؒ کی اپنے ارادت مندوں کی روحانی ترقی پر گہری نظر تھی تو دوسری طرف وہ ان کے روز مرہ زندگی کے مسائل سے بھی پوری آگہی رکھتے تھے۔ حضرت مجددؒ، خانِ خاناںؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں ایک ضرورت مند کی سفارش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سیادت مآب سید ابراہیم آپ کے بلند آستانہ سے قدیمی تعلق و

۱۔ صحیح بخاری، رقم الحدیث:۳

نسبت رکھتا ہے اور آپ کے دعا گووں میں شامل ہے۔ آپ کے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں۔ تا کہ اس فقر اور بڑھاپے کے وقت اپنے اہل وعیال میں فراغت اور سکون سے اپنا وقت گزاریں اور آپ کے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہیں۔[۱]

حضرت مجدد علیہ الرحمہ ایک دوسرے مکتوب میں رقمطراز ہیں:

''میاں شیخ عبدالمومن بزرگ زادہ ہیں اور تحصیل علم سے فارغ ہو کر طریقۂ صوفیاء کا سلوک فرماتے ہیں۔ اور سلوک کے ضمن میں عجیب وغریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں۔ ضرورتِ انسانی از قسم اہل وعیال ان کو حیران و بے اختیار ناچار کر دیتی ہے۔ اس فقیر نے ناچارگی اور پریشانی کو دور کرنے کے لئے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے۔ ''مَنْ دَقّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ'' جس نے کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کشادہ حال ہو گیا۔[۲]

۱۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۶۹

۲۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۲۳۲

www.mujaddidway.com

حضرت مجددؒ ایک اور مکتوب میں خانِ خاناں کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرنے کے بعد ایک حاجت مند کی سفارش بایں الفاظ فرماتے ہیں:

''دو ضروری اور اہم کام بے اختیار آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہیں۔ ایک رنج و آزار کا گمان رفع کرنے کا اظہار، بلکہ آپ سے اور اخلاص کا ہونا۔ اور دوسرا ایک محتاج آدمی کی طرف اشارہ جو فضیلت اور نیکی سے آراستہ ہے اور معرفت اور شہود سے مزین ہے، جو نسب کے لحاظ سے کریم اور حسب کے اعتبار سے شریف ہے۔''[1]

خانِ خاناںؒ کے نام خطوط کی سیاسی اہمیت:

میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ سیاسی اعتبار سے معمولی آدمی نہ تھے نہ صرف اپنی خاندانی خدمات کی وجہ سے بادشاہ پر ان کے گہرے اثرات تھے بلکہ اپنی فطری بہادری، بلند فکری، علماء و صوفیاء سے محبت اور فقراء و مساکین کی دادرسی کی وجہ سے ہر طبقہ میں مقبولیت کی اس سطح پر تھے جس سے زیادہ کا سوچا بھی نہیں جا سکتا، لیکن اس کے باوجود حضرت مجددؒ نے ان کی طرف جو خطوط صادر فرمائے ان میں اس بات کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں ہے جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہو کہ آپؒ خانِ خاناں کی اس حیثیت سے اقتدار یا ذاتی منفعت کے خواہاں ہوں۔ حضرت مجددؒ نے جس انداز میں اپنے ذاتی طرزِ عمل سے اقتدار سے

۱۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۶۷

لاتعلقی کا اظہار فرمایا اس نے حکمران طبقے، امراء اور اشرافیہ میں آپ کی دعوت کے نفوذ میں اہم کردار ادا کیا۔ غور کیا جائے تو شیخ مجددؒ کے خطوط کا مرکزی نقطہ مکتوب الیہ کی اصلاح اور پھر ان کی وساطت سے درباری امراء اور دیگر متعلقین کی اصلاح ہی تھی۔ آپؒ نے اس مقصد کے لئے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ مکتوب الیہ کی نظر میں دنیا کا حقیر ہونا پوری طرح واضح ہو جائے اور اس کی وساطت سے دوسرے امراء کی اصلاح اور ان کے دلوں میں اسلامی احکام کی حرمت و عزت کے تصور کو پختہ کیا جائے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مجددؒ کی اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ان کوششوں کے نتیجے میں ایک موقع پر میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ گورنری کا عہدہ چھوڑنے پر تیار ہوگئے۔ خانِ خاناںؒ کی شخصی وجاہت، مقام و مرتبہ اور عہدہ و اقتدار کے باوجود حضرت مجددؒ نے احقاقِ حق میں کبھی مداہنت، چشم پوشی یا مصلحت کوشی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایک موقع پر خانِ خاناںؒ کو واضح اور دوٹوک انداز میں تحریر فرمایا:

> 'نجات کا راستہ اہل سنّت وجماعت کی متابعت ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس گروہ کو اور زیادہ کرے) اقوال میں بھی، افعال میں بھی، اور احوال وفروع میں بھی۔ کیونکہ نجات پانے والا فرقہ صرف یہی ہے۔ باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں۔ آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا مگر اس وقت جاننا بے سود ہوگا۔''[1]

۱۔ مکتوبات، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر: ۶۹

www.maktabah.org

حضرت مجددؒ نے ہمیشہ یہ کوشش فرمائی کہ خانِ خاناں کی شخصی حیثیت سے فائدہ اُٹھا کر دربارِ شاہی سے وابستہ دیگر لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ حضرت مجددؒ نے اپنے ایک مکتوب میں میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ کو اس طرف توجہ دلائی کہ

> آپ کے ایک فاضل شاعر دوست کے بارے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے اپنا لقب ''کفری'' اختیار کر رکھا ہے جو کہ کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ پھر آپؒ نے خانِ خاناںؒ کو تحریر فرمایا کہ اس شاعر کو میری طرف سے پیغام پہنچادیں کہ اس طرح کا کافرانہ تخلص بدل کر کوئی ایسا اسلامی لقب اختیار کریں جو جامع برکات ہو۔ ا

خلاصۂ کلام یہ کہ خان خاناں کے نام حضرت مجددؒ کے مکتوبات سے جو نکات نکھر کر سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک داعی اپنے مشن میں اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب اس کی کوششیں اخلاص پر مبنی ہوں۔ اور یہ کہ دنیوی فوائد سے بے رغبتی داعی کے پیغام کو طبقۂ امراء میں مقبول بنادیتی ہے۔ نیز حضرت مجددؒ کے زیرِ مطالعہ خطوط سے یہ چیز بھی سامنے آتی ہے کہ ایک داعی کا صرف یہی کام نہیں کہ وہ لوگوں کی روحانی ترقی پر نظر رکھے بلکہ اسے لوگوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہونا چاہیے اور ان کے ساتھ اس طرح گھل مل کر رہنا چاہیے کہ ان کے سماجی مسائل اس کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ اگر وہ

ا۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۲۳

www.mujaddidiway.com

لوگوں کی براہِ راست مدد کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوتو اصحابِ خیر کو ان کے مسائل کی طرف متوجہ کرے، اس انداز سے وہ لوگوں کے دل میں جگہ بنا سکتا ہے اور آسانی کے ساتھ دلوں کی زمین کو دعوت کے بیج کی تخم ریزی کے لئے ہموار کرسکتا ہے۔

www.mujaddidway.com

روئیداد

۳۴ ویں سالانہ قومی امام ربّانی مجدد الف ثانی کانفرنس

ترتیب: محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

تاریخ تجدید میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی وہ واحد ہستی ہیں جن کے مجدد ہونے پر کامل اتحاد ہے یہاں تک کہ آپ کے اسم مبارک کا بہت سے لوگوں کو علم نہیں۔ موافق ہو یا مخالف سب آپ کو مجدد الف ثانی کے پر افتخار لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار صدرِ مجلس پروفیسر آغا **پیر نثار احمد جان سرہندی مجددی** فرزند جلیل حضرت آغا پیر محمد اسحاق جان سرہندی نے ۳۴ ویں سالانہ امام ربّانی مجدد الف ثانی قومی کانفرنس منعقدہ ۳۰ / جنوری ۲۰۱۱ء بروز اتوار ۱۰ بجے دن بمقام ایوان اقبال ایجرٹن روڈ، لاہور میں کیا۔ کانفرنس کا باقاعدہ آغاز زینت القراء حافظ **قاری محمد رفیق نقشبندی** نے تلاوت قرآن حکیم سے کیا، علامہ قاری نصیر احمد شرقپوری نے انتہائی دلنشین آواز میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کیا اور جناب اصغر علی نقشبندی نے شہرہ آفاق شاعر حضرت علامہ اقبال کا کلام بحضور امامِ ربّانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ملک کے نامور صحافی روزنامہ جرائت، تجارت کے چیف ایڈیٹر، مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور کے صدر **جناب جمیل اطہر سرہندی** نے افتتاحی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ تاریخی حقائق کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

نے تکفیری مہم نہیں چلائی بلکہ اصلاحی مہم سے کام کیا ہے۔ بیمار کو بیمار ثابت کرنا اور اس کے مرض کی صحیح تشخیص یہی حکمت ہے مگر بیمار کا علاج کرنا اس کے مرض کے اصل اسباب کو دور کرنا اور اس کو صحت مند بنانا اصل حکمت ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیمار ملت کو صحت مند بنایا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ہسپانیہ کے حشر سے دوچار ہونے سے بچانے میں کامیاب ہوئے۔ حضرت امام ربّانی علیہ الرحمہ کی شخصیت کے حوالے سے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مجدد الف ثانی سوسائٹی کے صدر نے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی ہمہ گیر ہے اس کے اثرات بھی عالمگیر ہیں جوں جوں تحقیق کا مقام وسیع ہو رہا ہے نئے نئے رُخ سامنے آ رہے ہیں اور آپ کی عظمت وشوکت کا نقش پختہ تر ہوتا جا رہا ہے۔ بے شک آپ الف ثانی یعنی ہزارہ دوم کے مجدد ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اپنی صدی سے گزر کر اب دوسری صدیوں میں داخل ہو رہا ہے تقریباً ۴۰۰ سو برس گزر چکے ہیں مگر پاک وہند کے افق پر مجددی آفتاب پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے۔ آپ ہی کی مساعی کا ثمرہ ہے کہ آج اسلام اور مسلمان برصغیر میں پہچانے جا سکتے ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے ملی تشخص کو ابھارا ورنہ ہندوؤں نے بت اور جین دھرم کو اپنے اندر جس طرح جذب کر لیا تھا کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رکھا۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو بھی اسی طرح اپنے اندر جذب کر لیا جائے۔ امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب بظاہر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے انہیں عطا کیا لیکن درحقیقت یہ مولا جل شانہٗ کا عطیہ تھا اور اللہ کے نیک بندوں نے آپ کو حضرت مجدد کہنا شروع کر دیا اکثر افراد اب آپ کا اصل نام تو جانتے ہی نہیں انہیں حضرت مجدد کے

www.maktabah.org

نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔ حضرت مجدد کے احیائے دین کا ہی اثر ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں میں ضم ہونے سے بچ گئے۔ اجل علماء حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تحریک احیائے اسلام کے گرویدہ ہوئے اور اب تک چلے آرہے ہیں۔

محترم جناب جمیل اطہر سرہندی نے سوسائٹی و سنٹر کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ مجدد الف ثانی سوسائٹی اور شیر ربّانی اسلامک سنٹر اپنی بساط کے مطابق پچھلے پینتیس سال سے یہ خدمت انجام دیتے آرہے ہیں اور اس سارے کام کا سہرا ہمارے روحانی پیشوا سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے آج ان کی روح پھر خوش ہوگی کہ ان کے پیروکاران کے نام لیوا اس مقصد اور نصب العین کے لیے ایک کے مرتبہ پھر لاہور کی اس سرزمین میں اکٹھے ہوئے ہیں جو کہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بڑی عزیز تھی اور حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بڑی محبوب تھی۔ سوسائٹی اپنے دوسرے کاموں کے علاوہ ہر سال قومی کانفرنس منعقد کراتی ہے اور اس میں جو مقالات پڑھے جاتے ہیں انہیں کتابی صورت میں شائع کرتی ہے اس دفعہ **''ارمغانِ امام ربّانی کے نام سے (جلد سوم)''** شائع ہوئی ہے جسے ہمارے ساتھی، بہت مربی اور محسن جناب ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس نے اسے مرتب کیا ہے اور اسی طریقے سے ہم نے ایک اور کتاب **''تصوف روح دین''** شائع کی ہے یہ بھی شیر ربّانی اسلامک سنٹر کے ڈائریکٹر پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب کی تحریر ہے۔

آخر میں دعوت فکر دیتے ہوئے فاضل صحافی و صدر سوسائٹی نے کہا کہ پاکستان کو ایک اسلامی مملکت ان تصورات کے مطابق جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں دیے جو حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے ہمیں دیے جو حضرت قائد اعظم نے ہمیں

www.maktabah.org

دیے پاکستان کو اسلام کا ایک قلعہ بنانے کے لیے عزم صمیم کے ساتھ یہاں سے اٹھیں گے اور اس پیغام کو ان تمام لوگوں تک پہنچائیں گے جو اس کانفرنس میں شریک نہیں ہو سکے تاکہ حقانیت کا اور صداقت کا یہ پرچم سربلند رہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا کرے (آمین)۔

دنیائے تحقیق کی نامور شخصیت ممتاز تاریخ دان **جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی** نے اپنے تحقیقی مقالہ بعنوان ''احیائے دین کے لیے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کوششیں اور ان کے ثمرات'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ پاکستان و ہند میں اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کی سعیٔ پیہم، کرب و مخلصانہ بے چینی اور آپ کے تیار کردہ ''جرگہ مردان دولت اسلام'' کی مسلسل جدوجہد سے آخر جہانگیر بادشاہ کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری اور ملک کے مفتی میراں صدر جہان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار دین دار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اُسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سو کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ کے نزدیک ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب انہی علمائے سوء کی حب جاہ تھا اس لیے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضیٰ خان

فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا: ''یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دیندارانہ فطرت کی خوبی سے جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دین دار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضری پر احکام شرعی بیان کرتے رہیں تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو............ مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہوسکتی ہے۔ اور ماتم زدوں کے لیے اس سے اچھی بشارت کیا ہوسکتی ہے؟...... غرض مند دیوانہ ہوتا ہے چنانچہ عرض ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں میں مرتبہ اور سرداری کی محبت نہ ہو اور جن کا مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کو ترویج اور ملت اسلامیہ کی تائید وتقویت ہو، حب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا اور اختلافی باتیں بیان کرے گا۔ اور اس طریقہ کو بادشاہ کے قرب کا ذریعہ بنائے گا اس صورت میں تبلیغ دین کی مہم ابتری اور خرابی کا شکار ہوگی۔ گذشتہ زمانے (عہد اکبری) میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایسی ہی صورت اب بھی پیش آ سکتی ہے۔ اس طرح دین کی ترویج کیا ہوگی بلکہ دین کی تخریب ہوگی۔ اللہ سبحانہ کی اس سے پناہ اور علماء سو کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ اس مقصد کے لیے اگر صرف ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہوگا۔ اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسر آ جائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہوگی۔ کیوں کہ ایسے عالم کی صحبت کبیرت احمر ہے۔ اور اگر ایسا نیک و پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد اسی طبقہ ہی سے بہتر کا انتخاب کرلیں...... جس طرح عوام کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے ان کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت

www.maktabah.org

اوران کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے''

سرورملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کے محبوب ساتھی ،مرکز تحقیق فیصل آباد کے صدر پاسبان مسلک اہل سنت ،مفکر اسلام **پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی** صاحب نے انتہائی نازک اوراہم موضوع ''دور حاضر میں صوفیہ کا کردار'' کے حوالے سے دعوت فکر دیتے ہوئے کہا کہ اگر چہ مملکت اسلامی ہو،مسلمان حکمران ہو، نسل درنسل مسلمان ہومگران کے سامنے بھی کلمہء خیر کا طریقہ جومجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اپنایا وہ آج بھی اپنانا ہوگا۔آج بھی وہی حالات ہیں۔آج بھی مسلمان حکمران ہیں ۔آج بھی عقیدت مندی کی انتہاء ہے۔آج بھی چادریں چڑھائی جارہی ہیں اور پھول برسائے جارہے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ شریعت کے بنیادی مسائل پر تساہل ہورہا ہے، اس لیے آج کے صوفیا کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہوئے ان مسائل کو سامنے لانا ہوگا جو مسائل دین کی اساس ہیں اگر یہ نہیں کریں گے تو ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا اعتراف نہیں کریں گے جس گدی سے مدینہ نظر نہیں آتا وہ گدی ہمارے لیے قابل قبول نہیں ۔یہ تو نشان منزل ہے مرکز وہ ہے جو مدینہ منورہ ہے ۔اس مرکز سے وہ نظر نہیں آئے تو یوں سمجھ لیجئے کہ بات اپنی ذات کے فائدے کے لیے ہے یہ نشان ہے جو ہمیں راہ بتاتے ہیں یہ راہنما ہیں جو ہاتھ پکڑ کر مدینہ لے جاتے ہیں ان ہاتھوں کی قدر کیجئے ۔مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سب کو ادھر کا رُخ دکھارہے ہیں کہ وہی ہے مرکز وہی ہے نجات اور وہی ہے کامیابی کا ذریعہ۔آیئے آج بھی اُسی پر عمل کریں۔

نوجوان محقق جی سی یونیورسٹی فیصل کے شعبہ عربی سے وابستہ جناب

پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد خاں نے اپنے مخصوص انداز اور خوبصورت لب و لہجہ میں ''رسالہ تہلیلیہ کے ادبی محاسن'' پر مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب بھی حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں جس کا تعلق اصل و بنیادی موضوع سے ہو آپؒ اس کا حق ادا کرنے کی سعی و کوشش میں مسلسل مصروف عمل رہتے ہیں حتی کہ اس کے تمام جوانب کا احاطہ کرتے ہیں اور کوئی چیز بھی بغیر تحقیق و تفتیش کے ذکر نہیں فرماتے حتی کہ وہ وقائع و اخبار اور دلائل جو قدیم مصادر میں ہوں جن تک رسائی آسانی سے ممکن نہ ہو کو بھی ذکر کرتے ہیں تا کہ آپؒ کی تحریر جامع و کامل ہو اور فراہم کردہ معلومات میں کسی قسم کا جھول نہ ہو اس سلسلہ میں سب سے اہم بات جو قابل توجہ ہے وہ آپؒ کی دقت رسی اور ایجاز شدید کا وصف بے نظیر ہے اس کی عمدہ و بہترین مثال آپؒ کی وہ تحریر ہے جو آپؒ نے خصوصیت ذات الٰہی کے حوالہ سے تحریر فرمائی۔ مختصراً یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف مباحث پر بات کرتے ہوئے سب سے پہلے دین اسلام کے بنیادی واساسی مصادر قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے استشہاد و استدلال کرتے ہیں اور اس کے بعد حسب ضرورت صرف، نحو، منطق، فلسفہ اور علم الکلام کے مصادر سے بھی استفادہ کرتے ہیں جو آپؒ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں تصوفِ حق کی دعوت و اشاعت کے ساتھ ساتھ بدعت و خرافات کی بیخ کنی بھی کی ہے جو کہ ایک مجدد کے لیے بہت ہی ضروری بلکہ لازم و ملزوم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فکر مجدد کو سمجھنے اور اس کی ترویج و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

جناب **پروفیسر راغب الیاس** شاہ الہاشمی نے اپنے شیخ و مربی سرور ملت

حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کے عظیم کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے ساری زندگی سیرت مجدد الف ثانی کو اپنائے رکھا اور دین حنیف کی تاریخی خدمات کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے افکار مجدد کی اشاعت میں شب و روز محنت کی اور اس کے فروغ کے لیے مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور اور شیر ربّانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور کو قائم کیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ شیخ کے قائم کردہ اداروں کی زندگی اور مشن کی ترقی کے لیے اپنے بھرپور کردار کرتے رہیں یہی شیخ سے وفاداری ہے اور اسی میں ہماری فلاح و نجات ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبہ اسلامی فکر، تاریخ و ثقافت سے وابستہ عظیم محقق **پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سجاد** نے اپنے وقیع مقالہ ''سماجی فلاح و بہبود: حضرت مجدد الف ثانیؒ کے افکار کی روشنی میں'' پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مکتوبات امام ربّانی کے مطالعہ سے جو تعلیمات ہمیں ملتی ہیں اس میں آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ معاشرے کے اندر وہ افراد جو بے سہارا ہو جاتے ہیں خصوصاً بیوہ خواتین، آپ نے انہیں دوبارہ نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ایک مکتوب میں جو ایک صاحب حیثیت کو لکھا گیا فرماتے ہیں:،، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مخلوق خدا اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کو وہ پیارا ہے جو اس کی عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ مخلوق کے رزق کا کفیل ہے پس مخلوق اس کے عیال کی طرح ہے جو آدمی کسی کی عیال کے ساتھ غم خواری کرے اور اس کے بوجھ کو برداشت کرے تو یہ شخص اس عیال والے کا محبوب ہو جائے گا کہ اس نے اس کا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کی مشقت کو اپنے اوپر ڈال لیا اس بنا پر تکلیف دینے کی جرآت کرتا ہوں کہ خط جو پہنچانے والے ہیں نیک آدمی

ہیں قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں اس کی مالی مدد کریں کہ سخی لوگوں کو سخاوت کے لیے بہانہ کافی ہے،،

فاضل محقق نے آخر میں ان خیالات کا اظہار کیا کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں اور خود عمل کر کے بھی کہ جو لوگ غریب ہیں مسکین ہیں، بیوہ ہیں ان کی خدمت کی اور یہی تعلیمات ہمارے سامنے رکھی ہیں دکھی انسانیت کی خدمت کرنا لوگوں کو تعلیم دینا ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا یہ بھی اس کی فلاح ہے اور جو لوگ معاشرہ میں کمزور ہیں ان کی مدد کرنا بھی فلاح ہے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

شعبۂ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ڈگری کالج پیپلز کالونی گوجرانوالہ سے وابستہ جناب **پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم ورک** نے ’’میرزا عبدالرحیم خانِ خاناںؒ کے نام حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خطوط کی دعوتی، سماجی اور سیاسی اہمیت‘‘ پر فاضلانہ انداز میں کلام کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ان خطوط کے جن پہلوؤں پر خاص طور سے روشنی ڈالی جائے گی، وہ تین پہلو ہیں (i) دعوتی اہمیت (ii) معاشرتی اہمیت (iii) سیاسی اہمیت۔حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ’’تحریکِ دعوت‘‘ کو اس پہلو سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپؒ نے ایک طرف تو طبقۂ عوام کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کی طرف بھر پور توجہ فرمائی اور دوسری طرف کرسئ اقتدار کی بجائے امراء اور اشرافیہ کو اپنی دعوت کا ہدف بنایا۔یہی وجہ ہے کہ جب آپؒ کی کوششوں کے نتیجے

www.maktabah.org

میں معاشرے کے سرکردہ لوگوں نے اپنی دینی دلچسپیوں کا اظہار کیا تو عوام نے اپنے دینی مزاج کی وجہ سے ان کے طرزِ عمل کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس پر اپنی مسرت اور شادمانی کا اظہار بھی کیا۔ خطوط کی معاشرتی اہمیت کے پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے کہا کہ دورِ حاضر میں داعیانِ اسلام کی دعوت کے غیر مؤثر ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا افرادِ معاشرہ کے ساتھ براہِ راست تعلق نہ ہونے کے برابر ہے، ہمارے ہاں طبقۂ عوام کے مسائل سے آگاہی حاصل کرنا اور پھر ان کے حل کی عملی کوشش، دعوتِ دین کے دائرہ سے قطعی باہر سمجھی جارہی ہے۔ یہ طرزِ عمل رسول اللہ ﷺ کے منہاجِ دعوت سے بہت بڑا انحراف ہے۔ سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقِ خدا سے محبت اور خدمتِ خلق دعوتِ دین کے سب سے کارگر ہتھیار ہیں۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خطوط کے سیاسی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپؒ نے خانِ خاناں کی طرف جو خطوط صادر فرمائے ان میں اس بات کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں ہے جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہو کہ آپؒ خانِ خاناں کی اس حیثیت سے اقتدار یا ذاتی منفعت کے خواہاں ہوں۔ حضرت مجددؒ نے جس انداز میں اپنے ذاتی طرزِ عمل سے اقتدار سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا اس نے حکمران طبقے، امراء اور اشرافیہ میں آپ کی دعوت کے نفوذ میں اہم کردار ادا کیا۔ غور کیا جائے تو شیخ مجددؒ کے خطوط کا مرکزی نقطہ مکتوب الیہ کی اصلاح اور پھر ان کی وساطت سے درباری امراء اور دیگر متعلقین کی اصلاح ہی تھی آپؒ نے اس مقصد کے لئے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ مکتوب الیہ کی نظر میں دنیا کا حقیر ہونا پوری طرح واضح ہو جائے اور اس کی وساطت سے دوسرے امراء کی اصلاح اور ان کے دلوں میں اسلامی احکام کی حرمت وعزت کے تصور کو پختہ کیا جائے۔

www.maktabah.org

گفتگو کو سمیٹتے ہوئے ڈاکٹر ورک صاحب نے کہا کہ خلاصۂ کلام یہ کہ خانِ خاناں کے نام حضرت مجددؒ کے مکتوبات سے جو نکات نکھر کر سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک داعی اپنے مشن میں اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب اس کی کوششیں اخلاص پر مبنی ہوں اور یہ کہ دنیوی فوائد سے بے رغبتی داعی کے پیغام کو طبقۂ امراء میں مقبول بنا دیتی ہے نیز حضرت مجددؒ کے زیر مطالعہ خطوط سے یہ چیز بھی سامنے آتی ہے کہ ایک داعی کا صرف یہی کام نہیں کہ وہ لوگوں کی روحانی ترقی پر نظر رکھے بلکہ اسے لوگوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہونا چاہیے اور ان کے ساتھ اس طرح گھل مل کر رہنا چاہیے کہ ان کے سماجی مسائل اس کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکیں اگر وہ لوگوں کی براہِ راست مدد کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو اصحابِ خیر کو ان کے مسائل کی طرف متوجہ کرے، اس انداز سے وہ لوگوں کے دل میں جگہ بنا سکتا ہے اور آسانی کے ساتھ دلوں کی زمین کو دعوت کے بیج کی تخم ریزی کے لئے ہموار کر سکتا ہے۔

مفسر قرآن **پروفیسر قاری مشتاق احمد** صاحب نے ''شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات امام ربّانی کی روشنی میں اور نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا جائزہ'' کے دقیق موضوع پر فاضلانہ اور حکیمانہ انداز میں اہم نکات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ دبستان طریقت کے آفتاب و ماہتاب ہیں گو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے حوالے سے شیخ اکبر کے ناقد ہیں اور ان کے مقابل نظریۂ وحدت الشہود کے پرزور مبلغ ہیں لیکن وہ حضرت شیخ اکبر کے علم و فضل کے معترف ہیں ان کے مکاشفات پر تنقید کے ساتھ بعض امور میں

www.maktabah.org

تعریف وتثویب بھی فرماتے ہیں لیکن ان کے عارف کامل اور مقبول بارگاہ رب العزت ہونے کے برملا قائل ہیں اور ان کا باہمی اختلاف مجتہدین شریعت کا سا ہے۔قبلہ پروفیسر قاری مشتاق احمد صاحب نے فرمایا کہ تقابلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے کشف میں خطا واقع ہوئی ہے اور بعض امور پر ان کا موقف کتاب و سنت سے متصادم یا ناموافق ہے جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب گرفت کی ہے اور حق و باطل میں غلط و صحیح میں امتیاز کر دیا ہے ظاہر ہے ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے یونہی تمام اصحاب کشف یکساں نہیں اور مکشوفات میں خطا غلبہ سکر یا غلبۂ محبت کی وجہ سے اور دولت اخلاص میں ہرگز کمی نہیں اور جس حقیقت تک رسائی ہوئی وہ فضل ربی، عنایت الٰہی اور خصوصی مہربانی ہے۔فاضل مقالہ نگار نے کہا کہ بندہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنی مرید ہے اور تمام سلاسل کے مشائخ کا محبّ و نیازمند ہے اور یونہی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح عقیدت و وابستگی رکھتا ہے لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ حق حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور آپ کی شخصیت حقائق شریعت و دین کی ترجمان ہے اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کشفی خطائیں ان کے مرتبہ و مقام کو ہرگز متاثر نہیں کرتیں کشف اولیاء یا الہام غیر انبیاء شرع میں معتبر نہیں مانا گیا اس لیے کہ انبیاء اصحاب وحی ہیں اور وہ لاریب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ہے جس میں کسی خطا کی گنجائش نہیں اور وہ صاحب کشف خطاء سے محفوظ رہے گا جو پابند شرع و سنت ہے اسی لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ بلند اور ان کی تحقیق شک و شبہ سے پاک ہے اور دین متین کی نورانیت سے لبریز ہے اور اصحاب سلوک کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور ہدایت کا مینارہ نور ہے اور حصول مطلوب و مقصود کا کامل ذریعہ ہے۔

www.maktabah.org

''مقام صحابہ: حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار کی روشنی میں'' کے اہم موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے صاحب اخلاق واخلاص، انتخاب سرورملت، مشیر اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور و شیر ربّانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور، ممتاز محقق و دانشور ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس (چیئر مین جی سی یونیورسٹی ، فیصل آباد) نے کہا کہ آپ ﷺ کی صحبت میں گذارے گئے لمحات کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دنیا و مافیہا سے افضل جانتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''واصحاب کرام بدولت صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات، از اولیاء امت، افضل آمدند کہ ہیچ ولی بہ مرتبہ صحابی نرسد، اگرچہ اویس قرنی باشد (ترجمہ)اور اصحاب کرام حضرت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کی صحبت ہی کی بدولت تمام اولیائے امت سے افضل ہیں اور کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اگرچہ اویس قرنی ہی کیوں نہ ہوں''۔

فاضل مقالہ نگار نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صحبت کے آثار کا انکار کرنے والے کو جاہل قرار دیا ہے۔ صحبت نبوی کی برکت سے صحابہ کے نفوس کا تزکیہ ہو گیا تھا اور ان کا نفس امارہ پن سے آزاد ہو چکا تھا۔ صحابہ کرام نے ہی دین کو صحیح اور اصل شکل میں ہم تک پہنچایا۔ اگر ہم اس بات کو مشکوک بنانا چاہتے ہیں کہ دین اپنی اصل شکل میں ہم تک پہنچا ہے تو اس کے لیے صرف صحابہ کی عظمت اور ان کی قربانیوں کا انکار کر دینا کافی ہوگا

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''امام ذہبی وغیرہ نے حضرت علی سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ لوگ مجھے ان دونوں

(شیخین) پر فضیلت دیتے ہیں لہٰذا جو بھی مجھ کو ان پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اس کے لیے وہ سزا ہے جو ایک مفتری کی ہوتی ہے۔ اور دار قطنی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ میں جس کو پاؤں گا کہ وہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر مجھ کو فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے ایک مفتری کو لگنے چاہئیں۔ اس قسم کی اور بہت سی روایات خود حضرت علی سے اور آپ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے اس کثرت اور تواتر سے آئی ہیں جس میں کسی کو انکار کی مجال نہیں حتی کہ عبدالرزاق کا کہنا ہے:

أفضل الشيخين بتفضيل علیّ ايّاهما علی نفسه والالما فضّلتهما كفی بی وزرا ان احبه ثم أخالفه. "میں شیخین کو اس لیے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علی نے اپنے اوپر ان کو فضیلت دی ہے ورنہ میں ان (شیخین) کو کبھی فضیلت نہ دیتا۔ میرے نزدیک یہ گناہ ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کروں اور پھر ان کے فرمان کی مخالفت کروں"

آپ رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ماننا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ جو اس اجماع کے خلاف خیال کرے وہ احمق ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ قرآن و حدیث سے وابستہ جناب **ڈاکٹر عبدالحمید عباسی** نے اپنے حصے میں آئے موضوع "حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بحثیت خادمِ قرآن" پر اپنی تحقیقات پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر بھی کی ہے اگر اس تفسیری ذخیرہ کو ان کے تفسیری

تفردات کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا ان میں سے چند ایک پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے کہا کہ حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ اسرار الٰہی میں سے ایک سر ہے اور ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس نظریہ کی تردید کی ہے اور اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حروف مقطعات اور ان کے اسرار کی تاویل ظاہر کی ہے، مگر ان کی تفسیر و بیان عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں‘‘۔ ’’اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی خاص نوعیت کے لوگ ان حروف کے معانی سے آشنا ہو سکتے ہیں‘‘

آستانہ عالیہ دربار حضرت خواجہ سلطان باہو سرکار علیہ الرحمہ کے فیض یافتہ جناب **ڈاکٹر سلطان الطاف علی** ’’پاکستان کے تناظر میں مجدد کی تعلیمات پر عمل کی ضرورت‘‘ پر پُر مغز مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں قدم رکھا اس میں مسلمان مکمل انتشار کا شکار ہو چکے تھے۔ دین کئی فرقوں میں بٹ چکا تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ ان میں متعصّبانہ مباحث جاری رہتے۔ سلاسل طریقت میں بھی امتیاز و تقابل کا رجحان ہو چکا تھا۔ شیخ احمد سرہندی، امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل طریقت و مشائخ میں یگانگت رکھنے کے لیے سلاسل طریقت اربعہ میں بیعت کا رجحان پیدا کرتے ہوئے سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا اور خرقہ خلافت بھی انہی سے حاصل کیا۔ طریقہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی اور اس کا سلوک تمام کیا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد حج کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچے تو وہاں حضرت خواجہ باقی

باللہ قدس سرہٗ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ طریقہ کبرویہ مولانا یعقوب صرفی سے حاصل کیا۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے سب طریقوں میں سلسلہ قادریہ کو افادہ کے لیے سلوک کا حصہ رکھا۔ ایک روز آپ نے اپنی علالت کے دوران مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آج شب میں نے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلیٰ لا تغرب

''گذشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں لیکن ہمارا آفتاب کبھی اُفق اعلیٰ پر غروب نہ ہوگا'' حال لکھو تم کو اس سے ضعف سے صحت ہوگی۔

منہاج یونیورسٹی میں شعبہ علوم اسلامیہ سے وابستہ منہاج القرآن کے مدیر اعلیٰ جناب **ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری** اپنے بیش قیمت خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کلمہ طیبہ ہم پڑھتے ہیں، جو نماز اور روزہ رکھتے ہیں ان اعمال کے پیچھے اگر قربانی وایثار وتقوی وفراست ہے تو وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی ہے اس لیے کہ دین بدل رہا تھا دین کے شعائر بدلے جارہے تھے علماء میدان چھوڑ چکے تھے، صوفیہ بدعمل ہو چکے تھے اس وقت اللہ نے اس نفس کو خبردار کیا جن کی استقامت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصطفوی کردار نظر آتا ہے اور ابراہیمی کردار بھی نظر آتا ہے آپ علیہ الرحمۃ ایک چٹان کی طرح صراطِ مستقیم پر کھڑے ہوگئے اور علماء کو بلایا اور عوام کو

www.maktabah.org

مخاطب کیا اور بادشاہ وقت کو مخاطب کیا چاروں طبقات کو بروقت اپنی تعلیمات سے مستفید فرمایا۔

راقم الحروف نے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

یاد کریں اس دور کو جب سلاطین ہند (مغلیہ سلطنت) کا ڈنکا شرق وغرب میں بجتا تھا، کس قدر جاہ وجلال والے تھے جن کی ہیبت سے پوری دنیا لرزہ بر اندام تھی مگر بدقسمتی سے مسلمان ہونے کے باوجود باغی الاسلام تھے۔ مذاہب باطلہ کے دلدادہ اورارادت مند حاکم وقت نے قوت کا منفی استعمال کیا اور تمام قوتیں مذہب اسلام کے چہرہ کو داغدار کرنے کے لیے صرف کردیں۔ اگر بغور جاننے کی کوشش کریں تو سلاطین ہند کا یہ دور یاد دلا رہا تھا، اس دور کی جب روئے زمین پر نمرود کا دربار سب سے بڑا دربار تھا اوراس دربار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بے خوف حق تعالیٰ کا پیغام سنا رہے تھے ،اس دور کی جب فرعون کے دربار میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام الہامی پیغام پہنچانے کی ذمہ داری نبھا رہے تھے دوسری طرف اس دور کے رئیس الرؤسا ''قارون'' کو اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ یاد دلا رہے تھے۔ اس دور کی جب حضرت امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء عرب قبائل کے درندہ صفت سرداروں کو تن تنہا دعوتِ حق دے رہے تھے اور طائف کے بازار میں خون کے دشمنوں کو نغمہ توحید سنا رہے تھے۔ اسی طرح وقت، سلاطین ہند کے سامنے اولوالعزم پیغمبروں کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے کسی اولوالعزم ولی کامل، مردحق کے وجود کا تقاضا کررہا تھا ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو دربار رسالت مآب ﷺ میں مقبول ہو۔ شریعت محمدی کا نفاذ جس کی منزل ہوتی، ایسا وجود درکار تھا جو حضرت صدیق اکبرؓ کے عشق، حضرت عمرؓ کی جرأت، حضرت عثمان غنیؓ کی حیاء اور علی المرتضیٰؓ شیر خدا کے علم کا

www.mujaddiyah.com

پرتو ہوتا۔ چنانچہ ایک ہزار (۱۰۰۰) سال قبل دہن محبوب خدا ﷺ سے دی گئی گواہی اور پیش گوئی کے مصداق کا ظہور ہوا جسے آج لوگ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے کردار نبوت کو اپناتے ہوئے تمام مصائب کا تن تنہا مقابلہ کیا اور حکمت ودانائی، صبر واستقلال سے ایک ماہر ترین طبیب کی طرح تمام طبقات ریاست کو لاحق بیماریوں کا جائزہ لیا اور ان کی بروقت تشخیص کر کے دائمی علاج فرمایا۔

اور عصر حاضر میں جبکہ روشن خیال آزاد مسلم معاشرے اور جہاں کہیں بھی اسلام یعنی قرآن اور ہادی اسلام ﷺ کے فرمان کو ناقابل عمل سمجھنے یا سمجھانے کی کاوشیں کی جارہی ہیں حضرت امام ربّانی کے عطا کیے گئے نسخہ کیمیا (مکتوبات امام ربّانی میں دی گئی تعلیمات) سے ہی ان مہلک الایمان امراض کا علاج ممکن ہوسکتا ہے۔

صدر مجلس نے آخر میں اپنے قیمتی ملفوظات پیش کرتے ہوئے فرمایا

حضرات گرامی! آپ نے بے شمار عُقدہ لاینحل حل فرمائے رسول اکرم ﷺ کو معراج دنیا میں نہیں آخرت میں ہوئی تھی۔ حضرات خضر والیاس ارواح ہیں۔ ہندوستان میں بھی انبیائے کرام تشریف لائے تھے مگر پیروکاروں کی تعداد بہت کم رہی بعض کی قبور مبارکہ کی نشان دہی فرمائی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے عبقریٔ وقت مسلم قوم پر آپ کے احسانات گنوانے کے بعد فرماتے ہیں: ''''آپ کی ذات کی جلالت شان یہاں تک پہنچی کہ بلا خوفِ تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ سے محبت رکھنے والا مومن متقی اور آپ سے عداوت رکھنے والا فاجر وشقی ہے'' آپ کا فکر وفلسفہ سلطنت کے لیے ایک مقوی ٹانک ہے۔ سلطنت مغلیہ جب تک آپ کے فکر وفلسفہ پر عمل پیرا رہی تب تک سلطنت مغلیہ کی وسعت قوت وشوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا مگر اورنگزیب عالمگیر کی وفات

www.maktabah.org

کے بعد اُن کے جانشینوں نے آپ کے فکر و فلسفہ کو ترک کر دیا جس کے نتیجہ میں عظیم سلطنت مغلیہ کے جسم سے قوت و طاقت کا سارا خون نچڑ گیا اور سلطنت تباہی و بربادی کی طرف تیزی سے گامزن ہوگئی کیونکہ یہ نظریہ ہی ہے جو سلطنت کے بے جان جسم میں طاقتور روح ڈالتا ہے۔ یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی جس کی وجہ سے علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ کا رخ تبدیل ہوگیا۔ علامہ صاحب اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''جاوید نامہ'' میں مشہور مغربی مفکر نطشہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کاش بودے در زمانِ احمدے تار سیدی برسرورِ سرمدی

کاش نطسہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں ہوتا تو ان سے سرور سرمدی حاصل کرتا۔

خطبۂ صدارت کے آخر میں حضرت پیر صاحب نے اپنی محبتوں سے اراکین اور منتظمین تقریب کو نوازتے ہوئے فرمایا کہا ایک دفعہ پھر درگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی کانفرنس و شیر ربانی اسلامک سنٹر کے اراکین کو خوش و خرم رکھے انہیں شدائد زمانہ سے محفوظ رکھے مقالہ نگار حضرات اور شرکائے کانفرنس تمام شاد و آباد رہیں اور حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی کی روح پُر فتوح سے فیض یاب ہوں آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

صدارتی خطبہ کے بعد صدر مجلس شہزادہ امام ربّانی نے انتہائی عاجزی سے دعائے خیر فرمائی۔ یوں یہ تقریب اپنے حسن کے تمام مراحل خوش اسلوبی سے طے کرتی ہوئی پایہ تکمیل تک پہنچی۔ معزز مہمان گرامی اور شرکائے مجلس کے لیے لنگر مجددیہ کا انتظام کیا گیا تھا جو اختتام مجلس پر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

www.maktabah-mujaddidiyah.com

یاد رہے کہ جس جگہ یہ کانفرنس منعقد ہوئی اسے ایوان اقبال کہا جاتا ہے۔ یہ ایک دیدہ زیب وسیع وعریض اور پرشکوہ عمارت ہے جس میں ایک بہت بڑا کانفرنس / سیمینار ہال دیکھنے کے قابل ہے۔ جب ایک انسان پہلی مرتبہ اس عمارت کے صدر دروازے سے داخل ہوتا ہوا ہال کے اندر جانے کے لیے زینے طے کررہا ہوتا ہے تو وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ کسی الگ ہی دنیا میں آ گیا ہے جیسے کوئی بہت عالی شان دربار کا ماحول سجا ہو۔ ہر طرح آرام دہ نشستوں کا ہالہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک ہزار سے زائد نشستوں پر مشتمل اس ہال کے تقریباً ایک دہائی سے زیادہ داخلی دروازے ہیں جس کی وجہ سے شرکائے مجلس اپنی نشستوں تک باآسانی پہنچ سکتے ہیں۔ شرکت کے لیے آنے والا ہر شخص اپنے اندر اطمینان محسوس کرتا ہے جیسے وہ سب سے معزز مہمان ہے۔ آرام دہ کرسیاں سامع کو تھکاوٹ کا احساس نہیں ہونے دیتی وہ انہماک سے تقریب کو ملاحظہ کرتا ہے۔ سٹیج کا منظر بھی عجیب ہوتا ہے کہ دائیں بائیں بیٹھے سامعین وشرکاء کی نظر سٹیج پر پوری طرح پڑتی ہے۔ کوئی چیز نظارہ میں مانع اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ ہال کی چھت اور گیلری نظر کو خوب خیرہ کرتی ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے انسان کی نظریں رک جاتی ہیں اور اس کے آرکیٹیکچر کے بارے میں ذہن میں باتیں آتیں جاتی ہیں... کس نے اس کو ڈزائن کیا ہوگا؟ کیا خوبصورت سوچیں اس کی تعمیر میں حصہ ڈال رہی ہوں گی؟

سٹیج کے پیچھے موضوع تقریب کی مناسبت سے ڈیزائن شدہ فلیکس جب لوہے کے وسیع وعریض سٹینڈ پر آویزاں ہوتا ہے تو نظریں ایک بار پھر لذت محسوس کرتی ہیں اور ماحول کی رعنائی بام عروج کی طرف سفر طے کرتی نظر آتی ہے۔

جہاں سارا سال اس ہال میں مختلف مذہبی، معاشرتی، سماجی وفلاحی، سیاسی اور

تعلیمی موضوعات کے حوالے سے مختلف ادارے تقریبات کا انعقاد کرتے رہتے ہیں وہاں مجدد الف سوسائٹی لاہور بھی برصغیر پاک و ہند کی عظیم روحانی وعبقری شخصیت کے حوالے سے عظیم الشان قومی امام ربّانی مجدد الف ثانی کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے۔ یہ ادارے کی طرف سے اس ہال میں دوسری باقاعدہ تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پہلی تقریب کا انعقاد مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ کے جہان امام ربّانی کی پہلی سات جلدوں کی تکمیل کے موقع پر حضرت مسعود ملت علیہ الرحمۃ کی خواہش اور تحریک پر سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ نے 24 اپریل 2005 کو منعقد کروایا تھا۔ زیر نظر تحریر اس ہال میں دوسری مرتبہ منعقدہ 34ویں سالانہ قومی امام ربّانی مجدد الف ثانی کانفرنس جو کہ 30 جنوری 2011 کو منعقد ہوئی اس کی روئیداد پر مشتمل ہے۔

اس روز جب کہ ملک کی بہت بڑی سیاسی جماعت کا ناصر باغ المشہور گول باغ نزد لاہور کچہری میں بہت بڑے جلسہ کا انعقاد ہو رہا تھا ایوان اقبال کی طرف آنے والی ہر شاہ راہ انتظامیہ (پولیس) کی طرف سے بند کردی گئی تھی اور لوگوں کا آنا انتہائی دشوار ہو گیا تھا ایسے حالات میں کانفرنس ہال کا خاطر خواہ بھر جانا اور ملک کے طول وعرض سے شمولیت کے لیے آنے والے حضرات نے جس جذبہ کا اظہار کیا وہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ عاشقان حضرت امام ربّانی کے لیے کوئی رکاوٹ رکاوٹ نہیں ہوتی وہ تو اپنے محسن کے احسان کے سامنے ان رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

اللہ کے فضل و کرم اور مکین گنبد خضرا ﷺ کے اس عظیم عاشق صادق قیوم زمانی حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ عنایت سے کانفرنس ہر جہت سے معنی خیز رہی

فاضل مقالہ نگاراں، مہمانِ خصوصی اور سب سے بڑھ کر شہزادہ امام ربّانی حضرت پیر نثار احمد جان سرہندی زیدہ مجدہ کا اس تقریب میں آنا یہ سب مقبولیت کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس روز آغاز سے اختتام تک اراکین مجدد الف ثانی سوسائٹی لاہور و شیر ربّانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور اور دیگر رضا کار اور حلقہ مسعودیہ کے معزز نمائندگان نے جس تنظیم کا مظاہرہ کیا وہ بھی مثالی تھا۔ یقیناً ان سب کامیابیوں اور حسن کے پیچھے مسعود و سرور ملت رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی نگاہ اور فیض شامل حال ہوتا ہے۔ اللہ کریم جل شانہ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ان بزرگوں کے پاکیزہ مشن کو خلوص دل سے آگے بڑھانے کی سعادت عطا فرماتا رہے۔

(امین بجاہ سید المرسلین رحمۃ للعلمین ﷺ)

www.mujaddidway.com

﴿1﴾

نام مجموعہ مقالات: شیخ سرہند

ترتیب وتدوین: جمیل اطہر

نمبر شمار	عنوان مقالہ	نام مقالہ نگار
۱۔	اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی
۲۔	حضرت امام ربّانی	جمیل اطہر سرہندی
۳۔	صاحب اسرار	جمیل اطہر سرہندی
۴۔	بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی	جمیل اطہر سرہندی
۵۔	مسلم قومیت کا داعی	جمیل اطہر سرہندی
۶۔	اکبر کا دین الٰہی	جمیل اطہر سرہندی
۷۔	وحدت الوجود سے وحدت الشہود تک	جمیل اطہر سرہندی
۸۔	مجدد سے قائد تک	جناب زیڈ اے سلہری
۹۔	سرمایہ ملت کا نگہبان	پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
۱۰۔	نفس گرم کی تاثیر	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔	گرمئ احرار	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۱۲۔	مکتوبات کے آئینے میں	صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری
۱۳۔	احیائے دین کا نور	سید انور علی ایڈووکیٹ

www.mujaddidway.com

۱۴۔	نرالی شان کا مجدد	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
۱۵۔	دانائے راز	پروفیسر انیس احمد شیخ
۱۶۔	ولولہ حق	عبدالکریم ثمر
۱۷۔	تجدید دین	پروفیسر محمد عارف اظہر
۱۸۔	خواجہ باقی باللہ کی نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور
۱۹۔	آفتاب درخشاں	ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی
۲۰۔	اقبال کی نظر میں	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
۲۱۔	بہترین جہاد	پروفیسر سعید احمد خاں
۲۲۔	صراط مستقیم	پروفیسر حافظ اعتبار احمد خاں
۲۳۔	مرید سے مراد تک	پروفیسر عبدالعزیز خان نیازی

﴿2﴾

نام مجموعہ مقالات: افکار حضرت مجدد الف ثانی اور عصر حاضر

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد ومقام: ۱۷۔اپریل ۲۰۰۴ بروز ہفتہ بوقت ۴ بجے سہ پہر کانفرنس ہال ہمدرد مرکز لٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

www.maktabah.org

۲۔	دوقومی نظریہ اورتحریک حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۳۔	حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے اوّلین بانی	مجیب الرحمٰن شامی
۴۔	فکر حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات کے آئینے میں	مفتی محمد صدیق ہزاروی
۵۔	حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت مجددالف ثانی علیہ الرحمہ کی نظر میں	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۷۔	اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی

﴿3﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربّانی (جلد اول)

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد و مقام: ۲۴۔اپریل ۲۰۰۵ بروز اتوار بوقت ۱۰ بجے دن ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجددالف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ	حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔	جہان امام ربّانی مجددالف ثانی قومی کانفرنس کا اجمالی جائزہ، اظہار تشکر وامتنان	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

www.mujaddidiway.com

۳۔	تعارف امام ربّانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی	مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی
۴۔	تعارف جہان امام ربّانی	علامہ محمد رضوان احمد خان نقشبندی
۵۔	امام ربّانی مجدد الف ثانی	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
۶۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور سے رابطہ	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۷۔	شریعت، طریقت اور حقیقت امام ربانی کی نظر میں	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۸۔	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور ترویج شریعت	پروفیسر محمد احسان ہاشمی
۹۔	امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت فقیہ اسلام	علامہ مفتی صدیق ہزاروی
۱۰۔	حضرت مجدد الف ثانی کے تفسیری نکات	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۱۱۔	حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول ﷺ	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۱۲۔	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
۱۳۔	نقشبندی مشائخ اور تحفظ ناموس رسالت	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی
۱۴۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی نگارشات	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۱۵۔	بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ممتاز خانقاہیں	ڈاکٹر سلطان الطاف علی

www.maktabah.org

۱۶۔	خانوادۂ مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت	سید صابر حسین شاہ بخاری
۱۷۔	حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور مستشرقین	ڈاکٹر سلطان شاہ
۱۸۔	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک احیاء دین	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۱۹۔	سرہند شریف، اللہ والوں کی سرزمین	جمیل اطہر سرہندی
۲۰۔	خطبہ صدارت	مفتی اعظم ہند علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد

﴿4﴾

نام مجموعہ مقالات: فکر امام ربّانی

ترتیب وتدوین: سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد و مقام: ۱۸۔ مارچ ۲۰۰۷ بروز اتوار بوقت ۲ بجے بعد دوپہر کانفرنس ہال ہمدرد مرکز لٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	آئینہ فاروق اعظم (امام ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ)	مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی
۲۔	دوقومی نظریہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۳۔	حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظام تبلیغ	علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی
۴۔	حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارنامے اور عصر حاضر	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

www.mujaddidway.com

۵۔	حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے روابط	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۶۔	حضرت مجدد کا تصور اجتہاد	ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی
۷۔	حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور سرمایہ ملت کی نگہبانی	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۸۔	اشاعت مسلک اہل سنت اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد و احفاد	صاحبزادہ سید محمد نوید الحسن شاہ المشہدی
۹۔	صدارتی خطبہ	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

﴿5﴾

نام مجموعہ مقالات: نذر مجدد

ترتیب وتدوین: سرورِ ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ انعقاد و مقام: ۹ِ مارچ ۲۰۰۸ء بروز اتوار بوقت ۲ بجے بعد دوپہر سماع ہال دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	دربار رسالت مآب ﷺ میں حضرت مجدد الف ثانی کی مقبولیت	مولانا جاوید اقبال مظہری مجددی
۲۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات عالیہ	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
۳۔	مکتوبات امام ربّانی میں عقائد اہل سنت	صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

www.mujaddidway.com

۴۔	حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اہداف ۔نظریات یا شخصیات	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۵۔	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ملت اسلامیہ کو تفرقہ میں مبتلا نہیں کیا	علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی
۶۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ جہاد	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۷۔	مجاہدین اسلام کو حضرت مجدد کے نصائح	پروفیسر راغب الیاس شاہ
۸۔	حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی مجاہدانہ تبلیغ سے جہانگیر کے رویے میں تبدیلی	علامہ ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی
۹۔	حضرت مجدد کے خسر شیخ تھانیسری کی جلاوطنی اور شہادت	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۱۰۔	وحدۃ الشہود گرہ کشائے وحدۃ الوجود	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
۱۱۔	مکتوبات امام ربّانی کے ماخذ	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۱۲۔	شیخ سلطان اور مجددیت	محمد خلیل مجددی
۱۳۔	صدارتی خطبہ	مفتی محمد معظم احمد

﴿6﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربّانی (جلد دوم)

ترتیب وتدوین: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تاریخ انعقاد ومقام: ۱۴؍فروری ۲۰۱۰ء بروز اتوار سماع ہال دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور

www.mujaddidiway.com

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور دو قومی نظریہ	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۲۔	تعلیمات مجددیہ کی ضرورت اور عصر حاضر	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۳۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی طرف دعوت نہیں دی، اتباع سنت اور اکابر اہلسنت کی طرف متوجہ کیا	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۴۔	عالمی سطح پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا اثر ورسوخ	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۵۔	تکفیر مسلم میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی کمال احتیاط	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۶۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اوراد و وظائف	پروفیسر راغب الیاس شاہ
۷۔	معارف (اعظم گڑھ) میں تذکارِ مجدد	ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
۸۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا دعوتی منہج و اسلوب	ڈاکٹر محمد اکرم ورک
۹۔	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات	ڈاکٹر محفوظ احمد
۱۰۔	حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عربی اسلوب نگارش (عربی مکاتیب کی روشنی میں)	ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان
۱۱۔	رسالہ تہلیلیہ کا اسلوبِ نگارش	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
۱۲۔	مکتوباتِ امام ربّانی کے فکری اور عملی پہلو	پروفیسر محمد عظیم فاروقی

www.mujaddidiway.com

۱۳۔	روئیداد	محمد ناظم بشیر نقشبندی مجددی

﴿7﴾

نام مجموعہ مقالات: ارمغان امام ربّانی (جلد سوم)

ترتیب وتدوین: پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

تاریخ انعقاد ومقام: ۳۰ رجنوری ۲۰۱۱ء بروز اتوار ایوان اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نگار
۱۔	علوم شرعیہ کی ترویج میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششیں اور ان کے ثمرات	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
۲۔	عوارف المعارف: مکتوبات امام ربّانی کی روشنی میں	پروفیسر قاری مشتاق احمد
۳۔	لطائف المدینہ: حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے احوال کا ایک اہم ماخذ	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۴۔	عمدۃ الاسلام: حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پسند فرمودہ کتاب	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
۵۔	اصلاح باطن وتزکیہ نفس مکتوبات امام ربّانی کی روشنی میں	ڈاکٹر حافظ محمد سجاد
۶۔	اثباۃ النبوۃ کے ادبی محاسن	ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان

www.mujaddidway.com

۷۔	میر نعمانؒ کے نام خطوط میں تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال کے حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃؒ کا منہج واسلوب	ڈاکٹر محمد اکرم ورک
۸۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق تربیت	پروفیسر راغب الیاس شاہ
۹۔	ایصال ثواب: مکتوبات امام ربّانی کی روشنی میں	پروفیسر محمد عظیم فاروقی

مکاتیب

۱۰	ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے مکاتیب میاں محمد صادق قصوری کے نام
۱۱	ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے مکاتیب صاحبزادہ بدرالسلام صدیقی کے نام

☆ مذکورہ بالا کتب سرور ملت حضرت صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ اشاعتی ادارہ "**شیر ربّانی پبلی کیشنز**" کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں۔

برائے رابطہ:

شیر ربّانی اسلامک سنٹر سمن آباد لاہور

(جامع مسجد قادریہ شیر ربّانی، چوک شیر ربّانی، شیر ربّانی روڈ، ۲۱۔ ایکڑ سکیم نیا مزنگ سمن آباد لاہور)

موبائل

0300-4299321

nazim_bashir72@Yahoo.com

www.maktabah.org

ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب بنام پروفیسر محمد اقبال مجددی

مکتوب، کسی فرد کے شب و روز کے معمولات کا مظہر ہوتا ہے۔ الفاظ کی اس دنیا میں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کی دلچسپی کے امور ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کسی زمانہ کے تاریخی احوال، اور شخصیت کا تجزیاتی مطالعہ کرنے کے لیے مکاتیب کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر قلم و قرطاس حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کے ہاتھ میں آ جائے تو مکاتیب کے الفاظ انقلاب کی صدا بھی دینے لگ جاتے ہیں۔ بہر صورت کئی جہات سے مکاتیب کا مطالعہ ایک علم افروز سرگرمی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء۔ ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء) علمی اور روحانی حلقوں کی ایک قد آور اور نامور شخصیت تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کی حیات و خدمات پر کام کرنے والے محققین آپ سے رہنمائی حاصل کرتے۔ اس مقصد کے لیے بہترین ذریعہ خط تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب علمی نکات اور فکری رہنمائی کے حوالہ سے قوم کا اثاثہ ہیں۔ جن اہل علم کے پاس یہ مکاتیب موجود ہیں۔ ذاتی خطوط کے علاوہ۔ وہ قوم کی امانت ہیں۔ اس تصور کے پیش نظر حضرت صوفی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کے ادارہ سے مکتوبات مسعودی علیحدہ بھی شائع ہوئے اور ارمغان امام ربانی کی دوسری اور تیسری جلد میں بھی شامل ہیں۔

اس چوتھی جلد میں شامل مکاتیب، فکر مجدد پر کام کرنے والوں کے لیے معلومات کا بیش بہا مواد لیے ہوئے ہیں۔ مکتوب الیہ پروفیسر محمد اقبال مجددی (پ: ۱۹۵۰ء) شعبہ تاریخ، اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور سے طویل عرصہ منسلک رہے ہیں۔ زمانہ

طالب علمی ہی سے آپ تحقیقی ذوق کے حامل رہے چنانچہ یہ مراسلت بھی ان کے اسی دور کی یادگار ہے۔ کتب شناسی کا ملکہ اسی دور میں پیدا ہو گیا۔ حضرت حکیم محمد موسی امرتسری (ف:۱۹۹۹ء) کی صحبت نے اس ذوق کو مہمیز لگائی۔ آپ کا اپنا وسیع کتب خانہ ہے جس میں نادر و نایاب کتب کی کثیر تعداد موجود ہے۔ مقامات مظہری، حدیقۃ الاولیاء، اور مقامات معصومی کے ذریعہ اردو کے دینی ادب میں تدوین سازی کا رجحان ساز تحقیقی کام انجام دیا۔ اسی طرز خاص پر آپ تذکرہ زادالمعاد پر بھی کام کر رہے ہیں۔ آپ نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک علمی منصوبہ میں بطور معاون کام بھی کیا علاوہ ازیں ایران کے علمی منصوبہ "دانش نامہ زبان و ادب فارسی در شبہ قارہ میں اڑھائی سو مقالات تحریر کئے۔ قدرت نے پروفیسر اقبال مجددی کی ذات کو معلومات کا خزینہ بنایا ہے۔ وہ مجددی سلسلہ کے چلتے پھرتے موسوعہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دونوں علمی شخصیات کے مابین خط و کتابت سے سلسلہ مجددیہ کے حوالے سے بہت سی نئی معلومات، کتابوں پر تبصرے، اور مجدد شناسی کی نئی جہتیں سامنے آئی ہیں۔ ان ۳۵ ☆ خطوط کے علمی مباحث کی اہمیت تو مسلم تھی ہی، جناب پروفیسر اقبال مجددی نے ان خطوط پر حواشی بھی تحریر کر دیئے جن سے ان خطوط کے مطالعہ کی اہمیت اور بڑھ گئی حواشی میں آپ نے خطوط کے مبہم نکات اور دیگر اہم و ضروری مباحث پر بھی معلومات فراہم کی ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کام کرنے والے اہل علم کے لیے یہ مکاتیب بہت اہم ثابت ہوں گے۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

☆ایک خط پروفیسر محمد اقبال مجددی زید مجدہ کا بنام مسعود ملت رحمۃ اللہ ہے

﴿۱﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

ضلع حیدرآباد سندھ ۷۸۶

۸ دسمبر ۱۹۷۰ء

محترم المقام دام عنایتکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ موصول ہو کر باعث فرحت وانبساط ہوا۔ یہ معلوم ہو کر مزید خوشی ہوئی کہ آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مخالفین پر کام کر رہے ہیں، یہ احقر بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر تقریباً آٹھ سال سے مواد فراہم کر رہا ہے دوسرے علمی کاموں کی وجہ سے اس طرف ہمہ تن متوجہ نہ ہو سکا۔ بہر کیف آپ سے بھی مدد حاصل کی جائے گی۔

عبداللہ خویشگی قصوری (۱) کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابوں کو ملاحظہ فرمالیں شاید کوئی نئی بات مل جائے۔ حدائق الحنفیہ (فقیر محمد جہلمی)، ابجد العلوم (نواب صدیق حسن خاں) نزھۃ الخواطر (عبدالحی لکھنوی) ہدیۃ العارفین واسماء المؤلفین وآثار المصنفین (اسماعیل پاشا بغدادی) عربی ادب میں ہندوستان کا حصہ (ڈاکٹر زبید احمد)، تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) وغیرہ۔ (۲)

حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ نے جو بات شیخ عبدالحق دہلوی کے اعتراضات کے متعلق کہی ہے وہی عبداللہ خویشگی کے متعلق کہی جا سکتی ہے انہوں نے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کہ بتحریر اعتراضات زبان بیصرفہ گویاں درطعن

دلیر ساختہ سخن بطور علماء ظاہر فرمودہ اند، کلام حضرت مجدد بطور علماء باطن است آں از عالمے دیگر دایں از مقامے دیگر اعتراض کجا است (۳)

غالباً مکتوبات شریف پر اسی قسم کے اعتراضات کے اندیشے کے تحت ۱۰۰۹ھ میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو رخصت کرتے ہوئے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

اگر سخن گوئید بطور علماء گوئید نہ بطور صوفیہ واگر احیاناً بطور صوفیہ گفتہ شود بہ اغلاق بگوئید کہ جز مخاطب دیگرے نہ فہمد وازاں جا چیزے فرا نہ گیرد کہ موجب ذلت او گردد۔(۴)

عبداللہ خویشگی کے آخری دور میں ۱۰۹۳ھ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے متعلق علماء حجاز کے سامنے ایک فتویٰ پیش کیا گیا، محمد البرزنجی (۵) نے خوب دل کھول کر کفر کے فتوے لگائے مگر شیخ محمد بیگ المکی (۶) نے ایک رسالہ لکھ کر مسکت جواب دیا، رسالے کا نام تھا "عطیۃ الوھاب الفاصلۃ بین الخطأ والصواب"...... یہ باتیں ضرور آپ کے علم میں ہوں گی، احقر نے احتیاطاً لکھ دیا ہے۔

مجھے اس کا صحیح اندازہ نہیں کہ اورنگ آباد حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مخالفین کا مرکز تھا۔(۷) اگر دیکھا جائے تو مخالفین وموافقین ہر بڑے شہر میں موجود تھے مثلاً دھلی، آگرہ، احمد آباد، لاہور وغیرہ، یہ مخالفت مخلصانہ بھی تھی اور معاندانہ بھی عالمانہ اور صوفیانہ رقابت بھی اس میں کارفرما تھی اور سیاسی مصالح کی بنا پر بھی مخالفت کی گئی تھی۔

تبادلے کی وجہ سے تمام کتابیں بند پڑی ہیں ورنہ اس مسئلے پر تفصیل سے عرض کرتا، کتابیں کھولنے پر ان شاء اللہ مزید کچھ عرض کرسکوں گا۔ احقر حال ہی میں کوئٹہ سے یہاں آیا ہے۔

چونکہ آپ مخالفین پر کام کر رہے ہیں اس لیے بعض چیزیں جو میرے علم میں ہیں عرض کر دوں ممکن ہے کوئی کام کی چیز نکل آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ مطالعہ فرما چکے ہوں۔

حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے صاحب زادے خواجہ محمد یحیٰی (۸) آپ کے پوتے خواجہ محمد فرخ (۹) اور عبدالاحد (۱۰) علیہم الرحمہ نے بھی مخالفین کے رد میں تحریر فرمایا تھا۔ سندھ کے مشہور عالم مخدوم معین (۱۱) ٹھٹھوی نے بھی شیخ عبدالحق دہلوی کے اعتراضات کے جواب میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے جو قلمی صورت میں مولانا محمد ہاشم جان (۱۲) مدظلہ کے پاس موجود ہے۔ پیر نظام الدین شکار پوری (۱۳) نے بھی ایک رسالہ بعنوان ردشبھات تحریر کیا تھا۔ مخالفین میں جدید لکھنے والوں میں ڈاکٹر اطہر حسین رضوی (۱۴) ہیں جنہوں نے اپنی انگریزی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے جس کا مسکت جواب مختصراً معارف میں شائع ہو گیا ہے۔ (۱۵) امریکہ سے بھی ایک صاحب کا مقالہ شائع ہوا تھا جس میں حضرت مجدد کو شیعہ سنی رقابت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم سیال کوٹی (۱۶) نے رد مخالفین میں ایک رسالہ لکھا تھا (۱۷) احقر کو اس کی تلاش تھی، اب تک نہ مل سکا۔ اس کے علاوہ حضرت مجدد کی ایک تصنیف اثبات الواجب (۱۸) کی تلاش ہے اس کا ذکر اسماعیل پاشا بغدادی (۱۹) نے کیا لیکن یہ بھی نہ مل سکی۔ آپ کے علم میں ہو تو ضرور مطلع فرمائیں...... ایک بات اور دریافت کرنی ہے عہد شاہجہانی کے مؤرخوں نے صوفیہ و علماء کی فہرست میں نہ حضرت مجدد کا ذکر کیا ہے نہ آپ کے صاحب زادگان اور خلفاء کا۔ بلکہ اگر کسی ایسے شخص کا ذکر کیا

www.mujaddidiway.com

ہے جس کا تعلق حضرت مجدد سے رہا ہو تو اس تعلق کو ظاہر نہیں کیا گیا۔ مورخین کی اس خاموشی کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ شاہجہاں کو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا عقیدت مند بتایا جاتا ہے، یہ بات شہزادگی کے زمانے تک تو ٹھیک ہے لیکن دور شاہی میں یہ عقیدت نظر نہیں (۲۰) آتی گو اس وقت حضرت مجدد وصال فرما چکے تھے مگر آپ کے صاحبزادگان و خلفاء سے تعلق خاطر اس عقیدت کی توثیق کر سکتا تھا۔ اس کے برخلاف شیخ آدم بنوری (۲۱) کیساتھ جو کچھ ہوا وہ آپ کے علم میں ہوگا۔ (۲۲)

آج ذرا فرصت تھی تو یہ طویل عریضہ پیش کر رہا ہوں ورنہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے تاخیر کا اندیشہ تھا۔ امید ہے کہ علمی مراسلت جاری رکھیں گے۔ مجھے خود آپ سے ملاقات اور آپ سے مکاتبت کا اشتیاق تھا۔ خدا نے یہ صورت پیدا کر دی فالحمدللہ علی ذالک۔ احباب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۲﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

ضلع حیدرآباد سندھ ۷۸۶

۱۷/ دسمبر ۱۹۷۰ء

صدیق محترم دام عنایتکم

وعلیکم السلام ورحمۃ ربکم المنعام......نوازش نامہ موصول ہوکر باعث مسرت ہوا۔ کرم فرمائی کا ممنون ہوں۔ یہ آپ نے صحیح فرمایا کہ جس نے معاندانہ جذبے کے تحت اعتراضات کئے ہوں شاہ غلام علی صاحب کا ارشاد اس پر صادق نہیں آتا مگر پھر بھی یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ فقیہانہ اور عارفانہ زاویۂ نگاہ میں بڑا فرق ہے۔ دونوں میں امتزاج وہی پیدا کرسکتا ہے جو بیک وقت عارف وفقیہ ہو اس احقر نے عبداللہ خویشگی کی تصنیفات کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا، آپ کی تحقیقات سے استفادہ کیا جائے گا۔(۲۳)

مولانا عبدالحکیم سیال کوٹی کے متعلق بعض علماء نے کہا تھا کہ انہوں نے معترضین کے رد میں ایک مختصر رسالہ تصنیف فرمایا تھا، یہ بات اس لیے قابل یقین ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ نے اسی زمانے میں اختلاف فرمایا تھا۔ البتہ یہ بات کہ آپ نے محمد البرزنجی کا جواب لکھا ہے سراسر غلط ہے۔(۲۴) غالباً احقر نے یہ بات نہیں لکھی۔

عہد شاہجہانی کے جن مؤرخین کی طرف احقر نے اشارہ کیا تھا ان سے وہ مؤرخین مراد تھے جنھوں نے شاہی نگرانی یا سلطنت کے زیر اثر کتب تاریخ مدون کیں۔ مجمع الاولیاء (۲۵) کا عکس راقم کے پاس محفوظ ہے بیشک اس میں مجدد الالف الثانی لکھا ہے۔ طبقات شاہجہانی (۲۶) میں حضرت مجدد اور آپ کے صاحب زادگان کا ذکر ہو تو اقتباس نقل کر کے ارسال فرمادیں۔ یہ میری معلومات میں اضافہ ہوگا۔ جزاکم اللہ نیز کلمات صادقین (۲۷) کا اقتباس اگر مختصر ہو تو نقل کروا کرارسال فرمادیں۔

محمد البرزنجی کے فتاوی کفر اور اس کے جوابات پر مشتمل ایک قلمی مجموعہ احقر کے

پاس ہے جو نہایت خستہ حالت میں ہے یہ نسخہ ۴ر شوال ۱۱۹۴ھ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حکم سے حضور اللہ نے نقل کیا تھا۔

ابتداء ان سوالات سے ہوئی ہے جو حضرت مجددؒ کے متعلق ہندوستان سے حجاز بھیجے گئے۔ کل ۳۳ سوالات ہیں، محمد البرزنجی نے ان کے جوابات دیے اور ۱۷ کفر کے فتوے صادر فرمائے۔ آخر میں خود لکھتے ہیں۔

وقد بيّنا ادلة ذلك كله مفصلة فی رسالتنا قدح الزند وقدح الزند فی(۲۸) ردّ جهالات سرهند ودفع التعويل علی نفع التاويل (۲۹)وغيرهما من رسالتنا

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

والحمدلله قاله بفمه وكتبه بقلمه فقير رحمة ربه وراجی ثوابه العظيم محمد بن عبدالرسول الحسينی الشهرزوی البرزنجی المدنی الشافعی الخ

محمد البرزنجی کے جوابات پر ان علماء نے تصدیقات لکھی ہیں

(۱) محمد عبداللہ القواسی المغربی المالکی (۳۰) (۲) شیخ قاسم آفندی الرومی الحنفی (۳۱) (۳) شیخ محمد ابی السروری البہوی الجفعی (۳۲)

پھر اس فتوے کا مختصر رد شیخ محمد بیگ نے تحریر فرمایا ہے جس کے لیے جامع نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

هذا الجواب رد اجمالا لكلام السيد محمدالبرزنجی من الشيخ محمد بيگ.(۳۳)

www.maktabah.org

اس مختصر رد کے بعد جامع نے شیخ محمد بیگ کا وہ رسالہ نقل کیا ہے جس کا احقر نے ذکر کیا تھا۔ یعنی "عطیۃ الوہاب الفاصلۃ بین الخطا والصواب" (۳۴)......اس پر دس علماء حجاز کی شاندار تصدیقات ہیں جو آپ کے علم میں ہوں گی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ پر "دعویٰ نبوت" کا الزام سراسر اتہام ہے (۳۵) جس طرح مکتوبات شریف کی غلط تعبیرات سے لوگوں نے یہ مطلب نکالا کہ آپ نے "دعوی تجدید دین فرمایا تھا، (چنانچہ صاحب قاموس المشاہیر نے لکھا ہے کہ آپ نے مجدد ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے) دعوی نبوت کا الزام بھی مکتوبات شریف کے سطحی مطالعہ کا نتیجہ ہے بلکہ محمد البرزنجی کے سامنے تو مکتوبات شریف کے محرف اقتباسات تھے (۳۶) سیاق وسباق سے بے خبر۔ ایسی حالت میں جو کچھ لکھتا کون ٹوک سکتا تھا۔ مکتوبات شریف کی تینوں مجلدات کا عربی ترجمہ بہت بعد میں ہوا (۳۷) ہے، ممکن ہے اس ترجمے کا ایک مقصد غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو......معترضین کے اعتراضات پر بحث کرتے ہوئے یہ حقیقت بھی سامنے رہے تو مناسب ہے کہ بعد مکاں، بعد زماں اور بعد فکر وخیال کو صحیح رائے قائم نہ کرنے میں بڑا دخل ہے۔

کاسر المخالفین (۳۸) کے مصنف کا احقر کو علم نہیں، رسالہ رد شبہات (۳۹) کا ذکر حضرت مولانا محمد ہاشم جان سرہندی نے کیا تھا۔ یہ رسالہ ان کے پاس ہے۔

مکتوب گرامی کل موصول ہوا، فرصت میسر تھی اس لیے جواب پیش کر رہا ہوں۔ محترم حکیم صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ آپ حضرات سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ مولا تعالیٰ آپ کی علمی تحقیقات سے سب کو مستفیض فرمائے۔ آمین۔

www.maktabah.org

والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۳﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

(ضلع حیدر آباد سندھ) ۷۸۶

۱۴/ جنوری ۱۹۷۱ء

محترم المقام دام عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوب گرامی محررہ ۲۳/ دسمبر ۱۹۷۰ء موصول ہو گیا تھا، فرصت میسر نہ آ سکی اس لیے جواب میں تاخیر ہو گئی، معذرت خواہ ہوں۔ آپ نے جو سوالات تحریر فرمائے۔ بے

بضاعتی کے شدید احساس کے ساتھ ان کے جوابات تحریر کر رہا ہوں۔ آپ کا مکتوب گرامی بھی واپس بھیج رہا ہوں تا کہ جوابات پڑھتے وقت سوالات سامنے رہیں۔

(۱) حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ کے اعتراضات کے متعلق حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ نے دل لگتی بات فرمادی ہے ''آں از عالمے دیگر واین از مقامے دیگر، اعتراض کجاست؟'' (۴۰)...... شیخ عبدالحقؒ نے مکتوبات شریف کے ان مقامات پر خاص طور پر اعتراض فرمایا ہے جہاں بادی النظر میں جناب رسالت مآب ﷺ میں گستاخی یا بے اعتنائی مترشح ہوتی ہے، جہاں اولیاء اللہ کے احوال مقامات پر تنقید فرمائی ہے۔ دراصل حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے اقوال واحوال کو سمجھنے کے لیے اسی قدر روحانی بلندی کی ضرورت ہے جو آپ کو میسر تھی اور ہم اس سے محروم ہیں۔ بہر کیف دو باتیں ذہن میں آتی ہیں۔

(ا) شیخ عبدالحق نے جو اعتراضات فرمائے ہیں وہ بظاہر صحیح معلوم ہوتے ہیں...... اعتراض صرف شیخ ممدوح ہی کو نہ تھا بلکہ اسی بنا پر دوستوں کی ایک جماعت حضرت مجددؒ سے کبیدہ خاطر تھی جس کا ذکر شیخ عبدالحق نے فرمایا ہے۔(۴۱) معاندین کا گروہ الگ رہا۔ جو کافی طاقت ور تھا۔ اور جس نے دربار شاہی میں بات اٹھائی (۴۲) اور پھر جو کچھ ہوا اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

(ب) شیخ عبدالحقؒ نے نفسانیت کے تحت اعتراضات نہیں فرمائے بلکہ اخلاص و دل سوزی کے ساتھ اعتراض فرمایا ہے۔ وہ بھی جب خلش حد سے گزر چکی، خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کا وصال ہو چکا، طعن و تشنیع کے لیے لوگوں کی زبانیں کھل گئیں۔ اور احباب نے شیخ عبدالحق کو مجبور کیا کہ کچھ نہ کچھ لکھا جائے۔ یہ تمام حقائق خود حضرت شیخ نے اپنے

رسالے میں تحریر فرمائے ہیں۔

اخلاص ومحبت کا اندازہ بعض اشعار اور جملوں سے ہوتا ہے۔ مثلاً سرنامہ ہی یہ شعر نظر آتا ہے جو آئینہ دار محبت ہے

درد دل دارم بسے از خوئے آں زیبا نگار
فرصتے یا رب کہ دل را پیش وے خالی کنم (۴۳)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

میرا گمان آپ کے متعلق نیک ہے اور مجھے جتنی محبت وخلوص آپ سے ہے شاید ہی کسی کو ہو............ اس فقیر کو آپ بھی عزیز ہیں اور آپ کا طریقہ بھی عزیز ہے۔

آخر میں یہ دعائیہ کلمات خاص طور پر قابل توجہ اور جان اخلاص ہیں:

اے خدا یہ شخص اپنے کمالات سے متعلق ایسی باتیں کرتا ہے، اگر وہ سچا ہے تو اس کے سچے اور صادق ہونے کی کسی دلیل سے بطور الہام ہمیں مطلع فرما اور ہمارے شکوک وشبہات دور فرما...... (۴۴)

نوٹ: جس الہام کی تمنا کی ہے اس کی تکمیل کی خبر شاہ غلام علی کی تحریر سے ملتی ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(۲) اخبار الاخیار کے خصوصا جدید (اردو) نسخوں میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے حالات اور دیگر باتیں جعلی معلوم ہوتی ہیں۔ (۴۵) اخبار الاخیار ۹۹۹ھ کی تالیف ہے۔ اس وقت حضرت مجددؒ کی عمر شریف ۲۷ سال کے لگ بھگ ہوگی (۴۶) اور شاید تعلقات اور حالات کی وہ نوعیت نہ تھی جو اس جعلی تحریر کے متقاضی ہے۔ البتہ بعض فارسی مطبوعہ نسخوں میں بطور تتمہ (۴۷) خواجہ حسام الدین علیہ الرحمہ کے نام حضرت شیخ عبدالحقؒ

www.mujaddidway.com

کا جو مکتوب نظر آتا ہے وہ صحیح ہے حضرت شاہ غلام علی نے بھی اس کا حوالہ دیا ہے (۴۸) لیکن اس تتمہ کا اضافہ بھی بعد کی چیز ہے۔ احقر نے کوئٹہ میں حضرت مولانا سالم (۴۹) صاحب کے پاس اخبار الاخیار کا ایک قدیم نسخہ (اواخر بارہویں ہجری) دیکھا تھا جس کے آخر میں حضرت مجددؒ کے بارے میں کوئی تحریر نہ تھی۔

(i) میرے علم میں کوئی ایسا ماخذ نہیں جس میں کسی معاصر نے حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ کے رجوع کرنے کا ذکر کیا ہو۔ البتہ ایک اہم ماخذ کا حوالہ ضرور نظر سے گذرا ہے۔ ابوالبیان محمد داؤر پسروری نے اپنی تالیف سیرت امام ربانی میں لکھا ہے۔

شیخ فتح محمد فتحپوری چشتی اپنی کتاب مناقب العارفین (۵۰) میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالحق کے صاحب زادے مولانا نورالحق (۵۱) سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب نے آپ کے مکتوبات کے رد میں ایک رسالہ لکھا تھا جب ان کو حسن خاں کی تحریف کا واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کا مکتوب لکھا۔ (مطبوعہ امرتسر ۱۹۲۵ء ص:۱۹۸)

حسن خاں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حضرت مجدد کا مرید تھا۔ منحرف ہو کر مکتوبات شریف کے بعض مسودات اپنے ساتھ لے گیا اور ان میں تحریف و ترمیم کر کے مختلف علماء سے تردیدات لکھوائیں۔

صاحب مناقب العارفین چونکہ شیخ نورالحسن کے معاصرین میں سے ہیں اور ان سے روایت فرماتے ہیں اس لیے یہ روایت مستند سمجھی جا سکتی ہے۔ احقر نے کتاب مذکور تلاش کی مگر نہ مل سکی۔ آپ لاہور کے کتب خانوں میں تلاش کریں شاید مل جائے۔

(ii) ملا معین ٹھٹھوی کی کتاب (۵۲) مولانا محمد ہاشم جان مدظلہ نے عنایت فرمانے

کا وعدہ کیا تھا جو ابتک وفا نہ ہو سکا۔

(iii) ردشبہات (۵۳) بھی مولانا کے پاس ہے وہ بھی احقر نے مطالعہ نہیں کیا۔

(v) شاہ غلام علی علیہ الرحمہ نے رجوع کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ اپنے رسالے میں شیخ عبدالحقؒ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

ونیز نوشتہ اند کہ یک بار در بارۂ شما بجناب الٰہی سبحانہ متوجہ بودم کہ ایں مقامات کہ ایشان میگویند حق است یا اصلے ندارد آیۃ شریفہ کہ در دفع اشتباہ خفیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نازل شدہ، در بارۂ شما در باطن فقیر وارد شد۔ (۵۴)

غالباً یہ وہی الہام ہے جس کی شیخ عبدالحقؒ نے آرزو کی تھی۔

حضرت شاہ غلام علی، خواجہ حسام الدینؒ کے نام حضرت شیخ عبدالحقؒ کے مکتوب کا یہ اقتباس فرماتے ہیں:

''غبارے کہ فقیر را حضرت شیخ احمد بود رفع شد و غشاوۂ بشریت درمیاں نماند''

پھر آگے چل کر اس عبارت کی یوں تشریح فرماتے ہیں۔

قول ایشاں ''غشاوۂ بشریت درمیان نماند'' اشارت می نماید کہ تحریر اعتراضات از بشریت و نفسانیت بود نہ از راہ حقیقت سبحان اللہ این ست احوال علماء و اولیاء رحمہم اللہ۔ وائے بر حال و قال حساد معاند نافہم (۵۵)

(vi) احقر کو علم نہیں کہ شیخ عبدالحق رہ کے رجوع کا ذکر سب سے پہلے کس نے کیا۔ غالباً صاحب مناقب العارفین نے کیا ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ اس سے پہلے کسی

www.maktabah.org

نے کیا ہو کیوں کہ وہ خط جس میں رجوع کا ذکر ہے خواجہ حسام الدین کے نام ہے جن کا وصال سنہ م (۱۰۴۳ھ) میں ہوا۔ یہ بات محقق ہے کہ رجوع فرمایا ہے اس لیے یہ کہنا مناسب نہیں کہ رجوع کا ذکر نے کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے غلط راہ پر ڈالا۔ ہاں اس واقعہ پر اگر حاشیہ آرائی ہے تو اس پر تنقید کی جا سکتی ہے۔

(۳) شیخ محمد مراد نقشبندی کی کتاب (۵۶) کا احقر کو علم نہیں، غالبًا اسی مصنف کی ایک کتاب مناقب الحضر ات (۵۷) کا مائیکروفلم احقر نے لندن سے منگایا تھا، جو شیخ آدم بنوریؒ کے حالات میں ہے ممکن ہے کہ ضمنا اعتراضات کا رد کیا ہو۔ مصروفیت کی وجہ سے احقر اب تک مطالعہ نہ کر سکا۔ (ہاں یاد آیا مناقب الحضر ات اس مصنف کی تصنیف نہیں)

(۴) ملا محمد گجراتی کے رسالہ (۵۸) کا بھی کچھ علم نہیں۔ البتہ ابوالبیان محمد داؤد پسروری نے محمد صالح گجراتی کے ایک رسالہ اشتباہ، (۵۹) کا ذکر کیا ہے۔ شخص مذکور نے محمد عارف اور عبداللہ سواتی (۶۰) وغیرہ سے روپیہ لے کر محمد البرزنجی سے مکتوبات شریف کا رد لکھوایا۔ ابوالبیان مذکور نے شیخ قشاشی (۶۱) کے ایک رسالہ اسرار المناسک (۶۲) کا بھی ذکر کیا ہے جو غالبًا شیخ آدم بنوری کے رد میں لکھا گیا تھا۔

(۵) طبقات شاہجہانی کے اقتباس کا انتظار رہے گا۔ تذکرہ نویسوں نے جہانگیر اور شاہ جہاں (۶۳) کی عقیدت مندی کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے حقیقت اس کے برخلاف معلوم ہوتی ہے۔ جہاں گیر نے تزک میں نہایت بدتمیزی سے

حضرت مجدد کا ذکر کیا ہے (۶۴) پھر دوسری جگہ رہائی کا اور خلعت وغیرہ دینے کا ذکر کیا ہے (۶۵)۔رہائی کے بعد اس نے بڑی چالاکی سے آپ کو لشکر میں رکھا۔یہ بھی ایک طرح کی قید اور نظر بندی تھی۔صاحب زبدۃ المقامات کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔

دراں ایام کہ حضرت ایشان رحمہ اللہ سبحانہ در قید رفاقت عسکر سلطان وقت بودند وحرف خلاص ازاں بلیہ درمیاں بود۔(مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ،ص:۸۴)

لشکر سے چھٹکارا ملا۔تو سرہند شریف آ کر خلوت گزیں ہو گئے۔عمومی مجالس بلکہ خصوصی مجالس کا سلسلہ بھی یک لخت بند ہو گیا۔قرائن سے معلوم ہوتا ہے جہاں گیر نے کوئی خفیہ پابندی عائد کر دی تھی۔دشمنوں کی بن آئی تھی مگر تاریخ نے حضرت مجدد کے حق میں فیصلہ سنا دیا ہے۔جہاں گیر کے دربار میں طلبی کے وقت شاہجہاں نے درخواست کی تھی کہ سجدہ تعظیمی کر لیں اور آپ نے انکار فرمایا تھا۔ممکن ہے کہ یہ انکار اس پر گراں گزرا ہو اور دور شاہی میں اسی بنا پر خاندان مجددیہ سے بے اعتنائی برتی ہو غالباً شیخ آدم بنوری کے ساتھ بھی اس نے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا (۶۶)۔پھر حضرت خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد سعید سے مواصلت نہ کرنا بھی احقر کے اندیشہ کو تقویت پہنچاتا ہے مکتوبات معصومی اور مکتوبات سعیدی میں کوئی مکتوب شاہ جہاں کے نام نہیں۔اگر عقیدت ہوتی تو ضرور بیعت ہوتا اس کے برخلاف بقول صاحب دبستان مذاہب اس نے دوسرے بزرگوں کی طرف رجوع کیا...... بہرکیف یہ احقر شاہان مغلیہ سے تعلقات کی نوعیت تاریخ کی روشنی میں پرکھنا چاہتا ہے۔

(۷) علی اکبر اردستانی (۶۷) نے حضرت مجددؒ کی جن تیس ہزار ابیات کا ذکر کیا ہے

اس کے متعلق اصل کتاب کا مطالعہ کر کے تحریر کرسکوں گا، اگر آپ متعلقہ اقتباس تحریر فرمادیں تو بہتر ہے۔

آپ چونکہ حضرت مجدد کے مخالفین کے بارے میں لکھ رہے ہیں اس لیے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ ناگوار خاطر نہ ہوں۔

کسی شخصیت پر الزامات واعتراضات کی تردید کا ایک بڑا مقصد یہ ہوتا ہے شکوک وشبہات دور ہوجائیں اس لیے دور جدید کے تقاضوں کے پیش نظر ضروری ہے کہ اسلوب نگارش مؤرخانہ ہو مبلغانہ نہ ہو۔ یعنی تحریر سے طرف داری یا جانب داری مترشح نہ ہوتی ہو۔ جب شخصیت سے کمال تعلق ہو تو یہ بات بہت ہی مشکل ہوجاتی ہے۔ حضرت مجددؒ پر معارف (اعظم گڑھ) میں احقر کے مقالات شائع ہوئے، (۶۸) بعد میں یہ خامی خود اپنے مقالے میں محسوس کی گو احباب نے تعریف ہی تعریف کی۔ حضرت خواجہ باقی علیہ الرحمہ نے شیخ تاج الدین (۶۹) کو ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ جس شخص کا نفس مریض ہو اور شرارت اور فتنہ پر آمادہ ہو تو وہ خاص شفقت کا محتاج ہے۔ جس طرح مریض جسمانی تیمار داروں کی شفقت کا محتاج ہے (۷۰)۔ اس لیے مخلص معترضین اور شریر معاندین کا علاج اگر اسی انداز سے کیا جائے تو مثمر ہوسکتا ہیں قرآن حکیم نے جو حکمت وموعظت، کی بات فرمائی ہے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے طریقہ اظہار کی معقولیت سے ہی حق اپنی تاثیر دکھا سکتا ہے ورنہ بسا اوقات اسی خامی کی وجہ سے باطل، حق کو شکست دیتا نظر آتا ہے۔

آپ سے چونکہ تعلق خاطر ہوگیا ہے اس لیے اتنا کچھ لکھنے کے باوجود گرانی محسوس نہیں کرتا بلکہ فرحت وانبساط کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ مولی تعالی آپ کے ذوق

علمی کو قائم رکھے اور دوسروں کو مستفیض فرمائے۔ آمین۔

احباب کو سلام کہہ دیں۔ خصوصاً حکیم (۷۱) صاحب اور ڈاکٹر محمد اسلم (۷۲) صاحب کو۔ احقر نے ان کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا۔ جواب سے محروم ہوں۔ تقاضا کر دیں اپنی خیریت اور حالات وکوائف سے مطلع کرتے رہا کریں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

نوٹ: آپ کا مکتوب گرامی جو ساتھ بھیج رہا ہوں اس کو واپس کر دیں۔ ضرورۃً بھیج رہا ہوں ورنہ یہ آئین محبت کے خلاف ہے۔

www.mujaddidway.com

﴿۴﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

(ضلع حیدرآباد سندھ) ۷۸۶

۱۷/فروری ۱۹۷۱ء

محترم المقام

سلام مسنون۔ نوازش نامہ محررہ ۲۸/جنوری ۱۹۷۱ء موصول ہو گیا تھا۔ عنایت و کرم کا ممنون ہوں مصروفیت کی وجہ سے جلد جواب نہ پیش کر سکا، معذرت خواہ ہوں۔

(۱) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ معاصر تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ شیخ آدم بنوریؒ امی تھے۔ اس سلسلے میں قوسین میں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن احقر کے پاس جو نسخے ہیں ان میں شیخ مذکورہ کے متعلق یہ بات نہیں لکھی (۷۳) البتہ محمد مراد بن حبیب بن سعدی (۷۴) نے اپنی تالیف ''مناقب آدمیہ و حضرات احمدیہ نقشبندیہ'' (مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن) میں شیخ کے ذکر میں آپ کے علم لدنی کے سلسلے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

روزے شیخ ابوالمعالی مفتی انبالہ کہ می گفت برائے امتحان علم لدنی سیدی (شیخ آدم بنوری) مسئلہ مشکل را از کتب فقہیہ مطالعہ نمودہ ایشاں رفتم واز جواب وسوال مقدمات را در خزینۂ خیال ترتیب دادہ نشستم بجرد اظہار مافی الاضمار اشکال وسوالھا را بیاں نمودہ تحقیق

www.maktabah.org

سخن کردند حل مشکل نمودہ افادہ فرمودند ازیں معاینہ از امتحان خود تائب شدم۔ (مخطوطہ مکتوبہ ۱۱۴۰، لاہور۔ ورق ۴۲)

(۲) صاحب مناقب نے شیخ آدمؒ کی تصانیف میں درود الھامیہ (۷۵) کا ذکر کیا ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے۔

جامع ایں شیخ محمد امین است قدس سرہ کہ با مر حضرت سیدنا قدس سرہ رفتہ رفتہ کہ الہام می شد او جمع کردہ می رفت۔ (ورق۔ ۳۷)

(۳) دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں لکھا ہے۔

شروع میں امی محض تھے، فیض ربانی سے قرآن مجید حفظ کیا اور علم ظاہری بھی حاصل کیا۔ (مطبوعہ لاہور، جلد اول، ص ۲۷)

نہ معلوم اس بیان کا ماخذ کیا ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تحصیل علم ظاہری بھی فرمائی۔ لیکن آپ نے شیخ آدم کے جس مکتوب کا حوالہ تحریر فرمایا ہے وہ سب سے زیادہ اہم ہے اگر وہ صحیح ہے یہی کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح درود الھامیہ کو شیخ محمد امین نے جمع کیا اس طرح دوسری کتابوں کو بھی مریدین و مخلصین نے جمع کیا ہوگا۔ (۷۶)

(۴) ممنون ہوں کہ آپ نے راقم کی کتاب شاہ محمد غوث گوالیاری کا مطالعہ فرمایا اور اپنی معلومات سے بھی سرفراز فرمایا (۷۷)۔ بیل کے متعلق جس غلطی کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بھی اسی زمانے میں اس طرف متوجہ فرمایا تھا۔ واقعی فاحش غلطی ہوگئی۔ دوسرے اڈیشن میں اصلاح کردی جائیگی۔ (۷۸)

معراج نامے (۷۹) کے بارے میں تو اب تک معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ دوسری

تصانیف کے قلمی نسخوں کا بعد میں علم ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کتاب لکھتے وقت اتنی مہلت نہ ملی کہ مآخذ کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا۔ میرا قیام بالعموم ایسے مقامات پر رہا جہاں کتب خانوں کا نام ونشان نہیں، کچھ لگن ہے جو تھوڑا بہت لکھ لیتا ہوں۔ (۸۰)

(۵) شاہ وجیہ الدین علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا قلمی نسخہ خود احقر نے پشاور جا کر مطالعہ کیا تھا (۸۱)۔ ابتدائی اوراق کی نقل محفوظ نہیں ورنہ تقابل کر کے تحریر کرتا۔

(۶) شاہ محمد غوث کا وصال ۱۰۷۰ھ میں ہوا۔ اس کے ایک دو سال بعد شیخ مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی ہے۔ اور اس سے قبل ہی شیخ ابوالحسن لاہوری (۸۲) کو خلافت مل چکی تھی مخالفت کا آغاز تقریباً ۱۰۱۲ سے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ شیخ ابوالحسن اس وقت تک حیات ہوں اور انہوں نے مخالفت فرمائی ہو میں حتمی طور سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۷) پروفیسر خلیق احمد نظامی کے جس مقالہ (۸۳) کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اگر وہ آپ کے پاس محفوظ ہو تو مطلع کریں۔

(۸) بقر عید کے موقعہ پر کراچی جانا ہوا۔ کوشش کر کے شیخ معین ٹھٹھوی کی کتاب حاصل کی۔

سرسری مطالعہ کے بعد جو باتیں معلوم ہوئیں وہ تحریر کرتا ہوں۔

(ا) کتاب کا نام بہجۃ النظار فی براءۃ الابرار ہے۔ ۸x۵ سائز کے ۳۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ حافظ عبدالخالق نے ۱۲۳۷ھ میں اس کی کتابت کی ہے۔

(ب) مصنف شیخ محمد معین علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ۱۱۲۳ میں ایک رسالہ ابحاث نظر سے گزرا جس میں حضرت مجدد کے مکاتیب شریف پر اعتراضات کئے گئے

www.mujaddidiway.com

تھے۔ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

از آں جا کہ بعضے اہل ایں دیار رسالہ اصل منسوب بنام نامی گرامی حضرت قدوۃ المحققین امام المتاخرین شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ می سازند، وانمودہ می آید کہ چوں جلالت نظر در اکثر مقدمات حکم بتکذیب ایں نسبت می کند چناں چہ در جمیع مقدمات اشارہ بآں نمودہ خواہد شد مخاطبی کہ مصور ذہن ایں فقیر است غیر آں حضرت ملحوظ داشتہ۔ (ورق۔۶)

دراصل یہ کتاب شیخ عبدالحقؒ دہلوی کے اعتراضات کا مفصل ومبسوط جواب ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کے رجوع فرمانے کا واقعہ عام نہ ہوا تھا اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ دشمن اپنے مطلب کی باتوں کی بہت تشہیر کرتے ہیں۔

(۹) ایک کتاب اور ملی ہے ممکن ہے کہ آپ کے پاس ہو۔ یہ حضرت مجدد پر اعتراضات کے جواب میں ان کے پوتے حضرت شیخ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید کی تالیف ہے اس کا نام ہے۔

کشف الغطاء عن اذھان الاغبیاء (۸۴)

اگر آپ کے مطالعہ سے نہ گزری ہو تو مطالعہ کر کے ضروری باتیں عرض کروں۔

(۱۰) حضرت شیخ محمد فرخ علیہ الرحمۃ نے رد اعتراضات کے ذیل میں اپنی دو تالیفات کا اور ذکر فرمایا ہے اگر یہ آپ کے پاس ہوں تو مطلع کریں، ان کے نام یہ ہیں۔

(ا) **النجاۃ عن طریق الغواۃ** . (ورق۔۶۲)(۸۵)

(ب) **جلاء الصلاء عن مرآت الکعبۃ الحسناء** (ورق۔۶۳)(۸۶)

(۱۱) ایک صاحب نے ان مصنفین کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ ان کے سنین

وصال کیا ہیں اور ان کی تصانیف کون کون سی ہیں۔

(ا) مولانا نورالدین احمد آبادی (۸۷)

(ب) میرزا محمد خلیل بدخشانی (۸۸)

(ج) ابوالحسن داہری نقشبندی (۸۹)

اگر آپ کے علم میں ہوں تو تحریر فرمادیں۔

(۱۲) ہاں ایک بات دریافت کرنا بھول گیا۔ شیخ آدم بنوری کو شاہجہاں نے جو حکماً مکہ مکرمہ بھیج کر ملک بدر کیا تھا۔ تو اس کی معقول وجہ کیا تھی۔ تذکرہ نگاروں نے جو باتیں لکھی ہیں وہ دل کو نہیں لگتیں۔ اگر شاہجہاں واقعی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا معتقد تھا تو اس کو لاہور میں آپ کی موجودگی سے خوش ہونا چاہیے تھا۔ پٹھان مریدین کی کثرت سے خائف ہو کر ملک بدر کر دینا کونسی عقیدت کی نشانی ہے۔ بہرحال اس عقدہ لاینحل کو حل کریں۔ (۹۰)

زیادہ کیا عرض کروں۔ حکیم صاحب کو سلام کریں۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب سے ملاقات ہو تو ان کو سلام کہدیں۔ اور زیادیں کہ جواب کا انتظار ہے۔ والسلام

احقر محمد مسعود احمد

نوٹ: ڈاکٹر رضوی نے ہندوستان کے مجددین پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی (۹۱) جو لکھنو (۹۲) سے شائع ہوئی تھی۔ مصنف نے حضرت مجدد کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے معارف (۹۳) میں ان اعتراضات کے جوابات دیے گئے تھے، آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ اگر یہ کتاب آپ کے پاس ہو تو مطلع فرمائیں۔

www.mujaddidiway.com

www.mujaddidway.com

﴿۵﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

(سندھ) ۷۸۶

۲۷/مارچ ۱۹۷۱ء

محترم ومکرم زید مجدکم

سلام مسنون

نامۂ سامی وصول ہوکر کاشف احوال ہوا۔ استفسارات کے جوابات پیش کرتا ہوں

(۱) ملا معین ٹھٹھوی کی کتاب بھجۃ النظار کے مطالعہ سے سنہ تالیف کا اندازہ نہیں ہوتا البتہ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ ۱۱۲۳ھ کے لگ بھگ لکھی گئی ہوگی کیوں کہ سنہ مذکور میں رسالہ ابحاث مطالعہ کیا ہے اور یہ کتاب اسی کا جواب ہے۔ ابحاث کے مصنف کا حال بھی نہیں معلوم ملا معین نے حضرت مجدد کے رد میں کسی اور تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ عبداللہ خویشگی کا نام بھی کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

(۲) شیخ محمد فرخ کی جس تالیف کا آپ نے ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ یہ کوئی دوسری تالیف ہو۔ ویسے جو تصنیف میرے پیش نظر ہے اس میں اسی موضوع پر اپنی دو اور تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ تینوں تالیفات کے نام لکھ چکا ہوں۔

شیخ محمد فرخ نے براہ راست شیخ عبدالحق کا ذکر نہیں کیا البتہ جن امور کا رد کیا ہے ان میں ایک دو باتیں وہ بھی ہیں جن پر شیخ دہلوی کو اعتراض تھا یعنی آنحضرت ﷺ سے ہمسری وغیرہ۔

شیخ محمد فرخ نے لکھا ہے کہ ان کے والد بزرگوار شیخ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ''تفضیل کعبہ برسرور کائنات ﷺ'' کے سلسلے میں لوگوں نے مکتوبات شریف پر اعتراضات کئے اور ایک شورش برپا کردی حتی کہ اہل حرمین شریفین بھی مخالف ہوگئے اور انہوں نے ''رسائل درجرح وقدح آں برنگاشتند'' چنانچہ جب وہ رسائل حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے صاحب زادگان کے سامنے آئے تو انہوں نے شیخ محمد فرخ سے کہا کہ ان

رسائل کا جواب لکھیں چنانچہ آپ نے مسکت جواب لکھا جس کا یہ اثر ہوا۔

فضلاء آں مقام بر احترام آن را دیدہ خیلے پسندیدند وآں قدر کہ نفرت بہم رسانده بودند ہمہ بہ محبت وعقیدت مبدل گشت از اعیان حرمین شریفین کم کسے ماندہ باشد کہ اسلاک ایں طریقہ علیہ نہ گزیدہ (ورق۔۶۳)

خواجہ محمد سعید علیہ الرحمہ نے معاندین کے پاس یہ رسالہ بھیج دیا اور فرمایا شماھم چیزے نوشتہ أید و ماہم در جواب آن بذل مجہودی کردیم۔ بہتر آن است کہ اہل فضل جمع شوند و رسائل طرفین را ملاحظہ نمایند تا حق بمرکز خود قرار گیرد۔ (ورق ۶۳)

میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس علمائے حجاز کے جو فتوے ہیں وہ اسی دور کے ہوں گے کیوں کہ جو فتوے میرے پاس ہیں وہ خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمہ کی وفات کے بعد کے ہیں۔ ان فتوؤں کو بغور مطالعہ کر کے مطلع کریں۔ کتاب کے آخر میں ۱۲۴۹ لکھا ہے۔ شیخ محمد فرخ کا سنہ وفات معلوم نہیں (۹۴) اگر سنہ مذکور میں حیات تھے تو یہی ہوگا ورنہ کوئی اور۔ تتمہ کی اصل عبارت یہ ہے۔ ایں رسالہ بکشف الغطاعن اذھان الاغبیاء نامیدہ شد واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۱۲۴۹ (ورق۔۶۶)

(۳) احقر نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ شاہجہاں کی عقیدت حضرات نقشبندیہ سے بالعموم اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے بالخصوص مشکوک ہے مگر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ دور شاہجہانی کے بعض مؤرخوں نے احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس سلسلے میں آپ نے طبقات شاہجہانی کا حوالہ دیا تھا جس کی نقل احقر نے

مانگی تھی مگر ابتک محروم ہوں آپ کا خیال صحیح ہے شاہجہاں حضرات مجددیہ کا اتنا عقیدت مند نہ تھا جتنا ظاہر کیا جاتا ہے ایام شہزادگی کا ایک واقعہ صاحب زبدۃ المقامات نے نقل کیا ہے پھر کوئی مستند بات نہیں ملتی۔

(۴) یوروشلم یونیورسٹی کے استاد (۹۵) کی کتاب (۹۶) کا علم آپ کو کس ذریعہ سے ہوا۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ میرے ایک دوست بیروت میں ہیں کیا یہ کتاب وہاں مل سکے گی۔ کتاب کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کریں تو کوشش کروں۔

(۵) مولانا نورالدین بن محمد صالح کا حال تذکرۂ علمائے ہند میں مل گیا تھا۔ آپ نے تکلیف کی، بہت بہت شکریہ، دوسرے حضرات کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہو تو تحریر کریں۔

(۶) یہاں سندھ میں ایک فاضل یہ جاننا چاہتے ہیں کہ سرہند شریف سے حضرات مجددیہ نے کس زمانے میں ہجرت کی۔ بعض تذکروں میں ہجرت کا ذکر کیا ہے مگر بیانات میں بہت تضاد ہے۔ بندہ بیردگی نے سرہند شریف کو اچھی طرح برباد کیا تھا مگر کسی تذکرہ نگار نے ہجرت کے لیے یہ سنہ متعین نہیں کیا (۹۷) حالانکہ اس زمانے میں ہجرت کا زیادہ احتمال ہے بہرکیف آپ روشنی ڈالیں۔ (۹۸)

(۷) شاہ فرید ثانی (۹۹) اور بایزید (۱۰۰) ثانی کے متعلق احقر کو کچھ علم نہیں۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ محترم حکیم صاحب اور پروفیسر محمد اسلم صاحب کو احقر کا سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۶﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

(سندھ) ۸۷۶

۲۴ راپریل ۱۹۷۱ء

محترمی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوب گرامی موصول ہو کر کاشف احوال ہوا۔ جو معلومات آپ نے فراہم کی ہیں ان کے لیے شکر گزار ہوں طبقات شاہجہانی میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سے متعلق اقتباس کی ضرورت تھی۔ اگر ممکن ہو تو کبھی نقل کر کے بھیج دیں۔

www.mujaddidway.com

شواہد التجوید (۱۰۱) کا احقر کو علم نہیں، خواجہ محمد نقشبند ثانی کا سنہ وفات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کی کسی تالیف سے نقل کیا ہے جو اس وقت ذہن میں نہیں، ممکن ہے کہ ۱۱۱۴ھ صحیح ہو۔ (۱۰۲)

''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' (۱۰۳) کی بیس کا بیاں احقر کو ملی ہیں۔ کتابت تو اچھی تھی، معلوم ہوتا ہے کہ سیاہی بہتر استعمال نہیں کی گئی یا چھاپتے وقت لاپرواہی سے کام لیا ہے آفسٹ کی کاپیاں لیتھو کی پلیٹوں پر شاید نہیں لگائی جا سکتیں، اس کے لیے تو کاغذ اور روشنائی بھی علیحدہ ہوتی ہے۔ بہر کیف مجھے بھی افسوس ہوا۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ حکیم صاحب اور برادرم اسلم صاحب کو احقر کی طرف سے سلام مسنون کہہ دیں۔ اپنی خیریت اور حالات و کوائف سے مطلع کرتے رہیں۔

فقط والسلام، احقر محمد مسعود احمد

﴿۷﴾

۲/۴۴/ این

پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی

کراچی نمبر ۲۹

۱۹/ جولائی ۱۹۷۱ء

۷۸۶

محترم المقام

سلام مسنون!

مکتوب گرامی محررہ ۶/ جولائی موصول ہوا احقر موسم گرما کی تعطیلات میں جون کے آخر میں یہاں آ گیا تھا۔ ۱۵/ اگست تک قیام رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ نوازش نامہ

ٹنڈو محمد خاں سے ہوتا ہوا یہاں پہنچا۔

احقر نے مقالہ حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلے میں جو کتابیات مرتب کی ہے اس میں آپ کے موضوع سے متعلق کچھ کتابیں ہوں گی مگر یہ ٹنڈو محمد خاں میں ہے۔ واپسی پر کچھ عرض کرسکوں گا (۱۰۴)۔ سردست جو باتیں اس وقت ذہن میں آرہی ہیں عرض کرتا ہوں۔

(۱) بعض تذکروں اور تاریخوں کے مقدمے میں بھی متقدمین اور معاصرین کی تالیفات کا ذکر ہوتا ہے۔ کتابیات کی تدوین میں ان کو پیش نظر رکھیں۔

(۲) جو تذکرے اور تاریخیں از سر نو مدون کی گئیں ہیں یا جن کے ترجمے کیے گئے ہیں۔ ان پر جامع اور مرتب کی طرف سے بعض سیر حاصل مقدمے مل جاتے ہیں۔ مثلاً تذکرۂ علماء ہند (ترجمہ اردو) وغیرہ اس طرف بھی توجہ رکھیں۔

(۳) مختلف اشخاص کے حالات کے ذیل میں بھی ان کی تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے یہاں سے بھی مواد فراہم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (۱۰۵) صاحب نے حضرات مجددیہ کے بعض مجموعۂ مکاتیب شائع کیے ہیں۔ شاید آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔

(۵) پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور پنجاب پبلک لائبریری میں دنیا کے مختلف کتب خانوں کی فہرستیں مل جائیں گی۔ مثلاً انڈیا آفس لائبریری ،لندن ، برٹش میوزیم لندن، خدابخش لائبریری، پٹنہ، سنٹرل اسٹیٹ لائبریری۔ حیدرآباد دکن، آزاد لائبریری، علی گڑھ، وغیرہ وغیرہ ۔ یہ مجموعے تو غالباً آپ نے مطالعہ فرمالیے ہوں گے۔

www.maktabah.org

(٦) محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب سے مراسلت فرمائیں وہ اس سلسلے میں کافی معلومات فراہم کر سکیں گے اور پیر حسام الدین راشدی (١٠٦) سے بھی مراسلت فرمائیں۔

محترم حکیم صاحب اور مکرمی محمد اسلم صاحب کی خدمت میں سلام نیاز پیش کریں۔ والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿٨﴾

۴۴/۲۔این
پی۔ای سی۔ایچ سوسائٹی
کراچی نمبر ۲۹ ــــــــــــ ۷۸۶
۲۴/جولائی ۱۹۷۱

برادر محترم

سلام مسنون نوازش نامہ محررہ ۱۹/جولائی موصول ہوا ''ترجمان اہل سنت'' کا متعلقہ شمارہ مل گیا ہے۔ اس میں سے آپ اصل کتاب کے اقتباسات حذف کر کے باقی حصہ شامل فرمالیں اور اس کا خیال رکھیں کہ فلور محسوس نہ ہو۔

چٹان میں تبصرہ شائع ہوا ہے۔ جن صاحب نے مطالعہ کیا ہے انہوں نے خود احقر سے ذکر کیا تھا۔ آج پھر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ جون کے کسی

www.mujaddidway.com

شمارے میں شائع ہوا ہے۔ آپ چاروں شمارے مطالعہ فرمائیں۔

آج مدینہ پبلشنگ کمپنی گیا تو مکتوبات امام ربانی پر محترم حکیم صاحب کا مقدمہ (۱۰۷) سرسری طور پر مطالعہ کیا کیوں کہ عجلت میں تھا۔ ماشاء اللہ خوب لکھا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

احقر کا سلام عرض کر دیں۔

فکر و نظر اور 'ضیائے حرم' ابھی نہیں ملے فاضل بریلوی اور ترک موالات کی کاپیوں کی ضرورت ہے اگر بچی ہوں تو دس عدد ارسال فرما دیں۔

فقط والسلام، احقر محمد مسعود احمد

﴿۹﴾

۲/۴۴۔این

پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی

کراچی نمبر ۲۹ <u>۷۸۶</u>

۳/اگست ۱۹۷۱ء

محترم المقام

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ محررہ ۳۱/جولائی موصول ہوا۔ عنایت وکرم کا ممنون ہوں۔ محترم حکیم صاحب کو اس احقر سے حسن ظن ہے اس لیے آپ کو یہ مشورہ دیا ہے ورنہ احقر اس لائق نہیں کہ آپ کے فاضلانہ مقالے (۱۰۸) کو بنظر تنقید مطالعہ کرے۔ البتہ استفادے کے خیال سے یہ جی چاہتا ہے کہ ایک نظر دیکھ لوں تقریظ لکھنے کی بھی اہلیت نہیں لیکن اگر

www.mujaddidway.com

آپ کی خواہش ہو تو ان شاء اللہ تحریر کردی جائیگی اگر اپنے کچھ حالات اور علمی خدمات کے تعارف کے طور پر کچھ تحریر فرمادیں تو احقر ممنون ہوگا۔

کراچی میں ۱۵/اگست تک قیام ہے۔ آجکل کچھ مصروفیت زیادہ ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ جب احقر ٹنڈو محمد خاں پہنچ جائے تو اس وقت مبیضہ ارسال فرمائیں۔ لیکن اس طرح تعویق کا اندیشہ ہے۔ عجلت ہو تو پھر طباعت کرالیں۔ ورنہ احقر ہر خدمت کے لیے حاضر ہے۔

ان شاء اللہ ٹنڈو محمد خاں پہنچ کر آپ کے مقالے سے متعلق بعض کتابوں کے نام تحریر کردوں گا ممکن ہے کہ یہ آپ کی فہرست میں پہلے سے موجود ہوں۔

محترم حکیم صاحب اور مکرمی پروفیسر محمد اسلم صاحب کو سلام کہہ دیں۔ دوسرا مکتوب برادرم محمد عارف رضوی صاحب کو عنایت فرمادیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۱۰﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

۲۰ راگست ۱۹۷۱ء ۷۸۶

برادر محترم

سلام مسنون

رسالہ کا مبیضہ (۱۰۹) مل گیا ہے عنایت و کرم کا ممنون ہوں، یہاں آ کر کچھ بیمار ہو گیا۔ دعا کریں کہ طبیعت رو بہ صحت ہو جائے اور پھر مبیضہ پر نظر ثانی کر کے تقریظ جلد پیش کر سکوں۔ ابھی سرسری طور پر دیکھا ہے ان شاء اللہ خوب لکھا ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۱۱﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں

۲۴/اکتوبر ۱۹۷۱ء ۷۸۶

اخی المکرّم

وعلیکم السلام

مکاتیب موصول ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلسل علالت کی وجہ سے دو ماہ گزر جانے کے باوجود اپنی معروضات پیش نہیں کر سکا جو کچھ لکھا ہے غیر مرتب حالت میں ہے ترتیب کے لیے ذہن پر زور دینا پڑتا ہے چونکہ آپ کو عجلت ہے اس لیے اسی غیر مرتب صورت میں ارسال کر دوں گا۔ مطلوبہ میضہ (۱۱۰) بذریعہ رجسٹرڈ پارسل آج ارسال کر دیا ہے، وصول فرما کر مطلع کریں تا کہ اطمینان ہو۔ محترم حکیم صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidiway.com

﴿۱۲﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۲۷ر نومبر ۱۹۷۱ء

برادر محترم

سلام مسنون۔ تعزیت نامہ محررہ ۲۵ر رمضان المبارک موصول ہو گیا تھا۔ ہمدردی اور غمخواری کے لیے تہہ دل سے ممنون ہوں۔ دعا فرمائیں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنی رضا پر راضی رکھے۔ آمین۔

محولہ بالا مکتوب گرامی سے پہلے دو مکاتیب گرامی ملے تھے۔ کوئی بات جواب طلب نہ تھی اس لیے عریضہ ارسال نہیں کیا گیا۔

آپ کی معلومات افزا تالیف ''احوال و آثار سید شرافت نوشاہی'' (۱۱۱) موصول ہوئی جزاکم اللہ۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ ایسے محقق اور صاحب تصنیف بزرگ کا زندگی میں تعارف کرادیا۔ اس تالیف نے اشتیاق ملاقات کو دو چند کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ شرف ملاقات سے شرف فرمائے۔ آمین

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ احقر کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۱۳﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۱۶/ مارچ ۱۹۷۲ء

برادرم زید عنایتہٗ

سلام مسنون۔ تحفہ جاں نواز موصول ہو کر باعث فرحت و انبساط ہوا۔ اس کرم نوازی کے لیے تہ دل سے ممنون ہوں۔ ظاہر و باطن دونوں ایک سے ایک بڑھ کر، جلد نظر نواز، سرورق دل نواز اور انتساب جاں نواز، مولوی شمس الدین (۱۱۲) مرحوم کی روح بھی خوش ہو گئی ہو گی۔ (۱۱۳)

ضمیمہ (۱۱۴) ثانی نہایت اہم ہے۔ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اہل علم پر احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور وہ شوق و ذوق عطا فرمائے جو کبھی سرد نہ پڑ سکے۔

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

اس شاندار پیشکش پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں قبول فرمائیں

مکتوب گرامی آج ہی ملا ہے شکریہ

محترمی حکیم صاحب کو سلام کہہ دیں۔

www.maktabah.org

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۱۴﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۲۵/اپریل ۱۹۷۲ء

برادر محترم

سلام مسنون۔امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔گشتی مراسلہ موصول ہوا۔نوازش وکرم کا ممنون ہوں دوری کی وجہ سے تعارفی اجلاس (۱۱۵) میں شرکت سے محروم رہا جس کا قلق ہے بہر کیف یہ دیکھ کر بیحد مسرت ہوئی کہ اہل علم نے اس تصنیف کی قدر کی۔

مولی تعالیٰ آپ کی تحقیقات سے تشنگان علم کو بہرہ ور فرمائے۔آمین

محترم حکیم صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidiway.com

﴿۱۵﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۸۶ے

۲۹/اپریل۱۹۷۲ء

برادرم

سلام مسنون۔ مساوات (۱۱۶) (لاہور) کا پرچہ موصول ہوا۔ برادرم پروفیسر محمد اسلم صاحب سے دس سال سے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات ہیں، وہ حسن عقیدت کی بنا پر احقر کی بڑی عزت کرتے تھے، غالباً اب احقر کی تحریر نے ان کو برگشتہ کر دیا ہے۔ ناقدانہ (۱۱۷) ریمارک کا غم نہیں، غم صرف ایک دوست کے چھٹنے کا ہے برسوں کے بعد دوست بنتا ہے پھر ایسے دوست کے ایک دم اس طرح منہ پھیر لینا کچھ کم غمناک نہیں۔

عرصہ ہوا احقر نے لکھا تھا کہ مقالے پر بے لاگ تنقید فرمائیں۔ مگر انہوں نے کچھ تحریر نہ فرمایا۔ اور اب اچانک یہ کلمات ظہور میں آئے۔ دوستی و مروت کا تقاضا یہ تھا کہ غلطیوں پر آگاہ کر دیا جاتا، مگر افسوس ایسا نہ کیا گیا۔ بہرکیف اگر آپ اجازت دیں تو احقر آپ کے حوالے سے، بغیر کسی حوالے ان ریمارک کے بارے میں فاضل موصوف کی خدمت میں کچھ گزارشات پیش کر دے۔ صرف اپنی اصلاح کی خاطر، بحث مقصود نہیں کہ اس سے سوائے تلخیوں کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

فاضل موصوف کا یہ فرمانا بجا ہے کہ پیش لفظ مجھ سے نہ لکھوانا چاہیے تھا دوسرے اڈیشن میں اس غلطی کا تدارک ہو سکتا ہے اور اب کی مرتبہ ان سے لکھوالیا جائے تو زیادہ

مناسب (۱۱۸) ہے مجھے غم نہ ہوگا اور وہ خوش ہو جائیں گے کہ دوستی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ دوست کو خوش رکھا جائے۔

اس سے قبل دو خط ارسال کر چکا ہوں۔ امید ہے مل گئے ہوں گے۔

محترم حکیم صاحب اور برادرم محمد اقبال جاوید کو سلام کہہ دیں

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۹ مئی ۱۹۷۲ء

برادر محترم زید عنایتہٗ

سلام مسنون۔ عنایت نامہ نظر نواز ہوا۔ خدانخواستہ دل آزاری کیوں ہوتی، محترم اسلم صاحب احقر کے دوست ہیں، اس تنقید کو کرشمہ محبت سمجھتا ہوں (۱۱۹)

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

جو مصنف حق وصداقت کا متلاشی ہے اس کو سخت سے سخت تنقید کے لیے تیار رہنا چاہیے اور کشادہ پیشانی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ ان تنقیدات سے استفادہ کرنا چاہیے، احقر کو تنقید سے مسرت ہوتی ہے، مدلل و معقول ہو تو مسرت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اپنے پچھلے خط میں جو رنج وغم کا انحصار کیا وہ اس تنقید کی وجہ سے ہرگز نہ تھا بلکہ اس کی شدت سے جو بیگانگی محسوس ہوئی اس سے تکلیف پہنچی اور یہ محبت و یگانگت کا تقاضا تھا۔

محترم اسلم صاحب سے ملاقات ہو تو سلام کہہ دیں اور مناسب سمجھیں تو احقر کی جانب سے یہ شعر سنا دیں

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

والسلام، احقر محمد مسعود احمد

نوٹ: شمارہ مل گیا شکریہ

مکتوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ بنام ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ

متعلق بہ احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری مؤلفہ محمد اقبال مجددی

۷۸۶

مخدومی ومکرمی حضرت پروفیسر صاحب زید شرفکم وفضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی، والا نامہ بنام جناب محمد عارف رضوی موصول ہوا ''مساوات'' احقر نے بھجوایا تھا۔ صرف اس لیے کہ آپ محبی پروفیسر محمد اسلم صاحب کی افتادطبع سے واقف ہو جائیں۔ میرے یہ فاضل دوست اپنی اس مزبوحی حرکت سے پوری محفل علماء میں ناپسندیدہ شخص قرار دیئے گئے۔ اوران کے بعد کے مقررین نے ان کی تنگ نظری کی بطریق احسن مذمت کی۔ انہوں نے صرف آپ ہی کے خلاف اپنے ''پاکیزہ'' خیالات کا اظہار نہیں کیا بلکہ پوری کتاب اور مؤلف کی مساعی کو بے قدر اور بے وقعت ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی ''مساوات'' والے چونکہ ایک خاص پروگرام کے تحت مضامین لکھتے ہیں اس لیے ان کے رپورٹر نے اسلم صاحب کے گھٹیا ریمارک کو لائق اعتنا سمجھا۔

جناب اسلم صاحب سے احقر کے عرصہ بیس سال سے مراسم ہیں اور تقریباً روزانہ میرے پاس تشریف لاتے ہیں میں ان کے چہرے کو پڑھتا ہوں تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ خود نادم ہیں اور یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلم صاحب اب وہ اسلم صاحب نہیں ہیں جو اپنی کتاب ''دین الٰہی اور اس کا پس منظر'' کے وقت تھے۔ بزرگان دین کی توجہات نے ان سے منہ پھیر لیا ہے۔ اور آئیندہ ان سے کسی اچھے کام کی توقع نہیں ہے۔ اندریں حالات ان سے مکاتبت بے فائدہ ہے اور اس کا بہترین جواب ''نہیں'' ہے۔

www.maktabah.org

اس کتاب پر آپ کا پیش لفظ مؤلف کے لیے باعث فخر و مباہات ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کی مساعی قبول فرمائے اور اس کتاب کے آئندہ ایڈیشنوں میں آپ کی تحریر دل پذیر موجود رہے گی۔ ان شاء اللہ

دعاجو

محمد موسیٰ

۷۲/۵/۳ء

مخدومی جناب ڈاکٹر صاحب قبلہ

السلام علیکم!

مزاج گرامی مخدومی حکیم صاحب نے بہت کچھ تحریر فرمادیا ہے۔ اگر مطبوعہ مراسلہ سے آپ کی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں، آئندہ کسی وقت مفصل عریضہ ارسال کروں گا۔

احقر

محمد اقبال مجددی

۲۳ر مئی ۱۹۷۲

﴿۱۷﴾

فرحت منزل

این ۲/۴۴

پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی ۷۸۶

کراچی نمبر ۲۹

۱۷؍جون ۱۹۷۲ء

برادرم

سلام مسنون۔ غم نامہ ملا محترم حکیم صاحب کی والدہ مرحومہ کی وفات حسرت آیات کی خبر وحشت اثر سن کر بیحد افسوس ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مولیٰ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین احقر نے آج تعزیت نامہ ارسال کر دیا ہے۔

یہ معلوم ہو کر اطمنان ہوا کہ مسودہ مل گیا، ضیائے حرم مل گیا تھا۔ کراچی آتے ہوئے شمارہ ٹنڈو محمد خاں میں بھول آیا۔ ان شاء اللّٰہ واپسی پر تبصرہ پڑھوں گا۔

اپنی خیریت اور علمی سرگرمیوں سے مطلع فرماتے رہا کریں۔

محترم حکیم صاحب اور ہمارے دوست برادرم اسلم صاحب کو سلام کہدیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۱۸﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) <u>۷۸۶</u>

۱۴؍دسمبر ۱۹۷۲ء

اخی المکرّم دام مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ محررہ ۲۶ نومبر ۱۹۷۲ء موصول ہوا۔ یہ معلوم ہوکر مسرت ہوئی کہ آپ مآثر المعاصرین (۱۲۰) مرتب فرما رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں جہاں اخلاف، اسلاف سے بے خبر ہوتے جارہے ہیں آپ کی یہ باخبری قابل صد تحسین وآفریں ہے، مولا تعالیٰ مدد فرمائے۔ آمین۔

کیا خودنوشت حالات کا عکس شائع کرنے کا ارادہ ہے اس کی نقل شائع کریں گے؟ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جن کو بیان کرنا خودستائی سمجھا جاتا ہے ایسے حالات اگر مؤلف کی قلم سے لکھے جائیں تو زیادہ مناسب ہے۔ بہرکیف جہاں تک تحدیث نعمت کا جذبہ ساتھ دے گا حالات عرض کردئے جائیں گے۔

صرف موٹی موٹی باتیں بیان کرنی ہیں جیسا کہ نوازش نامے سے اندازہ ہوتا ہے۔ یا جزئیات کا ذکر بھی کردیا جائے؟ فہرست تصانیف میں مطبوعہ مضامین ومقالات کا مفصل ذکر کیا جائے یا مجمل۔ اگر حالات لکھ کر ٹائپ کرادئے جائیں تو کوئی حرج تو نہیں، اس طرح ایک نقل میں بھی رکھ سکوں گا۔

آج کل مصروفیت زیادہ ہے۔ استاد محترم قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ العالی کے حالات لکھ رہا ہوں (۱۲۱) مسودہ تیار ہوگیا ہے۔ فل سکیپ سائز کے ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے ان شاء اللہ تبییض کا کام جلد شروع کردوں گا۔ ایک رسالے میں اشاعت کا وعدہ کرلیا ہے لیکن اگر یہ مقالہ کسی علمی ادارے کی طرف سے شائع ہو تو زیادہ مناسب ہے...... اس مقالے کی تبییض کی وجہ سے تاخیر کا امکان ہے غالباً آپ کو عجلت نہ ہوگی، اطمینان سے حالات لکھ کر پیش کردئے جائیں گے۔

www.maktabah.org

معاصرین میں علماء، ادباء، شعراء، اساتذہ وغیرہ سب کو شامل کیا ہے یا مخصوص حضرات کو؟ اس کے علاوہ یگانوں اور بیگانوں میں تمیز تو نہیں رکھی؟ جواب آنے پر چند حضرات کے اسمائے گرامی اور پتے ارسال کر دیے جائیں گے لیکن ان میں سے بعض کا اپنے حالات لکھ کر بھیجنا مشکل نظر آئے تو ایسے معاصرین کو تذکرے میں نظر انداز کر دیا جائے گا؟

محترم حکیم صاحب، برادرم پروفیسر محمد اسلم صاحب اور برادرم محمد عارف رضوی صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۱۹﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) <u>۷۸۶</u>

۲۳ر دسمبر ۱۹۷۲ء

برادرم محترم

سلام مسنون۔ نوازش نامہ محررہ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۲ء موصول ہو کر کاشف حالات ہوا مطلوبہ (۱۲۲) پتے منسلک کر دیے گئے ہیں۔ آپ ان حضرات کو ماسوائے نمبر ۴)

احقر کے حوالے سے تحریر فرما سکتے ہیں۔

قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ العالی عالی ظرف ہیں، جو ایسے حضرات کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے ہیں جو ان کو بدنام کرنے میں کوشاں رہے۔ آپ نے تو محض ایک علمی نقطہ نظر سے رد کیا ہوگا۔ اس کی سہار تو ہر محقق میں ہونی چاہیے مگر ہوتی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب بڑی خوبیوں کے مالک ہیں احقر نے چودہ سال ان کے علم و فضل اور اخلاق و عادات کا مشاہدہ کیا ہے۔

صحیفہ اور المعارف یہاں نہیں آتے۔ آپ اپنے مقالات کے تراشے ارسال فرما دیا کریں (۱۲۳)۔ احقر کے پاس اپنی تصنیفات و تالیفات کی ایک ایک کاپی ہے ان شاء اللہ کراچی جانا ہوا تو وہاں پبلشر سے لے کر ارسال کر دی جائیں گی۔

پچھلے عنایت نامے میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ خودنوشت (۱۲۴) حالات کے لیے کاغذ اچھا ہو، احقر کے پاس خیبر بانڈ ہے۔ اس کے علاوہ صفحے کے سائز کے بارے میں آپ نے کچھ نہ لکھا اگر بڑے سائز پر لکھا گیا تو عکس میں تحریر اور باریک ہو جائے گی۔ اس کی صراحت بھی ضروری ہے۔ بعض باتیں حواشی میں بیان کی جاتی ہیں۔ قوسین میں وضاحت کر دی جائے یا حواشی کا اہتمام رکھا جائے؟ میرے خیال میں حاشیے میں لکھنا زیادہ مناسب ہے تا کہ متن کے تسلسل میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ ہو۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ محترم حکیم صاحب، برادرم عارف صاحب اور دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.maktabah.org

پتے

(۱) ڈاکٹر صغیر حسن المعصومی ، ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵۔ اسلام آباد

(۲) مولانا عبدالقدوس ہاشمی، لائبریرین ادارہ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵۔ اسلام آباد

(۳) مولانا عبدالحلیم چشتی، کراچی یونیورسٹی لائبریری، شعبہ عربی، کراچی یونیورسٹی، کراچی

(۴) مولانا عبدالعزیز میمن، بہادر آباد، کراچی

(۵) پیر حسام الدین راشدی ۵/۳۶ عامل کالونی، جمشید روڈ نمبر ۲ کراچی ۔ ۵

(۶) عزیز الملک حافظ محمد یوسف صاحب سلیمانی، پیش امام گل زار مسجد، کچہری روڈ، کراچی

(۷) مشفق خواجہ صاحب، دفتر انجمن ترقی اردو، بابائے اردو روڈ، کراچی

(۸) پروفیسر رشید احمد ارشد، شعبہ عربی، کراچی یونیورسٹی، کراچی

(۹) مولانا محمد ہاشم جان سرہندی، D/4 آئی بلاک، نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۲۳۔

(۱۰) مولانا سید حسن صاحب، استاد پبلک اسکول۔ لطیف آباد، حیدر آباد سندھ

(۱۱) پروفیسر ابوالفتح محمد صغیر الدین صاحب 10-A/166 لطیف آباد، حیدر آباد سندھ

(۱۲) سید شان الحق حقی ۴ ڈی ۱۱/۳ ناظم آباد۔ کراچی

(۱۳) سیف الاسلام مولانا منور حسین صاحب، شیش محل روڈ ۔ گرونانک بازار۔

مکان نمبر ۲۳۔لاہور

(۱۴) ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب۔ پرنسپل اورینٹل کالج۔ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور (۱۲۵)

نوٹ: اگر بیرونی ممالک کے فضلا کے پتوں کی ضرورت ہوتو تحریر کردیں ارسال کردیے جائیں گے۔

﴿۲۰﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۱۲ر جنوری ۱۹۷۳ء

برادر محترم

وعلیکم السلام۔نوازش نامہ محررہ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۲ موصول ہوا عنایت وکرم کا ممنون ہوں غیر ملکی فضلا کے پتے ارسال کررہا ہوں۔مولانا محمد حسن جان (۱۲۶) علیہ الرحمہ کے کتب خانہ تک مسلسل کوشش کے باوجود رسائی نہ ہوسکی۔ان کے اخلاف کی بے حسی اور ناقدری پر افسوس ہوتا ہے۔کتب خانے کی فہرست کون بناتا کہ خود کتابوں کا پرسان حال

www.mujaddidway.com

کوئی نہ رہا۔ ان کے صاحب زادے آغا عبداللہ جان بہت ضعیف ہیں۔ دوسرے صاحب زادے مولانا محمد ہاشم جان کراچی میں ہیں۔ وہ کتب خانہ کراچی ۔ لے جانا چاہتے تھے لیکن اس میں کوئی شرعی قباحت ہے۔

جو پتے آپ کو ارسال کئے گئے ہیں اس میں سیف الاسلام مولوی منور حسین کا پتہ صحیح نہیں لکھا۔ اب وہ دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔ یہ پتہ ہے۔

نظام بلڈنگ کمرہ نمبر ۱۱ راوی روڈ نزد بوڑ ھا دریا۔ لاہور

عزیز الملک حافظ محمد یوسف صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ ابھی تک ان کو آپ کا خط نہیں ملا۔ دونوں حضرات سے احقر نے سفارش کر دی ہے ان دونوں حضرات کی عمریں ۷۰ اور ۸۰ کے درمیان ہوں گی۔ اس لیے اندیشہ ہوا کہ کہیں قدیم روایت کے تحت انکار نہ فرمائیں جو آپ کے لیے سوہان روح ہو۔ موخر الذکر تو تیار ہو گئے ہیں۔ اول الذکر سے آپ رابطہ قائم کریں۔

آج کل ذرا مصروفیت ہے ان شاء اللہ آپ کی ہدایات کے مطابق اپنے حالات قلم بند کر کے بھیج دوں گا۔ تاخیر ہو تو متفکر نہ ہوں۔ جلد اشاعت کا ارادہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

محترم حکیم صاحب اور دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

(1) Dr. Muhammad Hameedullah 4, Rue de Taurnon, Paris VI (France)

www.mujaddiway.com

(2) N.M. Rashid
O.P.I, U.N. Headquarters New York (U.S.A)

(3) Dr. Ali Hasan Abdul Kader, Dean of the faculty of the logg al-Azhar university Cario (U.A.R)

(4) Prof Dr. Annemarie Schimmel, lennestr, 42-1 Bonn (W.Germany)

(5) C.A. Story
13 Lawrence Road, Hove 3 Sussex (U.K)

(6) Prof. Dr. A.J . Arberry
Pembroke college, Cambridge. (U.K)

(7) Dr. Gohanned M.S. Baljon 28 Gozef Israilss traat. Grominger (Hollenad)

(8) Prof. Frcelond Abbott, Tufts Unirersity Deptt of History Uedford Massachusetts (U.S.A)

(9) Rrof Aziz Ahmad Depll. of Islamic studies

University of Toren to 5 Qalario (conada)

(10) حضرت محمد ابراہیم مجددی ابن عمر خانقاہ مجددی قلعہ جواد کابل (افغانستان)

(11) Ralph Russal, Reader in urdu, School of Oriental and African Studies University of Londen, Londen W.C.I (U.K)

(12) Dr. Syed Hussain Nasar
Shemiran, Amingah pah bni Avi 25 fark har stried tehran (Iran)

(13) Dr. p. Herdy, Reader School of Oriental and African Studies, University of London, Landon W.C.I (U.K)

www.mujaddidway.com

﴿۲۱﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۲۱ر جنوری ۱۹۷۳ء

برادرم زید مجدکم

سلام مسنون۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ اس سے قبل ایک عریضہ ارسال کیا ہے۔ ملا ہوگا۔

عید کے موقع پر کراچی گیا تھا۔ پھر حسام الدین راشدی سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی طرف سے سفارش کر دی ہے۔ اب آپ ان کو میرے حوالے سے خط لکھ دیں اور ساتھ ہی سارے کاغذ بھیج دیں۔ وہ بہت مصروف رہتے ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کے لیے لکھیں گے۔

محترم حکیم صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

www.mujaddidiway.com

احقر محمد مسعود احمد

نوٹ: پیر حسام الدین راشدی صاحب سندھ کے رہنے والے ہیں۔ محققین میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ان کا کتب خانہ قابل دید ہے پیر علی محمد راشدی (۱۲۸۔ب) ان کے بڑے بھائی ہیں۔

﴿۲۲﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۱۰/اپریل ۱۹۷۳ء

برادرم زید مجد کم

سلام مسنون۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ یوحنا فریڈمین کی تالیف شیخ احمد سرہندی پر استاذی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ نے تبصرہ تحریر فرمایا ہے جو غالباً اسلامک سٹڈیز کے مارچ ۱۹۷۳ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے اس میں آپ کی تالیف عبداللہ خویشگی قصوری کا حوالہ ہے۔

آپ نے اپنی تالیف میں جو عربی استفتاء (۱۲۹) نقل فرمایا ہے اس سے مولانا محمد ہاشم جان مجددی مدظلہ العالی سخت ناراض ہیں۔ اس احقر سے بھی کچھ کبیدہ خاطر ہیں کہ اس کتاب پر پیش لفظ لکھا ہے احقر نے آپ کی طرف سے بھی صفائی کی کوشش کی مگر

www.maktabah.org

ان کی خفگی میں کمی محسوس نہیں ہوئی۔ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے احقر نے عرض کیا کہ جو مبیضہ میرے پاس آیا تھا اس میں ضمیمہ ثانی نہ تھا، (۱۳۰) فرمایا اس کا اندازہ مبیضہ کے مطالعہ کے بعد ہو سکتا ہے اگر ممکن ہو تو یہ مبیضہ ارسال فرمادیں۔ مولانا محمد ہاشم جاں مدظلہ احقر کے محترم اور بزرگ ہیں۔ ہمارے اس خاندان سے قدیمی مراسم ہیں مولانا اس احقر پر بڑی شفقت فرماتے ہیں لیکن اس کبیدگی نے احقر کو پریشان کر دیا ہے محترم حکیم صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

حضرت شاہ آغا (۱۳۱) صاحب مجددی گزشتہ ہفتے ٹنڈو سائیں داد میں انتقال فرما گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

www.mujaddidway.com

﴿۲۳﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲۵/اپریل ۱۹۷۳ء

برادرم زید عنایتکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نوازش نامہ باعث طمانینت ہوا۔ یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ آپ ایم۔ اے (تاریخ) کا امتحان دے رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ شاندار کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ نے تبصرے کی ایک کاپی احقر کو عنایت فرمائی تھی، بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملی۔ مندرجہ ذیل پتے پر خط لکھ کر منگوالیں۔

ڈاکٹر شرف الدین صلاحی، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۰

اسلام آباد

خط میں احقر کا حوالہ دے دیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ پر احقر کا مقالہ انسائیکوپیڈیا آف اسلام (اردو) کی جلد نمبر ۱۰ کراسہ نمبر ۵ میں شائع ہو گیا ہے۔ ایک کاپی مکرمی حکیم صاحب کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ دریافت کرلیں اور سلام عرض کر دیں۔ دوسرے احباب کو بھی سلام کہہ دیں۔

آپ اپنے مقالے کی مبیضہ ارسال نہ فرمائیں۔ آپ کا مکتوب گرامی ارسال کر دیا جائے گا تا کہ مولانا ہاشم جان مدظلہ کو آپ کی نیک نیتی کا حال معلوم ہو جائے اور آپ سے اور اس احقر سے جو بدگمانی ہے دور ہو جائے۔ (۱۳۲)

فقط والسلام، احقر محمد مسعود احمد

﴿۲۴﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۸ر نومبر ۱۹۷۳ء

برادرم زید مجدکم

سلام مسنون۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ خود نوشت (۱۳۳) حالات کے لیے آپ سے وعدہ کیا تھا جس کو ابھی تک پورا نہ کر سکا۔ بیحد قلق ہے، مصروفیات نے مہلت نہ دی۔ اب اس طرف متوجہ ہوا ہوں۔ آپ نے صرف دس صفحات کے لیے کاغذ فراہم کیا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اجمال کے باوجود تیس چالیس صفحات ہو جائیں گے۔ بہر کیف آپ کے مطلوبہ سائز پر خیبر بانڈ کاغذ پر حالات لکھ کر بھیجدوں گا اگر مزید اختصار مطلوب ہو تو پھر حاشیے پر مطلوبہ مواد و معلومات کے لیے نشانات لگا دیجئے گا۔ اسی کے مطابق دوبارہ نقل کر کے بھیجدیے جائیں گے۔

ان شاء اللہ اسی ہفتے یا پھر آئندہ ہفتے ارسال کر دوں گا۔ محترم حکیم صاحب کا نوازش نامہ آیا ہو تو مطلع فرمائیں ان کو احقر کا سلام لکھدیں۔ برادرم ظہور (۱۳۴) صاحب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۲۵﴾

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲۹ر جنوری ۱۹۷۴ء ۷۸۶

برادرم

سلام مسنون۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نوازش نامہ محررہ ۳ دسمبر ۱۹۷۳ء موصول ہو گیا تھا۔ کوئی بات جواب طلب نہ تھی اس لیے یہ غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ ماہنامہ رشاد کے متعلقہ شمارے بھیج دیے تھے۔ امید ہے کہ مل گئے ہوں گے۔

محترم اسلم صاحب کے مقالے کے لیے آپ نے جو کچھ لکھا صحیح ہے عرصہ دراز سے ان کا خط نہیں آیا، بیمار تو نہیں؟

احقر نے جو خود نوشت حالات ارسال کئے تھے اگر اس کی ایک نقل ارسال فرمادیں تو ممنون ہوں گا۔

احقر کے پاس اس کی کوئی نقل نہیں۔ جلدی نہیں اطمینان سے بھیج دیں۔

امید ہے کہ محترم حکیم صاحب تشریف لے آئے ہوں گے۔ (۱۳۵) ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کر دیں اور سلام کہہ دیں۔ دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۲۶﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۲۷ر فروری ۱۹۷۴ء

برادرم زید عنایتکم

سلام مسنون۔ نوازش نامہ محررہ ۱۲ فروری موصول ہوا۔ امید ہے کہ محترمی قبلہ حکیم صاحب مدظلہ العالی تشریف لے آئے ہوں گے۔ ہدیہ تبریک اور سلام مسنون پیش کر دیں۔

محمد امین بدخشیؒ (۱۳۶) کے متعلق احقر کو زیادہ معلومات نہیں۔ اگر کوئی حوالہ نظر سے گزرا تو ضرور تحریر کر دیا جائے گا۔

یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ مرسلہ شمارے آپ کو نہیں ملے۔ اب اپنے ذاتی فائل سے یہ دونوں قسطیں ارسال کر رہا ہوں۔ استفادے کے بعد واپس فرما دیں۔ علمی خدمات سے متعلق جو قسط ہے وہ ماہنامہ ضیائے حرم میں اشاعت کے لیے بھیجنے کا ارادہ ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں اپنے حالات و کوائف سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب (۱۳۷) نے حضرت مجدد الف ثانیؒ پر جو مقالہ شائع کیا تھا اس کی ایک کاپی ارسال فرما دیں تو ممنون ہوں گا۔ ان سے آج کل مراسلت نہیں غالباً وہ احقر کی نئی تالیف کو پڑھ کر چراغ پا ہو گئے ہوں گے۔ ان کے تاثرات کا علم نہ ہو سکا۔

والسلام، اللہ تعالیٰ انہیں خوش رکھے۔

احقر محمد مسعود احمد

﴿۲۷﴾

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۶؍ مارچ ۱۹۷۴ء ۷۸۶

مکرمی زید مجدہٗ

سلام مسنون۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے محفل مبارک (۱۳۸) میں شرکت سے معذور ہوں جس کا قلق ہے۔ کیا محترم قبلہ ڈاکٹر صاحب نے وعدہ فرمالیا ہے؟ وہ بیمار رہتے ہیں شاید شریک نہ ہو سکیں اس کے علاوہ اس موقع پر ان کے ہاں بھی جلسہ ہوتا ہے لیکن اگر وعدہ فرمالیا ہے تو پھر ضرور شریک ہوں گے۔ احقر بھی سفارشی عریضہ ارسال کر دے گا بلکہ اگر حضرت صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری مدظلہٗ تحریر فرمائیں تو زیادہ مناسب ہے۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidways.com

﴿۲۸﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ) ۷۸۶

۱۵؍مارچ ۱۹۷۴ء

برادر محترم

سلام مسنون۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ عنایت پیہم کا ممنون ہوں۔ اس سے قبل ایک عریضہ ارسال کیا ہے ملا ہوگا۔ آپ نے احقر کی معذوری پر تعجب کا اظہار فرمایا، اگر احقر کی مجبوریوں کا علم ہوتا تو شاید آپ کو تعجب نہ ہوتا۔ اپنی مجبوریوں کا اظہار نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ فرمائیں گے تو اظہار کر دیا جائے گا۔

شہر لاہور مرکز علم و فضل ہے، وہاں ایسے حضرات کی کمی نہ ہوگی جو حق پسند اور حق گو ہیں۔ یہ احقر کسی لائق نہیں آپ حضرات کے حسن ظن نے کسی لائق بنا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ محمد اکرام کی تصانیف (۱۳۹) نے طلباء کے ذہن کو مسموم کر دیا ہے مگر اس کا صحیح علاج ایک ایسی تحقیقی تصنیف ہے جس سے شیخ مرحوم کی خیانت ظاہر ہو جائے۔ بحمد اللہ احقر نے اس سلسلے میں اپنی سی کوشش کی ہے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی شیخ مرحوم پر سخت تنقیدی کی ہے جو کتابچہ کی صورت میں عرصہ ہوا شائع ہو چکی۔ یہ کتابچہ منگا کر حاضرین میں تقسیم کرا دیں۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ۱۷؍مارچ کو حیدر آباد یاد فرمایا ہے۔ ان کے پاس ہونا ہے ۲۳؍کو کراچی میں ہوگا۔ اس لیے لاہور آنے سے وہ بھی معذور ہیں غالباً آپ کو جواب لکھ دیا ہوگا۔

آپ کے ذوق وشوق کی میرے دل میں بڑی قدر ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں جس کا بیحد قلق ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ اور محترم حکیم صاحب زید عنایتہٗ کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۲۹﴾

گورنمنٹ کالج

مٹھی (ضلع تھرپارک سندھ) ۷۸۶

۱۰ رمئی ۱۹۷۵ء

برادر مکرم زید مجدکم

وعلیکم السلام۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نوازش نامہ نظر نواز ہوا۔ یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ حیات مظہری کے نسخے مل گئے۔ آپ اس کو تنقیدی نظر سے دیکھیں اور جو غلطی ہو مطلع کریں۔

انشاء اللہ ایک نسخہ جناب سید شرافت نوشاہی زید عنایۂ کے لیے بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت میرے پاس صرف ذاتی نسخہ ہے۔

حدیقۃ الاولیاء (۱۴۰) کی زیارت کا اشتیاق رہے گا۔

آپ کے علمی کام اور ذوق وشوق دیکھ کر مسرت ہوتی ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں، محترم حکیم صاحب۔ زید لطفہٗ اور دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۳۰﴾

گورنمنٹ کالج

مٹھی (ضلع تھرپارکر سندھ) ۷۸۶

۴؍نومبر ۱۹۷۵ء

برادرم زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ موصول ہوا۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ خیال تھا کہ تعطیلات میں فتاوی مسعودی (۱۴۱) مکمل ہو جائے گا مگر ایسا نہ ہو سکا، آج کل اس کی تدوین میں مصروف ہوں اس کے بعد ان شاء اللہ گنج شریف (۱۴۲) کے بارے میں عرض کروں گا۔

سخت افسوس ہے کہ آپ پنڈی سے لاہور تشریف لائے اور احقر ملاقات سے محروم رہا۔ کئی احباب سے ملاقات نہ ہو سکی جس کا سخت قلق ہے اس ہجر و فراق میں مولیٰ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔

سیرت حضرت مجدد الف ثانیؒ ہنوز کتابت کے مرحلے میں ہے۔ شائع ہوتے ہی پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

تشریف آوری کی خبر باعث مسرت (۱۴۳) ہے ممکن ہے کہ دسمبر کے آخر میں احقر کراچی میں ہو کیوں کہ موسم سرما کی تعطیلات اس زمانے میں ہوتی ہیں، گمان غالب یہ ہے کہ جنوری کے پہلے ہفتے میں کراچی ہوں گا۔ حیدر آباد سے مٹھی ۱۵۰ میل ہے لیکن یہ فاصلہ ۱۴ رگھنٹے میں طے ہوتا ہے ورنہ آپ کو تکلیف دی جاتی۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ محترم حکیم صاحب اور دیگر احباب کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام، احقر محمد مسعود احمد

﴿۳۱﴾

گورنمنٹ کالج مٹھی

ضلع تھرپارکر (سندھ) ۷۸۶

۲۳ر جنوری ۱۹۷۶ء

اخی العزیز زید مجدکم

سلام مسنون۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ عرصہ دراز سے اشتیاق تھا الحمدللہ کہ ملاقات ہوگئی۔ یہ حسن اتفاق تھا اور آپ کی محبت کا اعجاز۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے اور دین ودنیا کی ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا محمد ہاشم جان مجددی علیہ الرحمہ نے احقر کی تالیف سیرت مجدد الف ثانی پر پیش لفظ لکھا ہے۔ اس میں جہاں مختلف علماء وفضلاء کے اقوال پیش کئے ہیں وہاں تفصیلی حوالے نہیں۔ ان کا وصال ہوگیا اور احقر کتابوں سے دور ہے اس لیے اگر یہ کام آپ کر دیں تو پیش لفظ آپ کو بھیج دوں۔

زیادہ کیا لکھوں اپنی خیریت سے مطلع فرمائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔ محترم حکیم صاحب اور تمام حاضرین مجلس کو سلام کہہ دیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۳۲﴾

گورنمنٹ کالج مٹھی

ضلع تھرپارکر (سندھ) ۷۸۶

۹ر فروری ۱۹۷۶ء

اخی المکرّم زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ موصول ہوا، شکریہ۔ تقریظ کے حوالے الفرقان کے مجدد الف ثانی نمبر میں شاید مل جائیں، اس کو بھی ایک نظر دیکھ لیں۔

مناقب الحضرات، (۱۴۴) مجمع الاولیاء (۱۴۵) اور خلاصۃ المعارف (۱۴۶) کے مائیکروفلم انگلستان سے حاصل کئے تھے پھر ڈاکٹر فضل الرحمٰن (ڈائریکٹر ادارۂ تحقیقات اسلامی) نے ازراہ کرم پرنٹس نکلوا دیئے تھے۔ پرنٹس کی ایک کاپی احقر کے پاس ہے اور دوسری کاپی ادارے میں موجود ہے۔ اسلام آباد جانا ہو تو دیکھ لیں۔ ادارے میں پرنٹس اور فلم نکالنے کا باقاعدہ شعبہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں بھی ہے یہ تو آپ کے علم میں ہوگا۔

زیادہ کیا تحریر کروں احباب اور حاضرین کو سلام کہہ دیں خصوصاً محترم حکیم صاحب قبلہ کو

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۳۳﴾

گورنمنٹ کالج

۲۰ رجنوری ۱۹۷۶ء

۷۸۶

برادرم زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

www.mujaddidway.com

نوازش نامہ ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ پیش لفظ (۱۴۷)ارسال کررہا ہوں، اقتباسات کے ساتھ کہیں مصنف اور کہیں کتاب کا نام موجود ہے اس لیے نشاندہی میں زیادہ دقت نہ ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ کی علالت کی خبر موجب فکر ہے۔ مولائے کریم شفائے کامل عطا فرمائے ۔آمین! احقر بھی ہنوز بیمار ہے۔ دعا کرتے رہا کریں۔

محترم حکیم صاحب اور حاضرین مجلس کو سلام کہہ دیں فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

﴿۳۴﴾

گورنمنٹ کالج

مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ) ۷۸۶

۲۲/مارچ ۱۹۷۶ء

برادر مکرم زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔نوازش نامہ اور حوالے موصول ہوئے، عنایت وکرم کا ممنون ہوں۔ یہ حوالے خود احقر کی کتاب میں موجود ہیں مگر وہ احقر کے سامنے نہ تھی اور کاتب کو دیباچہ بھیجا جا چکا تھا اس لیے ان حوالوں کی ضرورت پیش آئی ورنہ ہرگز تکلیف نہ دیتا۔

دنیا تو مومن کے لیے قید خانہ ہے۔اس قید خانہ میں اس طرح رہنا چاہیئے جس طرح حضرت مجدد قدس سرہ العزیز قلعہ گوالیار کے قید خانے میں رہے۔اللہ اکبر!

حیات کیا ہے ، خیال و سفر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گونا گوں

آپ پریشانیوں کی طرف نظر کر کے پریشاں نہ ہوں بلکہ اس مولی کی طرف نظر رکھیں جو اپنے بندوں کو رُلاتا بھی ہے اور ھنساتا بھی ہے،قربان جائیے اس رلانے اور ہنسانے کے۔

خانقاہوں کے متعلق استاذ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ سے رابطہ قائم کریں۔انہوں نے پاک و ہند کے بیشمار کتب خانے دیکھے ہیں۔اس لیے بہتر رہنمائی کر سکیں گے گا۔(۱۴۸)

ٹنڈو سائیں داد (۱۴۹) میں بہت سی نایاب کتابیں ہیں۔احقر ٹنڈ محمد خاں میں قیام کے دوران کوشش کرتا رہا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔اب سنا ہے کہ ان کتابوں کو ایک کتب خانہ میں سجایا ہے۔ واللہ اعلم۔مولانا محمد ہاشم جاں علیہ الرحمہ کی ۷۰۰ قلمی کتابیں کوئٹہ (۱۵۰) میں تھیں خدا جانے ان کا کیا ہوا۔اگر مزید معلومات ہوئیں تو مطلع کروں گا۔

زیادہ کیا تحریر کروں۔دعاؤں میں یاد رکھیں اور ہرگز پریشاں نہ ہوں ۔

میری ہوس کو عیش دوعالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دکھا ہوا

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

www.mujaddidway.com

﴿۳۵﴾

گورنمنٹ کالج

ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲۹ر دسمبر ۱۹۷۲ء

مخدومی جناب ڈاکٹر صاحب

گرامی نامہ محررہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۷۲ ملا دلی شکریہ۔ خودنوشتہ ترجمہ کے لیے کاغذ ارسال کر رہا ہوں۔ کاغذوں پر پنسل سے حاشیہ لگا دیا گیا ہے ہے قابل وضاحت امور کے لیے حواشی کا سہارا مفید رہے گا۔ لیکن ہر حاشیہ کے نیچے آپ کے دستخط لازم ہیں۔

معاصرین بزرگوں کے پتے ارسال کرنے کا شکریہ۔ غیر ملکی علماء کے پتوں کے بابت بعد میں لکھوں گا۔

حکیم صاحب کی طرف سے سلام مسنون

والسلام

محمد اقبال مجددی

کیا مولانا محمد حسن جان (ساکن ٹنڈو سائیں) کے کتب خانہ کی کوئی فہرست کہیں چھپی ہے یا کسی نے بنائی ہے۔ (مخطوطات)

www.maktabah.org / mujaddidway.com

حواشی

نوشتہ: محمد اقبال مجددی (مکتوب الیہ)

(۱) عبداللہ خویشگی قصوری (متولد ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء متوفی بعد ۱۱۰۶ھ/۱۶۹۴ء) پر راقم احقر نے ایک مفصل کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم سے مراسلت کا آغاز کیا تھا، خویشگی کا تعلق راقم کے آبائی قصبہ قصور سے تھا۔ اور مشہور کتاب معارج الولایت کے مولف کی حیثیت سے شہرت تھی اس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف قابل توجہ مواد موجود ہے، آپ کے خلاف فتویٰ بھی ہے جسے احقر نے اپنی تالیف ''احوال و آثار عبداللہ خویشگی'' میں نقل کر کے تبصرہ کیا ہے۔

(۲) ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم کی محولہ کتب میں عبداللہ خویشگی کے احوال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۳) مکتوب شیخ عبدالحق محدث یعنی اعتراضات شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد الف ثانی مشمولہ معارج

الولایت۔ خطی، منقولہ حیات شیخ عبدالحق محدث مولفہ خلیق احمد نظامی

(۴) ملفوظات حضرت خواجہ باقی باللہ ص ۳۷ (مشمولہ کلیات باقی)

(۵) محمد البرزنجی بن عبدالرسول (۱۰۴۰۔۱۱۰۳ھ/۱۶۳۱۔۱۶۹۱ء) کئی کتابوں کے مؤلف تھے۔ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے ان کے ''اعتراضات بر حضرت مجدد الف ثانی کے رد میں عربی میں ایک کتاب الکلام المنجی بردایرادات البرزنجی کے نام سے لکھی تھی جو ہمارے مجموعہ رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی میں شامل ہے۔ مولانا برزنجی اپنی افتاد طبع کے باعث ۱۰۹۹ھ کو گرفتار بھی ہوئے تھے (سمط النجوم العوالی ۴/۵۸۷)

(۶) شیخ محمد بیگ برہانپوری ثم مکی، مؤلف عطیۃ الوہاب، ملخص السیر وغیرہ۔

(۷) تفصیل کے لیے دیکھئے احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری ۱۵۹۔۱۶۴

(۸) شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی جن کا وصال ۱۰۹۸ھ کو ہوا، مخالفین کے جواب میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کا خطی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں ہے (مقامات معصومی ۴/۲۶۱۔۲۶۴، رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی، مقدمہ)

(۹) علامہ خواجہ محمد فرخ (ف ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء) بن خواجہ محمد سعید سرہندی کے رسالہ در دفاع حضرت مجدد الف ثانی کا نام ہے: کشف الغطاء عن اذہان الاغبیاء، اسی موضوع پر آپ کا ایک اور رسالہ ''القول الفاصل بین الحق والباطل قابل ذکر ہے (مقامات معصومی ۴/۲۸۹، ۲۹۲)

(۱۰) شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) بن خواجہ محمد سعید سرہندی نے مخالفین کے رد میں رسائل لکھے تھے۔ (لطائف المدینہ، مقدمہ)

(۱۱) علامہ مخدوم محمد معین ٹھٹھوی (ف ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) نے اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب بہجۃ النظار فی برأت الابرار کے نام سے فارسی میں ۱۱۲۳ھ کو تالیف کی تھی جو ہمارے مفصل مقدمہ کے ساتھ شائع ہونے والی ہے۔

(۱۲) مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی، آپ حضرت شاہ عبدالرحمٰن مجددی کابلی قندھاری کے اولاد میں سے تھے جن کا وصال ۲۸ ستمبر ۱۹۷۵ء کو ہوا، ٹنڈو سائیں داد، سندھ اور کوئٹہ میں ان کے پاس اپنا آبائی کتابخانہ تھا جس میں سلسلہ نقشبندیہ کے نادر قلمی نسخے موجود تھے۔

www.maktabah.org

(۱۳) پیر نظام الدین شکار پوری مجددی (ف ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء) بن غلام الدین......از اولاد حضرت مجدد الف ثانی ردشبہات پلید نابکار کے نام سے شیخ سعد الدین انصاری کابلی (ف ۱۲۳۵ھ) کے رسالہ معیار الکشوف (رد حضرت مجدد الف ثانی) کے جواب میں لکھا تھا۔ (حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں، مقالہ مشمولہ نور اسلام شرقپور، جنوری، فروری ۱۹۸۸ء)

(۱۴) ڈاکٹر اطہر حسین رضوی، یہاں مکتوب نگار حضرت ڈاکٹر صاحب کو سہو ہوا ہے ان کا نام ہے ڈاکٹر اطہر عباس رضوی (ف ۲ر ستمبر ۱۹۹۴ء)، پروفیسر محمد حبیب سابق صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان Muslim Revivalist movements in Northern India تحریر کیا جس میں حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی تحریک احیاء دین کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ اس پر پروفیسر محمد حبیب نے اپنے دیباچہ میں لکھا کہ ڈاکٹر رضوی کی تحقیقات شیخ عبد الحق محدث پر فوقیت رکھتی ہیں۔

(۱۵) صباح الدین عبد الرحمٰن: "سولہویں اور سترھویں صدی میں شمالی ہند میں مسلمان مجددوں کی تحریکیں" مقالہ مشمولہ معارف، اعظم گڑھ، مارچ، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۶۶ء

(۱۶) علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء)

(۱۷) یہ رسالہ غالباً شواہد التجدید ہے، جس کے کسی خطی نسخے کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے۔

(۱۸) رسالہ اثبات الواجب کے بھی کسی خطی نسخے کا علم نہیں ہے۔

(۱۹) اسماعیل پاشا بغدادی، نے کشف الظنون (مولفہ حاجی خلیفہ) پر دو ذیول لکھے تھے۔ اول ہدیۃ العارفین، ثانی ایضاح المکنون۔ وفات ۱۹۲۰ء (الاعلام ۱/۳۲۶)

(۲۰) شاہ جہان نقشبندی اور دیگر حضرات کا عقیدت مند تھا لیکن سلطنت مقدم تھی، دارشکوہ کے زیر اثر وہ سلسلہ قادریہ میں میاں میر لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

(۲۱) شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی۔

(۲۲) شیخ آدم بنوڑی کے کثیر تعداد میں مریدین تھے۔ جن میں افاغنہ کی تعداد زیادہ تھی، مخالفین کے

اکسانے پر شاہ جہان نے شیخ کو جرأج کے لیے بھیج دیا۔

(۲۳) رک شمارہ۔۱

(۲۴) علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا وصال ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء کو ہوا اور محمد البرزنجی کا ۱۱۰۳ھ، لہٰذا دونوں حضرات کے زمانہ حیات میں بہت بعد ہے۔

(۲۵) مجمع الاولیاء تالیف شیخ بدرالدین سرہندی کے خطی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن کے قلمی نسخہ کا عکس ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم نے منگوایا تھا۔

(۲۶) طبقات شاہ جہانی مولفہ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری (ف ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) ارادت مند حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ) مولف نے طبقات میں حضرت خواجہ باقی باللہ اوران کے کئی متوسلین اور مجددی حضرات کا تذکرہ کیا ہے اس میں امیر تیمور سے لے کر شاہ جہان کے عہد کے علماء، صوفیہ، حکماء وشعراء کا ذکر طبقاتی اعتبار سے ملتا ہے۔ (مقامات معصومی ۲۷۹/۱۔۲۸۱)

(۲۷) کلمات الصادقین بھی خواجہ محمد صادق ہمدانی کی تالیف ہے جس میں ۱۰۲۳ھ تک دہلی میں دفن ہونے والے اعیان واکابر کے احوال ہیں۔ یہ کتاب ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے ایڈٹ کی اور اسلام آباد سے ۱۹۸۸ء کو شائع ہوئی۔

(۲۸) قدح الزند کا قلمی نسخہ کتانجانہ آصفیہ، حیدرآباد، دکن میں ہے۔ (احوال وآثار خویشگی ص:۱۶۰)

(۲۹) دفع التعویل کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

(۳۰۔۳۲) ان علماء کے حالات عربی کتب تراجم میں نہیں ملتے۔

(۳۳) رک شمارہ:۶

(۳۴) عطیۃ الوہاب، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے عربی ترجمہ شیخ محمد مراد قازانی مکی کے دفتر ثالث کے حاشیہ پر طبع ہوا۔

(۳۵) محمد بن عبدالرسول البرزنجی مذکور نے اپنی ایک تصنیف (رد حضرت مجدد الف ثانی) الناشرۃ الناجرۃ للفرقۃ الفاجرۃ ۱۰۹۳ھ میں لکھا ہے کہ شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا (فہرست مخطوطات آصفیہ ۳۳۷/۲) اس امر کی وضاحت کے لیے احقر نے ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم کو یہ خط لکھا تھا۔

www.maktabah.org

(۳۶) حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مرید حسن افغان آپ سے ناراض ہوا اور آپ کے تحریر کردہ معارف چوری کر لیے اور ان میں تحریف کر کے مشتہر کیئے جو بعد برزنجی کو بھی بھیجے گئے تھے۔

(۳۷) مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے بعض اجزاء کا برزنجی کے زمانہ تک عربی ترجمہ ہوا تھا لیکن کامل ترجمہ شیخ محمد مراد رمزی قازانی مکی نے کیا جو مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۷ھ کو طبع ہوا۔

(۳۸) کاسر المخالفین کے مولف نے خوف سے اپنا نام ظاہر نہیں کیا اس نے حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد و ارادت مندوں کے خلاف یہ کتاب لکھی تھی، جس کا قلمی نسخہ بغیر نام کے کرنل عبدالرشید موحوم کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا تھا۔

(۳۹) رک شمارہ۔۱۳

(۴۰) رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی، زیر طبع (مجموعہ دوم)

(۴۱) حیات شیخ عبدالحق محدث ص۳۱۳ (مکتوب شیخ محدث اعتراضات بر حضرت مجدد الف ثانی) آپ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد حضرت خواجہ کے کئی ارادت مند اسی وجہ (کمالات خود......از حد حصر و قیاس، چنانکہ و چندانکہ مردم حیران شدند......) سے جب آپ کی مخالفت کا آغاز ہوا تو حضرت خواجہ کی خانقاہ اور اس کے متولی حضرت خواجہ حسام الدین احمد مخالفت کا سب سے زیادہ نشانہ بنے تھے۔ لیکن بعد میں یہ تمام ''غبار ملال'' دور ہو گیا تھا ہم نے تذکرہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے مقدمہ میں اس کی تمام تر تفصیلات یکجا کر دی ہیں۔

(۴۲) یعنی جہانگیر کے حکم سے آپ کی دربار میں حاضری، قید اور رہائی کے بعد لشکر کے ساتھ رہنے کی پابندی وغیرہ۔

(۴۳) حیات شیخ محدث ص۳۱۳، مکتوبات امام ربانی ۳/۱۲۱/۵۵۷

(۴۴) حیات شیخ محدث ۳۴۴

(۴۵) یہ حالات اخبار الاخیار کے مترجمین سبحان محمود اور محمد فاضل مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی کے آخر میں اضافہ کئے گئے ہیں جن کا کتاب کے مولف حضرت شیخ محدث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۴۶) ولادت ۹۷۱ھ سال تالیف اخبار الاخیار ۹۹۹ھ۔۹۷۱۔۲۸ سال

www.maktabah.org

(۴۷) یہ تتمہ اخبار الاخیار کے مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ کے خاتمہ پر ہے اور مذکورہ ترجمہ میں بھی شامل ہے۔

(۴۸) رسالہ شاہ غلام علی در رد اعتراضات بر کلام حضرت مجدد الف ثانی، مشمولہ رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی مرتبہ محمد اقبال مجددی، رسائل سبعہ سیارہ، ص ۳۰

(۴۹) حضرت مولانا سالم، کوئٹہ، آپ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی کے فرزند اصغر تھے۔

(۵۰) مناقب العارفین مولفہ شیخ فتح محمد فتح پوری چشتی کے کسی خطی نسخہ کا ہمیں اب تک علم نہیں ہے۔ یہ شیخ محدث کے معاصر تھے۔

(۵۱) شیخ نورالحق مشرقی (۹۸۳۔۱۰۷۳ھ/۱۵۷۵۔۱۶۶۲ء)

حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت تھے۔ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری (فارسی) آپ ہی کی تالیف ہے (تذکرۂ خواجہ حسام الدین احمد، زیر طبع)

(۵۲) ملا معین ٹھٹھوی کی کتاب کا نام بہجۃ النظار فی براۃ الابرار ہے۔ جو ہمارے مفصل مقدمہ کے ساتھ شائع ہونے والی ہے۔

(۵۳) ردشبہات تالیف شیخ نظام الدین مجددی شکارپوری (رک شمارہ ۱۳)

(۵۴) رسالہ شاہ غلام علی دہلوی (رک شمارہ ۴۸) مشمولہ رسائل سبعہ سیارہ، ص ۳۰

(۵۵) ایضاً ص ۳۰

(۵۶) شیخ محمد مراد کی کتاب جس کے متعلق استفسار کیا تھا کا نام صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین ہے، یہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری تھے جن کا انتقال ۱۱۳۱ھ کو کشمیر میں ہوا اور وہ شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی کے خلیفہ تھے۔ (لطائف المدینہ، مقدمہ، شیخ محمد مراد تنگ کشمیری' مقالہ مشمولہ نور اسلام، شرقپور، (اولیائے نقشبند نمبر حصہ دوم ص ۷۹۔۸۳)

(۵۷) مناقب الحضرات، دراصل یہ نتائج الحرمین کی جلد سوم ہے جو شیخ محمد امین بدخشی کی تالیف ہے اس کا موضوع حضرت شیخ آدم بنوڑی کے احوال و مناقب ہے۔ بکثرت خطی نسخے پائے جاتے ہیں، اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر معین نظامی نے کیا جو آزاد کشمیر، پاکستان سے طبع ہو چکا ہے۔

(۵۸) ملا محمد گجراتی کے رسالہ شبہات کے وجود کا تا حال علم نہیں ہے۔

www.maktabah.org

(۵۹) یہاں نام محمد صالح گجراتی نہیں بلکہ محمد صالح اورنگ آبادی ہونا چاہیے، جس کا حوالہ برزنجی نے اپنے رسالہ ''الناشرۃ'' میں دیا ہے۔ (احوال وآثار خویشگی ص ۱۶۱)

(۶۰) محمد عارف اور عبداللہ سواتی کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے۔

(۶۱) شیخ احمد قشاشی (۹۹۱۔۱۰۷۱ھ/۱۵۸۳۔۱۶۶۱ء) نے حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ آدم بنوڑی کی حرمین الشریفین میں مخالفت کی تھی اور شیخ آدم بنوڑی کے رد میں رسائل لکھے تھے (المفاضلہ بین الانسان والکعبہ تالیف شیخ محمد امین بدخشی، خطی نسخہ مخزونہ کتابخانہ اسلامیہ کالج، پشاور)

(۶۲) رسالہ اسرار المناسک کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔ اس لیے اس کا موضوع بھی معلوم نہیں ہے۔

(۶۳) شاہ جہان ابتداء میں مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا عقیدت مند تھا لیکن بعد میں داراشکوہ کے زیر اثر حضرت میاں میر لاہوری کا ارادت مند ہو گیا تھا، اس نے مشہور نقشبندی بزرگ اور درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے متولی حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ جہانگیر والا سلوک کیا اگر چہ سزا نہیں دی۔ (تذکرہ خواجہ حسام الدین احمد، زیر طبع)

(۶۴) توزک جہانگیری مرتبہ سرسید احمد خان، ص:۳۰۸

(۶۵) ایضاً

(۶۶) رک شمارہ ۲۱۔۲۲

(۶۷) علی اکبر اردستانی، ایک عامی شخص تھا اور سرہند کا کروڑی تھا۔ اس نے شیخ بدرالدین سرہندی سے ان کی تالیف مجمع الاولیاء مستعار لی اور اس میں دوسروں سے تحریف کروائی اور اسے اپنے نام اسے شہرت دی (حسنات الحرمین، مقدمہ ص ۵۹۔۶۰) ڈاکٹر محمد مسعود احمد بھی جنہوں نے انڈیا آفس لائبریری لندن سے اس کے خطی نسخے کا عکس حاصل کیا تھا فہرست ساز کتابخانہ مذکور کی تشریح کے مطابق علی اکبر اردستانی کو ہی اس کا مولف تصور کرتے تھے۔ جو درست نہیں ہے۔

(۶۸) ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم کے یہ مقالات بعد کو کتابی صورت میں سیرت مجدد الف ثانی کے نام سے دو مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔

(۶۹) شیخ تاج الدین سنبھلی ثم مکی (ف ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ و شیخ الہ بخش گڑھ

متکیسری (ف ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء) سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ طریقت تھے جن سے عربستان میں اس سلسلہ کی ترویج ہوئی۔

(۷۰) مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ (مشمولہ کلیات)

(۷۱) حکیم صاحب سے مراد جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ف ۷/نومبر ۱۹۹۹ء) ہیں۔

(۷۲) ڈاکٹر محمد اسلم صاحب، پروفیسر محمد اسلم استاد تاریخ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور راقم احقر کے استاد تھے ۶/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو لاہور میں دفات ہوئی۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب پی ایچ ڈی نہیں کر سکے تھے۔

(۷۳) راقم نے یونہی قیاسی کے طور پر لکھ دیا تھا کہ شیخ آدم بنوڑی کے امی ہونے کا ذکر زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں ہے لیکن بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو ڈاکٹر صاحب کو معذرت کا خط لکھا۔

(۷۴) محمد مراد بن حبیب بن سعدی، مناقب آدمیہ وحضرات احمدیہ نقشبندیہ کے مولف نہیں تھے، ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم نے انڈیا آفس لائبریری، لندن میں محفوظ مناقب الحضرات کی مائیکرو فلم منگوائی تھی اور اس کے فہرست ساز ایتھے (E The) کے اندراج کے مطابق اس کے مؤلف کا نام محمد مراد تصور کر لیا تھا رک شمارہ ۵۷ حالانکہ اس مخطوطہ کے ساتھ مجلد ایک اور رسالہ ''کلمۂ چند دراحوال علمائے سوء'' کے مولف یہی محمد مراد بن حبیب پشاوری ہیں۔

(۷۵) درود الھامیہ تالیف شیخ آدم بنوڑی مرتبہ محمد امین بدخشی کا خطی نسخہ کتابخانہ اسلامیہ کالج، پشاور میں موجود ہے۔ یہ کتاب لاہور سے سید عبدالغفار صاحب نے شائع کردی تھی۔

(۷۶) ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کا یہ قیاس درست ہے، شیخ آدم بنوڑی کی ساری تالیفات شیخ محمد امین بدخشی نے مرتب کی تھیں اوران میں سے بعض کے عربی میں تراجم بھی کئے گئے تھے۔ (نتائج الحرمین خطی نسخہ پشاور آرکائیوز، (ورق ۹۶۔الف ۲۵۳۔الف و بہ بعد)

(۷۷) راقم نے ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم کی کتاب شاہ محمد غوث گوالیاری کا مطالعہ کیا تو چند علمی نکات بیان کرنے کی جسارت کی تھی جس کے جواب میں آپ نے کتاب پر تنقیدی نظر ڈالنے کے لیے فرمایا تھا۔

(۷۸) ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم نے اپنی مذکورہ کتاب میں لکھا تھا کہ بیل (Beal) کی یہ غلطی دراصل

نظامی بدایونی کی قاموس المشاہیر سے مواد نقل کرنے کی وجہ سے ہے۔ جبکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ جس کا آپ نے اس مکتوب میں اظہار فرمایا ہے۔

(۷۹) معراج نامہ سے مراد شاہ محمد غوث گوالیاری کا رسالہ معراج نامہ ہے جس کے خطی نسخے کے بارے میں راقم نے دریافت کیا تھا کہ وہ کس کتب خانہ میں ہے؟ دراصل علماء وصوفیہ نے شاہ محمد غوث کے اس معراج نامہ پر کڑی تنقید کی تھی یعنی اس میں انہوں نے اپنی روحانی معراج، اللہ تعالیٰ سے مجالست اور اپنی معراج کو نبی کریم ﷺ کی معراج پر کشفی طور پر فوقیت دی تھی، شاہ محمد غوث کو اس رسالہ کی وجہ سے تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا، حضرت مجدد الف ثانی نے ان کا نام لیے بغیر اپنے رسالہ معارف لدنیہ کے آخر میں اس کے اقتباسات نقل کر کے اس کا رد کیا ہے (مقامات معصومی ۱؍۲۲۷۔۲۳۱، ۳؍۲۴۴)

(۸۰) ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کا تقرر بحیثیت پرنسپل سندھ اور بلوچستان کے مختلف علاقوں میں رہا جہاں کتب خانے موجود نہیں تھے۔

(۸۱) ملفوظات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کی تفصیل کے لیے دیکھئے تذکرۃ الوجیہ مرتبہ حسینی پیر مطبوعہ گجرات

(۸۲) شیخ ابوالحسن لاہوری خلیفہ شاہ محمد غوث گوالیاری کے مختصر احوال ڈاکٹر مسعود نے اپنی کتاب شاہ محمد غوث میں لکھے ہیں۔

(۸۳) پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مقالہ کا عنوان ہے:

Shattari Saints and Their attitude Towards the state (Medival India, Quarterly, Aligarh , Vol.1 No.2 Oct.1950, PP.56-70)

(۸۴) رک شمارہ ۹

(۸۵) النجاۃ عن طریق الغواۃ، علامہ محمد فرخ مجددی کا یہ رسالہ اور اصطلاحات صوفیہ اور رد ملاحدہ کے موضوع پر ہے جس کا حوالہ آپ نے کشف الغطا (ورق ۹۴۔ا) میں دیا ہے۔ جواہر علویہ ص ۲۷۰ پر اس کا نام غلط لکھا گیا ہے۔ (رک مقامات معصومی ۴؍۲۹۰)

www.maktabah.org

(۸۶) جلاء الصدر......علامہ محمد فرخ مجددی نے اپنے اس رسالہ کا حوالہ بھی کشف الغطاء میں دیا ہے۔
گویا یہ رسالہ بھی مولف نے کشف الغطا کی تصنیف ۱۰۹۴ھ سے قبل تالیف کیا تھا
(مقامات معصومی ۲۴۰/۴)

(۸۷) مولانا نورالدین احمد آبادی (ف ۱۱۵۵ھ) کے حالات نزہتہ الخواطر ۳۹۰/۶ میں ملاحظہ کریں

(۷۷) مرزا محمد خلیل بدخشانی، (ف ۹۹۲ھ) مخاطب بہ خان زمان
گجرات کے والی مظفر خان کے ساتھیوں میں سے تھا، خانِ خاناں کے گجرات پر حملہ سے قبل فوت ہوا تھا (تاریخ محمدی ۴۳۸/۴/۲)

(۸۹) ابوالحسن داہری نقشبندی (ف: ۱۱۸۱ھ) سندھ کے مشہور شیخ طریقت تھے
آپ کی بعض کتب سندھ سے خصوصاً شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد، سندھ سے طبع ہوئی ہیں جن پر محققین نے اپنے مقدمات میں آپ کے احوال لکھے ہیں

(۹۰) رک شمارہ ۶۳

(۹۱) رک شمارہ ۱۴

(۹۲) یہ کتاب لکھنو سے نہیں بلکہ آگرہ یونیورسٹی سے ۱۹۶۵ء کو طبع ہوئی تھی

(۹۳) رک شمارہ۔۱۵

(۹۴) وفات علامہ محمد فرخ مجددی ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء (مقامات معصومی: ۲۸۶/۴)

(۹۵) یوروشلم یونیورسٹی کے اس استاد کا نام ہے:
Yohanan Friedmann

(۹۶) فریڈمان کی اس کتاب کا نام ہے:

Shaykh Ahmad Sirhindi,(an outline of his thought and study of his image in the eyes of posterity.

یہ کتاب ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جسے انہوں نے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز۔ میکیگل یونیورسٹی، مونٹریال، کینڈا میں پیش کیا اور یونیورسٹی نے انہیں ڈگری دی۔ اس کی طباعت بھی اس ادارہ کی طرف سے ۱۹۷۱ء کو ہوئی، اس وقت وہ ہیبریو یونیورسٹی، یوروشلم میں اسلامک سٹڈیز کے

لیکچرار تھے۔ ۱۹۸۶ء میں وہ مذکورہ یونیورسٹی میں فکلیلٹی آف آرٹس کے ڈین تھے۔ ان کی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دہلی سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔

(۹۷) سرہند شریف کے سکھوں کے ہاتھوں چار مرتبہ برباد ہونے کا اعتراف خود سکھ مورخ کرتے ہیں۔ پہلی مرتبہ ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء (باندہ سنگھ کا حملہ) دوسری مرتبہ ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۸ء (سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ) تیسرا حملہ ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء کو اسے مکمل طور پر برباد کر دیا۔ (مقامات مظہری، مقدمہ ۴۶۔۵۲، ۱۹۱ طبع اول)

(۹۸) بعد میں احقر نے مقامات مظہری کے مقدمہ اور مقامات معصومی کی جلد اول ص ۲۳۹۔۲۴۵ میں تفصیلات لکھیں۔

(۹۹) شیخ فرید ثانی ملقب بہ سلطان الموحدین، شطاری سلسلہ کے مشائخ میں سے تھے ان کی نسبت کھروال (گھڑوال) راجپوت سے تھی اور شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری (ف ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ء) انہی کے خلیفہ تھے (احوال مشائخ کبار مولفہ سلیمان بن سعد اللہ، مقدمہ......)

(۱۰۰) شیخ بایزید ثانی، شیخ فرید ثانی کے والد تھے، جو براہ راست شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی (ف ۹۹۸ھ) کے خلیفہ تھے، انہیں سلطان المحققین کا لقب حاصل تھا، سرہند میں دفن ہیں۔ (ایضاً ۵) ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء کو انتقال ہوا۔ (احوال مشائخ کبار، مقدمہ ۴۔۵)

(۱۰۱) شواہد التجدید تالیف علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (رک شمارہ۔۱۷)

(۱۰۲) ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم نے خواجہ محمد نقشبند ثانی کا سال وصال اپنی کسی کتاب میں ۱۱۱۵ھ لکھا تو راقم نے ان سے بذریعہ خط عرض کیا ان کا صحیح سال وفات ۱۱۱۴ھ ہے۔

(۱۰۳) فاضل بریلوی اور ترک موالات، ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ایک تالیف ہے، جو مرکزی مجلس رضا لاہور سے کئی بار طبع ہوئی۔

(۱۰۴) راقم مکتوب الیہ نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے سوانح پر ایک کتابیات (فہرست مآخذ) مرتب کی جائے تو اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا تھا جس کا یہ جواب ہے۔

(۱۰۵) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (۱۹۱۲۔۲۰۰۵ء) مختلف یونیورسٹیوں میں اردو زبان وادب کے استاد رہے۔ سندھ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے، مولانا سید زوار حسین (ف ۵/اگست ۱۹۸۰ء) سے

بیعت وخلافت تھی۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اصل مآخذ مرتب کر کے شائع کیے، (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، حالات وخدمات مولفہ مسرور احمد زئی، حیدر آباد، سندھ، ۲۰۰۶ء)

(۱۰۶) پیر حسام الدین راشدی (۱۹۱۱۔ یکم اپریل ۱۹۸۲ء) تاریخ سندھ کے مشہور محقق تھے، اس موضوع پر کئی اہم متون مرتب کر کے شائع کروائے۔ ان کا تعلق سندھ کے راشدی خانوادہ سے تھا اس لئے انہیں پیر کہتے تھے۔ اصل میں وہ اس روش کے خلاف تھے۔ (پیر حسام الدین راشدی اور ان کے علمی کارنامے مرتبہ صباح الدین عبدالرحمٰن، کراچی، ۱۹۸۵ء)

(۱۰۷) مکتوبات امام ربانی پر حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کے مقدمہ کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے مولانا محمد سعید احمد نقشبندی (خطیب جامع مسجد حضرت علی ہجویری، داتا گنج بخش، لاہور) کے اردو ترجمہ کی پہلی جلد پر لکھا تھا جسے مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے شائع کیا، بعد میں بھی اس کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔

(۱۰۸) یہاں تحقیقی مقالہ سے مراد احقر کی کتاب احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری ہے جو ۱۹۷۰ء کو تالیف کی اور ۱۹۷۲ء میں لاہور سے شائع ہوئی اس پر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کا پیش لفظ ہے۔

(۱۰۹) مذکورہ بالا کتاب کے مبیضہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۱۰) ایضاً

(۱۱۱) راقم مسکین کی کتاب احوال وآثار سید شرافت نوشاہی، دارالمورخین، لاہور سے ۱۹۷۱ء کو شائع ہوئی تھی، جو ڈاکٹر صاحب کو ارسال کی گئی، پھر یہ کتاب شریف التواریخ کی جلد دوم کے مقدمہ کے طور پر شامل کر لی گئی، آخری ایڈیشن ڈاکٹر سید عارف نوشاہی کی نظر ثانی کے بعد تذکرۂ شرافت نوشاہی میں طبع ہوا۔

(۱۱۲) مولوی شمس الدین مرحوم (۱۹۱۶۔۱۹۶۸ء) تاجر کتب نادرہ، لاہور مراد ہیں (نذر شمس مرتبہ محمد عالم مختار حق، مطبوعہ لاہور)

(۱۱۳) راقم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری کا ایک نسخہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کو ارسال کیا تو جواب میں اس خوشی کا اظہار کیا۔

(۱۱۴) مذکورہ کتاب میں ضمیمہ ثانی ''حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف ایک فتویٰ اور اس کا تجزیہ'' ہے،

اس میں حضرت کے خلاف لکھا جانے والا ایک فتویٰ ہے جو خویشگی نے معارج الولایت میں نقل کر کے محفوظ کر لیا تھا اور راقم نے اسے اپنی اس کتاب میں بطور ضمیمہ شامل کر کے اس کا تجزیہ کیا تھا، جس کی طرف ڈاکٹر صاحب نے اشارہ فرمایا ہے۔

(۱۱۵) راقم کی مذکورہ کتاب کی تقریب رونمائی ۱۹۷۲ء میں رائٹرز گلڈ، لاہور میں منعقد ہوئی تھی، جس میں شرکت اور تعارفی تقریر کے لیے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی گئی تھی۔

(۱۱۶) راقم کی مذکورہ کتاب کی تقریب کی روداد اخبار مساوات، لاہور میں شائع ہوئی تھی اس موقع پر پروفیسر محمد اسلم نے مخالفانہ تقریر کی تھی۔

(۱۱۷) پروفیسر محمد اسلم نے کتاب احوال و آثار خویشگی پر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے تقریب لکھوانے پر سخت برہمی کا اظہار کیا تھا کہ کتاب تاریخ سے متعلق ہے لیکن تقریب نگار اردو کے استاد ہیں کسی تاریخ کے استاد سے لکھوانا مناسب تھا، انہوں نے مزید کہا کہ ڈاکٹر محمد مسعود نے شاہ اسماعیل شہید کے خلاف لکھا ہے اس لیے ان سے یہ تقریب نہیں لکھوانی چاہیے تھی۔

(۱۱۸) پروفیسر محمد اسلم چونکہ نہایت متلون مزاج بزرگ تھے، اس لیے مجھے بحیثیت طالب علم ان کا قرب نصیب نہ ہوسکا اور ان سے تقریب لکھوانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوا۔

(۱۱۹) مساوات کا تراشہ ارسال کرنے کے بعد راقم نے ڈاکٹر صاحب کو لکھا تھا کہ پروفیسر محمد اسلم کی تنقید سے ان کی جو دل آزاری ہوئی ہے، اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ یہ خط اس کا جواب ہے۔

(۱۲۰) محشی احقر اپنے معاصر بزرگوں کے احوال پر ایک کتاب مآثر المعاصرین مرتب کر رہا تھا جس میں معاصرین کے حالات خود ان کے قلم سے لکھوا کر ان کا عکس شائع کرنے کا پروگرام تھا۔ اس کے لیے ڈاکٹر محمد مسعود مرحوم سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے احوال خود لکھ کر بھیجیں۔

(۱۲۱) ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے احوال و آثار پر ایک مفصل مقالہ لکھا تھا جو سہ ماہی العلم، کراچی میں شائع ہوا تھا پھر آپ کی مرتبہ کتاب جہان امام ربانی میں بھی شامل کر دیا گیا۔

(۱۲۲) راقم نے ڈاکٹر صاحب سے اپنی کتاب مآثر المعاصرین میں معاصر بزرگوں کے احوال لکھوانے کے لیے نام و پتے مانگے تھے جس کے جواب میں آپ نے بہت سے اصحاب کے نام لکھ بھیجے۔

(۱۲۳) راقم احقر کے مقالات المعارف، لاہور اور صحیفہ، لاہور میں شائع ہوتے رہے، آپ سے دریافت کیا

تھا کہ کیا یہ رسائل آپ کے ہاں آتے ہیں؟ جس کے جواب میں موصوف نے یہ خط لکھا۔

(۱۲۴) خودنوشت حالات سے مراد ڈاکٹر صاحب کے وہ احوال ہیں جو راقم کو اپنی مذکورہ کتاب میں شامل کرنا تھے

(۱۲۵) ان حضرات کے حالات ڈاکٹر سلیج کی کتابوں وفیات ناموران پاکستان اور وفیات اہل قلم پاکستان، میں ملاحظہ کریں بجز شمارہ ۳

(۱۲۶) حضرت مولانا محمد حسن جان مجددی (۱۲۷۸۔۱۳۶۵ھ/۱۸۶۱۔۱۹۴۵ء) سندھ میں نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ طریقت اور حضرت امام ربانی کی اولاد میں سے تھے ان کا آبائی کتب خانہ جس میں سلسلہ مجددیہ کے نوادر موجود تھے میری توجہ کا مرکز رہا، جوانی کے زمانہ میں احقر نے ٹنڈو سائیں داد، سندھ جا کر اس کتاب خانہ کے تباہ شدہ حصہ کو دیکھا، جس میں سے بہت سے مخطوطات مولانا محمد ہاشم جان مجددی کوئٹہ لے گئے تھے، مرحوم کی بیوہ نے مجھے کوئٹہ والا ذخیرہ دکھایا تھا۔ اب یہ نوادر برباد ہو چکے ہیں۔

(۱۲۷۔۱۲۸) ان حضرات نے اپنے حالات لکھ کر نہیں دیئے

(۱۲۸۔ب) پیر علی محمد راشدی (۱۹۰۵۔۱۹۸۷ء) صحافی، وزیر مالیات، (وفیات ناموران پاکستان ص ۵۶۶)

(۱۲۹) عربی استفتاء سے مراد کتاب احوال و آثار خویشگی میں شامل حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف وہ فتویٰ ہے جو اس کتاب کے ضمیمہ ثانی میں نقل کیا گیا تھا۔

(۱۳۰) جب ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کو کتاب مذکورہ کا مبینہ ارسال کیا گیا تو اس فتویٰ کی اشاعت کا ارادہ نہیں تھا، بعد میں اسے شامل کیا گیا۔

(۱۳۱) حضرت شاہ آغا (اصل نام حضرت عبداللہ جان بن حضرت محمد حسن جان مجددی) مولف مونس المخلصین وفیض البرکات من عین المکتوبات، وغیرہ ان کا انتقال ۱۲/ مارچ ۱۹۷۳ء کو ہوا

(۱۳۲) رک شمارہ ۱۲۳ دراصل یہ فتویٰ اپنے من چاہے حواشی کے ساتھ ڈاکٹر ایس ایم اکرم شائع کرنا چاہتے تھے اس لیے احقر نے اسے ایک تجزیہ کے ساتھ شائع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں انہیں خط لکھا تھا جو انہوں نے مولانا محمد ہاشم جان مجددی مرحوم کو دکھا کر مطمئن کر لیا تھا۔

(۱۳۳) رک شمارہ ۱۱۲

(۱۳۴) ''برادرم ظہور صاحب'' مرکزی مجلس رضا کے ایک فعال رکن تھے۔

(۱۳۵) ۱۹۷۴ء کو محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم، حضرت آغا فضل الرحمٰن مجددی بن حضرت فضل عثمان مجددی کے ہمراہ کابل گئے تھے۔ اس سفر میں حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری بھی ان کے ہم سفر تھے۔

(۱۳۶) محمد امین بدخشی، حضرت شیخ آدم بنوڑی کے خلیفہ اور بہت سی کتابوں کے مؤلف تھے۔ مصر میں انتقال ہوا، وہیں دفن ہیں راقم نے دانش نامہ جہان اسلام، تہران، ایران میں ان پر ایک مقالہ بعنوان بدخشی، محمد امین لکھا تھا۔ (رک شمارہ ۵۷)

(۱۳۷) پروفیسر محمد اسلم کا حضرت مجدد الف ثانی پر ایک مختصر سا مقالہ کتابچہ کی صورت میں چھپا تھا۔ جو ڈاکٹر مسعود صاحب کو بھیجا گیا۔

(۱۳۸) حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری ہر سال یوم حضرت مجدد الف ثانی کی تقریب ماہ صفر میں بڑے اہتمام سے کیا کرتے تھے، اسی تقریب کی دعوت ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کو دی گئی تھی۔

(۱۳۹) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام (۱۹۰۸۔۱۹۷۳ء) کی تصانیف میں سے آب کوثر، رود کوثر اور موج کوثر، پاکستان و ہند کی تہذیبی و علمی تاریخ پر ہیں ان میں خصوصاً رود کوثر میں انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی اور آپ سے وابستہ افراد کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے، اپنی مرتبہ کتاب دربار ملی میں ان کو توزک جہانگیری میں سے صرف وہ حصہ پسند آیا ہے جس میں جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کے خلاف نہایت بیہودہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے رود کوثر کے اس حصہ کا جواب مستقل رسالہ کی صورت میں دیا تھا۔

(۱۴۰) حدیقۃ الاولیاء تالیف مفتی غلام سرور لاہوری کے قدیم مطبوعہ اردو ایڈیشن کو راقم نے تنقیدی حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کروایا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کا ایک نسخہ طلب فرمایا۔

(۱۴۱) فتاوی مسعودی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کے جد بزرگوار حضرت مولانا محمد مسعود دہلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو ڈاکٹر صاحب نے مرتب کر کے کراچی سے شائع کیا تھا۔

(۱۴۲) گنج شریف، حضرت حاجی سید محمد نوشاہ گنج بخش قادری (ف ۱۰۶۴ھ) کے اردو کلام کا مجموعہ ہے جسے حضرت سید شرافت نوشاہی مرحوم نے مرتب کیا تھا اور راقم نے اس پر ایک مفصل مقدمہ لکھا

تھا، اسے دارالمورخین، لاہور سے ۱۹۸۰ء کو شائع کیا۔

(۱۴۳) ۱۹۷۵ء کی تعطیلات میں راقم کے کراچی جانے کا پروگرام بنا تو ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی جس کے جواب میں آپ نے یہ خط تحریر فرمایا۔ راقم پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تھا۔

(۱۴۴) رک شمارہ ۵۷

(۱۴۵) رک شمارہ ۶۷

(۱۴۶) خلاصۃ المعارف، حضرت شیخ آدم نبوڑی کی تالیف ہے جو تا حال طبع نہیں ہوئی ہے، ڈاکٹر صاحب نے انڈیا آفس لائبریری، لندن سے اس کا مائیکروفلم منگوایا تھا۔

(۱۴۷) ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرحوم کی کتاب سیرۃ حضرت مجدد الف ثانی پر مولانا محمد ہاشم جان مجددی مرحوم نے پیش لفظ لکھا تھا۔ لیکن حوالے نہیں دیئے تھے، ڈاکٹر صاحب نے راقم سے فرمایا کہ تم اس کی تکمیل کردو یہ اُسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۴۸) راقم مسکین نے پروگرام بنایا تھا کہ نقشبندی سلسلہ کی ایسی خانقاہوں میں جاؤں جہاں اس سلسلہ کے مخطوطات موجود ہوں تاکہ ان سے استفادہ کرسکوں۔

(۱۴۹) رک شمارہ

(۱۵۰) مولانا محمد ہاشم جان مرحوم کی مملوکہ بہت سی کتابیں خصوصاً مخطوطات ان کی دوسری زوجہ محترمہ کے ہاں کوئٹہ میں رکھی ہوئی تھیں لیکن ان کے فرزند اکبر عابد جان نے وہ فروخت کردی تھیں۔ عابد جان ایک عامی جوان تھا اس کا علمی معاملات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

www.maktabah.org

www.mujaddidway.com

www.mujaddidway.com

www.mujaddidway.com

www.mujaddidway.com